

عربی، اُردو

8

Freebooks.pk

Freebooks.pk

Freebooks.pk

وزیر اعلیٰ پنجاب کا پروگرام برائے تعلیمی اصلاحات



اُردو کی آٹھویں کتاب

برائے

جماعت ہشتم



پنجاب ٹیکسٹ بک بورڈ، لاہور

جملہ حقوق: بنام پنجاب ٹیکسٹ بک بورڈ لاہور محفوظ ہیں۔
 اردو کی آٹھویں کتاب تیار کردہ پنجاب ٹیکسٹ بک بورڈ لاہور
 بمطابق قومی نصاب ۲۰۰۲ء منظور کردہ وفاقی وزارت تعلیم (شعبہ نصاب سازی) اسلام آباد
 بحوالہ مراسلہ نمبر (PT-1) No-1-1/2005-Langs مورخہ 13-09-2005
 اس کتاب کا کوئی حصہ نقل یا ترجمہ نہیں کیا جاسکتا اور نہ ہی ٹیسٹ پیپرز، گائیڈ بکس، نوٹس یا امدادی کتب کی تیاری میں استعمال کیا جاسکتا ہے۔

مصنفین:

ڈاکٹر محمد صالح طاہر

پی ایچ ڈی اردو، ایم اے تاریخ، ایم اے پنجابی

محمود احمد کاوش

ایم فل اردو، ریسرچ سکالر پی ایچ ڈی اردو،

سینئر ماہر مضمون اردو، ایلمینٹری ایجوکیشن کالج نارووال

محمد زبیر ساعی

ایم اے اردو، ایم ایجوکیشن،

رکن قومی نصاب کمیٹی اردو ۲۰۰۲ء،

رکن کریکولم اینڈ ٹیکسٹ بکس ریوژن کمیٹی پنجاب ۲۰۰۱ء،

ڈاکٹر اصغر علی شیخ

ایم اے اردو، پی ایچ ڈی

سابق پروفیسر گورنمنٹ کالج آف ایجوکیشن لاہور،

سابق ناظم ایجوکیشن ایگسٹینشن سینٹر لاہور

مدیران: ڈاکٹر اورنگ زیب عالم گیر

پی ایچ ڈی،

ایجوکیشنل ایٹ پروفیسر اور پرنسپل کالج پنجاب یونیورسٹی لاہور

نگران: ڈاکٹر محمد سہیل سرور

سرفراز احمد فقیانہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۱۔	حمد (نظم)	۱
۲۔	نعت رسول ﷺ	۵
۳۔	معلم اخلاق ﷺ	۶
۴۔	مؤتمر عالم اسلامی	۱۰
۵۔	روشن ستارا	۱۳
۶۔	جگنو (نظم)	۱۶
۷۔	عید میلاد النبی ﷺ	۱۸
۸۔	مولانا محمد علی جوہرؒ	۲۱
۹۔	قائد اعظمؒ اور اتحاد ملی	۲۵
۱۰۔	بھائی چارا	۲۸
۱۱۔	اسلام کی عظمت (نظم)	۳۱
۱۲۔	موزن رسول ﷺ	۳۳
۱۳۔	مثالی طالب علم	۳۶
۱۴۔	راجا صاحب محمود آباد	۴۰
۱۵۔	علامہ اقبالؒ اور تصور پاکستان	۴۳
۱۶۔	تحریک پاکستان میں علما کا حصہ	۴۷
۱۷۔	جیوے پاکستان (نظم)	۵۰
۱۸۔	آزادی کا متوالا	۵۱
۱۹۔	مبارک رات کا تحفہ	۵۴
۲۰۔	ماں کا خواب (نظم)	۵۶
۲۱۔	ایک عظیم دن	۵۸

۶۲	کشور حسین شادباد	۲۲-
۶۵	کبڈی	۲۳-
۶۸	مقدس امانت (نظم)	۲۴-
۶۹	ایک شیر دل مجاہد	۲۵-
۷۳	شہری دفاع	۲۶-
۷۵	سکاؤٹنگ	۲۷-
۸۰	آلودگی! آلودگی! (نظم)	۲۸-
۸۱	علم بصریات کا بانی	۲۹-
۸۳	حسرت موہانی	۳۰-
۸۹	خاتون کربلا	۳۱-
۹۲	مسلمانوں کا قبلہ اول	۳۲-
۹۶	کام کی باتیں (نظم)	۳۳-
۹۸	حضرت بہاء الدین زکریا	۳۴-
۱۰۱	بابا عبداللہ کی کہانی	۳۵-
۱۰۶	اٹھواہل وطن کے دوست بنو (نظم)	۳۶-
۱۰۸	ایک دن اردو کے طالب علموں کے ساتھ	۳۷-
۱۱۱	مناظر پاکستان	۳۸-
۱۱۵	ڈانری	۳۹-
۱۱۸	خط - مدیر کے نام	۴۰-
۱۲۰	لطائف	۴۱-
۱۲۲	خاک وطن (نظم)	۴۲-
۱۲۳	دُعا	۴۳-
۱۲۵	فرہنگ	۴۴-

حمد

نظامِ آسمانی ہے اسی کی حکمرانی سے
بہارِ جادوئی ہے اسی کی باغبانی سے
زمیں پر جلوہ آرا ہیں مظاہر اُس کی قدرت کے
بچائے ہیں اسی داتا نے دسترخوانِ نعمت کے
یہ سرد و گرم، خشک و تر، اُجالا اور تاریکی
نظرِ آتی ہے سب میں شانِ اسی اک ذاتِ باری کی
وہی ہے کائنات اور اُس کی مخلوقات کا خالق
نباتات و جمادات اور حیوانات کا خالق
وہی خالق ہے دل کا اور دل کے نیک ارادوں کا
وہی مالک ہمارا اور ہمارے باپ دادوں کا
بشر کو فطرتِ اسلام پر پیدا کیا جس نے
محمد مصطفیٰؐ کے نام پر فیدا کیا جس نے
(حقیقۃً جالندھری)

سوالات

- ۱۔ مندرجہ ذیل سوالوں کے مختصر جواب دیجیے:
ا۔ نظامِ آسمانی سے کیا مراد ہے؟
ب۔ ”بہارِ جادوئی“ کا کیا مطلب ہے؟
ج۔ تیسرے شعر میں شاعر نے کن چیزوں کا ذکر کیا ہے؟

- ۲۔ دوسرے شعر میں حرف ”ز“ پانچ مرتبہ آیا ہے۔ اسی شعر میں ایک اور حرف چار مرتبہ آیا ہے۔ اس حرف کی نشاندہی کیجیے۔
- ۳۔ نیچے دیے گئے ہر مصرعے میں ایک ایک لفظ چھوڑا گیا ہے۔ آپ ہر مصرعے کے نیچے دیے گئے لفظوں میں سے درست لفظ کا انتخاب کر کے مصرعہ مکمل کیجیے:

- i۔ زمین پر جلوہ آرا ہیں مظاہر اُس کی..... کے
- ا۔ طاقت ب۔ ندرت ج۔ قدرت د۔ فطرت
- ii۔ بچھائے ہیں اسی..... نے دسترخوانِ نعمت کے
- ا۔ آقا ب۔ آکا ج۔ دانا د۔ داتا
- iii۔ نظر آتی ہے سب میں..... اُسی اک ذاتِ باری کی
- ا۔ شان ب۔ جان ج۔ آن د۔ بان
- iv۔ وہی ہے کائنات اور اس کی مخلوقات کا.....
- ا۔ مالک ب۔ رازق ج۔ خالق د۔ حافظ
- ۴۔ کالم ”ز“ میں دیے گئے نامکمل مصرعوں کے باقی حصے کالم ”ب“ میں بے ترتیب انداز میں دیے گئے ہیں۔ آپ دی گئی مثال کے مطابق کالم ”ز“ کا باقی حصہ کالم ”ج“ میں لکھیے۔

کالم الف	کالم ب	کالم ج
نظامِ آسمانی ہے	اور اس کی مخلوقات کا خالق	اسی کی حکمرانی سے
بہارِ جاودانی ہے	اجالا اور تاریکی	
وہی ہے کائنات	ہمارے باپ دادوں کا	
نباتات و جمادات	دل کے نیک ارادوں کا	
نظر آتی ہے سب میں شان	اور حیوانات کا خالق	
وہی مالک ہمارا اور	اسی کی حکمرانی سے	
	اسی اک ذاتِ باری کی	
	اسی کی باغبانی سے	

۵۔ اس حمد کو زبانی یاد کیجیے اور اس پہلی یا جماعت میں مل کر پڑھیے۔

۶۔ اُردو کے کسی اور شاعر کی حمد اپنی کاپی میں خوش خط لکھیے۔

☆ صرف اساتذہ کے لیے (نظم پڑھنا اور تشریح کرنا)

اساتذہ طلبہ کو شعر سے لطف اندوز ہونا سکھائیں۔ اس مقصد کے لیے جماعت میں موجود کسی خوش الحان بچے کو نظم ترنم کے ساتھ پڑھنے کو کہا جائے۔ اس کے بعد استاد نظم پڑھے۔ مختلف طالب علموں سے بھی تقلیدی نظم خوانی کرائی جائے۔

استاد کو حتی الوسع شعر کی تشریح براہ راست کرنے سے گریز کرنا چاہیے۔ نثر کے سبق کی طرح الفاظ کے معانی بتانا بھی ضروری نہیں کہ اس طرح طالب علم معانی کے چکر میں پڑ کر شعر سے صحیح لطف نہیں اٹھا سکتا۔

استاد کو طلبہ کے جوابات کو نکات کی صورت میں لکھنا چاہیے۔ بعد میں ان نکات کی مدد سے شعر کا مفہوم واضح کیا جائے۔ اگر طلبہ سے کوئی نکتہ چھوٹ گیا ہو تو استاد ان کی راہ نمائی کرے۔ مفہوم واضح ہو جانے کے بعد اسے کھول کر بیان کرنے کا نام تشریح ہے۔ اسی اصول پر عمل کرتے ہوئے ذیل میں ”حم“ کے پہلے شعر کی تشریح پیش کی جاتی ہے۔

(شعر کو خانوں کی صورت میں لکھنا ضروری نہیں)

نظام	آسمانی	ہے	اُسی	کی	حکم رانی	سے
بہار	جاودانی	ہے	اُسی	کی	باغبانی	سے

اب طلبہ سے ہر خانے میں اوپر تلے لکھے گئے لفظوں پر غور کرنے کو کہا جائے۔ مثال کے طور پر ”نظام“ کے نیچے ”بہار“، ”آسمانی“ کے نیچے ”جاودانی“۔

طالب علموں کو بتایا جائے کہ ”حکم رانی“ اور ”باغبانی“ ہم آواز ہیں۔ اسی آواز کے وہ اور لفظ بھی اس شعر میں استعمال ہوئے ہیں۔ پوچھا جائے کہ یہ لفظ کون سے ہیں۔

شعر فنی کے لیے چھوٹے چھوٹے سوال کیے جائیں۔ مثال کے طور پر نظام آسمانی سے کون سا نظام مراد ہے؟ (طلبہ اجرام فلکی کے متعلق جانتے ہیں)

- کیا دنیا کے کسی حکم ران کا حکم آسمان کے نظام پر چلتا ہے؟

(طالب علموں کو حضرت ابراہیم اور نمرود کے مابین ہونے والا مکالمہ سنایا جائے۔ جب نمرود نے خدا ہونے کا دعویٰ کیا تو اللہ کے پیغمبر حضرت ابراہیمؑ نے اسے کہا کہ میرا خدا سورج کو مشرق سے نکالتا اور مغرب میں غروب کرتا ہے۔ تو اسے مغرب سے نکال کر مشرق میں غروب کر کے دکھا۔ اس پر خدائی کا جھوٹا دعوے دار بہت رہ گیا۔)

- بہار کا موسم کیسا ہوتا ہے؟

- بہار اور بہارِ جاودانی میں کیا فرق ہے؟

- باغبان کیا کام کرتا ہے؟

- اگر باغبان نہ ہو تو باغ کی کیا حالت ہو جائے؟

اب استاد ”حمّد“ کے پہلے شعر کا یہ مفہوم لکھے:

آسمان پر چاند، سورج، ستاروں اور سیاروں کے نظام میں باقاعدگی اللہ تعالیٰ کے حکم کی وجہ سے ہے۔ دنیا کے باغ میں نظر آنے والا حسن اُسی مالک کی قدرت کا نتیجہ ہے۔

تشریح کے لیے اسی مفہوم کو وضاحت کے ساتھ بیان کر دیا جائے۔

حفیظ جالندھری نے اس شعر میں زمین اور آسمان کا ذکر کر کے ہمیں بتایا ہے کہ صرف اللہ تعالیٰ ہی زمین اور آسمان کا مالک حقیقی ہے۔ زمین و آسمان پر اُسی کی بادشاہت ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ چاند، سورج اور ستارے اپنے مقررہ وقت پر طلوع اور غروب ہوتے ہیں۔ دن اور رات ایک دوسرے کے آگے پیچھے آتے ہیں۔ چاند کا گھٹنا بڑھنا بھی ایک مقررہ حساب کے مطابق ہے۔

دوسرے مصرعے میں شاعر نے زمین کا ذکر کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ کائنات انسان کے لیے پیدا کی ہے۔ اُس نے اسے خوب سجایا ہے۔ جس طرح ایک مالی پودوں کی دیکھ بھال کرتا ہے۔ انھیں وقت پر سینچتا ہے، گرمی سردی سے بچانے کی تدبیریں کرتا ہے، فالتو ٹہنیوں کی تراش خراش کرتا ہے، غرض ہر وقت باغ کی تزئین و آرائش میں لگا رہتا ہے۔ اسی طرح یہ دنیا بھی ایک باغ کی مانند ہے۔ یہ باغ مکمل طور پر اللہ تعالیٰ کے قبضہ قدرت میں ہے۔ اس دنیا کی ساری خوب صورتی، رونق اور چہل پہل اُسی ذات کی بدولت ہے۔ زمین و آسمان کا یہ نظام ہمیں یاد دلاتا ہے کہ

کوئی تو ہے جو نظامِ ہستی چلا رہا ہے

وہی خدا ہے

نعتِ رسول اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم

محمد مصطفیٰ، محبوبِ داور، سرورِ عالم وہ جس کے دم سے مہجود ملائک بن گیا آدم
کیا ساجد کو شیدا جس نے مہجود حقیقی پر جھکایا عبد کو درگاہِ مہجود حقیقی پر
گداؤں کو شہنشاہی کے قابل کر دیا جس نے غرورِ نسل کا افسوں باطل کر دیا جس نے
وہ جس کا ذکر ہوتا ہے زمینوں آسمانوں میں فرشتوں کی دعاؤں میں مؤذن کی اذانوں میں
وہ جس کے معجزے نے بزمِ ہستی کو سنوارا ہے جو بے یاروں کا یارا، بے سہاروں کا سہارا ہے

ثنا خواں جس کا قرآن ہے ثنا ہے جس کی قرآن میں
اسی پر میرا ایمان ہے وہی ہے میرے ایمان میں

(حفیظ جالندھری)

سوالات

- ۱۔ درج ذیل سوالات کے جوابات دیجیے:
 ا۔ نسل کے غرور کا کیا مفہوم ہے؟
 ب۔ مؤذن کی اذانوں میں کس کس ہستی کا ذکر ہوتا ہے؟
 ج۔ قرآن مجید کس ذات کا ثنا خواں ہے؟
 ۲۔ ان الفاظ کو جملوں میں اس طرح استعمال کیجیے کہ ان کا مطلب واضح ہو جائے۔
 گدا۔ شہنشاہ۔ مؤذن۔ معجزہ۔ افسوں۔
 ۳۔ اس نعت کو زبانی یاد کریں اور کلاس میں پڑھیں۔
 ۴۔ اس نعت کے علاوہ کوئی اور نعت اپنی کاپی میں لکھ کر استاد صاحب کو دکھائیں۔

مُعَلِّمِ اخلاق صَلَّی اللہ علیہ وآلہ وسلم

دنیا میں بہت سے معلم اور اخلاق کے پیام برہو گزرے ہیں جن کی تعلیمات آج اپنی اصل صورت میں موجود نہیں۔ یہ اعزاز صرف اور صرف اسلام کو حاصل ہے کہ اس کے پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حیات مبارکہ کا ایک ایک لمحہ، ایک ایک عمل اور آپ کی زبان اقدس سے ادا ہونے والا ایک ایک لفظ آج تک محفوظ ہے۔

پیغمبر اسلام حضرت صَلَّی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دنیا میں تشریف آوری کا مقصد اولیٰ ہی مکارم اخلاق کی تکمیل تھا۔ آپ نے اخلاقِ حسنہ کا وہ نمونہ پیش کیا جو قیامت تک آنے والے انسانوں کے لیے قابلِ تقلید اور باعثِ نجات ہے۔ چند صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ انھوں نے عرض کی ”اے اُمّ المؤمنین“ حضور کے اخلاق اور معمولات بیان فرمائیں۔“ آپ نے جواب میں ارشاد فرمایا ”کیا تم نے قرآن نہیں پڑھا؟“ آپ کا اخلاق ہر تن قرآن تھا۔“ اخلاقیات کی تعلیم دینے والے تو بہت مل جائیں گے مگر کسی ایسے شخص کی مثال ڈھونڈنا آسان نہیں جس کا ہر عمل اُس کے قول کے مطابق ہو۔ وہ جو کہتا ہو اُس پر عمل کر کے بھی دکھاتا ہو۔

قرآن احکامِ الہی کا مجموعہ ہے جب کہ اس کی عملی صورت نبی پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حیاتِ طیبہ کی شکل میں ہمارے لیے مشعلِ راہ ہے۔ آپ کی زبان مبارک نے ہمیشہ سچی بات کہی۔ اپنے تو اپنے غیر بھی آپ کو صادق اور امین کے نام سے پکارتے تھے یہاں تک کہ ابو جہل ایسا دشمن اسلام بھی آپ کو صادق اور امین ہی کہتا تھا۔

آپ کو بچوں سے خاص اُنس اور محبت تھی۔ بچوں سے ملنے تو انھیں سلام کرنے میں پہل کرتے۔ انھیں اپنے ساتھ سواری پر بٹھا لیتے۔ جب آپ کی خدمت اقدس میں کوئی نیا پھل پیش کیا جاتا تو سب سے پہلے محفل میں موجود سب سے کم عمر بچے کو عطا کرتے۔

آپ اپنے ہاتھ سے گھر کے کام کاج کرتے۔ گھر میں خود جھاڑو دے لیتے۔ بازار سے سودا سلف خرید لاتے۔ اپنے کپڑوں کو پیوند لگا لیتے۔ جو تے ٹوٹ جاتے تو انھیں گانٹھ لیتے۔ جانوروں کا دودھ دوہ لیتے۔ آپ کو غریبوں اور مسکینوں کے برابر بیٹھنے میں کوئی عار نہ تھی۔ آپ ان کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آتے۔ اگر ان میں سے کوئی بیمار پڑ جاتا تو اس کی عیادت کو تشریف لے جاتے۔ آپ کی حیاتِ طیبہ سے ہمیں سادگی کا سبق ملتا ہے۔ آپ زندگی کے ہر معاملے میں سادگی کو پسند فرماتے۔ کھانے پینے میں، لباس میں، رہن سہن میں ہمیشہ سادگی کو ملحوظ رکھتے۔

آپ تبلیغِ دین کی غرض سے طائف تشریف لے گئے۔ اہل طائف نے آپ کو جنگ کرنے کے لیے بدتمیز اور اوباش لڑکوں کی ایک جماعت آپ کے پیچھے لگا دی۔ اُن بد بختوں نے نبی کریم پر پتھر برسائے۔ آپ شدید زخمی ہو گئے۔ آپ کے جوتے خون سے بھر گئے مگر اس حالت میں بھی آپ کی زبانِ رحمت سے ان کے حق میں دعائیں نکلتی تھیں۔ یہ آپ کے اخلاقِ عالیہ کی کتنی بڑی خوبی ہے۔

اُس بڑھیا کا قصہ تو آپ کو یاد ہی ہوگا جو بلاناغہ نبی پاک پر کوڑا کرکٹ پھینکا کرتی تھی۔ یہی بڑھیا جب بیمار ہوئی ہے تو ہمیں اخلاقِ حسنہ کی تعلیم دینے والے پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام اس کے گھر تشریف لے گئے۔ اُس کے گھر میں جھاڑو دیا اور اس کی تیمارداری کی۔

ہے کوئی جو اس اعلیٰ اخلاق کی ہم سری کا دعویٰ کر سکے۔ عفو و درگزر کی جو مثالیں ہمارے پیارے نبیؐ نے قائم کیں، وہ ہمارے لیے مشعل راہ ہیں۔

اہل مکہ نے آپؐ پر انتہا درجے کی سختیاں کیں۔ جسم مبارک پر صحن حرم کے اندر نجاست بھری اونٹ کی اوجھڑی پھینکی گئی، راستے میں کانٹے بچھائے گئے۔ غرض کون سا ظلم تھا جو آپؐ پر روا نہ رکھا گیا ہو۔ بالآخر اللہ تعالیٰ کے حکم سے آپؐ اور آپؐ کے جاں نثار ساتھی مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ چلے گئے۔ صرف دس سال کے عرصے کے بعد جب آپؐ فاتح کی حیثیت سے اس شہر میں داخل ہوئے جہاں سے بے یار و مددگار نکالے گئے تھے دشمنوں کے لگائے ہوئے زخم ابھی تازہ تھے مگر قربان جائے آپؐ کے عفو و درگزر پر کہ آپؐ نے ان کے لیے عام معافی کا اعلان فرمایا۔ ان معافی پانے والوں میں اسلام کا بدترین دشمن ابوسفیان بھی تھا جس نے کئی مسلمانوں کو شہید کیا تھا اور کئی دفعہ خود آپؐ کے قتل (نعوذ باللہ) کا فیصلہ کیا تھا۔ معاف کیے جانے والوں میں اسی ابوسفیان کی بیوی ہندہ بھی شامل تھی۔ یہ وہی عورت تھی جس نے آپؐ کے پیارے چچا حضرت حمزہؓ کے بدن کے اعضا کاٹے تھے اور ان کا کلیجہ چبانے کی کوشش کی تھی۔

آپؐ کے عزم و استقلال اور اللہ پر توکل کا یہ عالم تھا کہ آپؐ کو راہ حق سے باز رکھنے کے لیے ہر طرح کے ہتھکنڈے ناکام ہو گئے۔ کوئی بڑی سے بڑی تکلیف یا بڑے سے بڑا لالچ آپؐ کے پائے استقلال میں ہلکی سی لغزش کا باعث بھی نہ بن سکا۔ ایک موقع پر آپؐ نے اپنے چچا حضرت ابوطالب سے ارشاد فرمایا:

”اگر قریش میرے دائیں ہاتھ پر آفتاب اور بائیں ہاتھ پر مانتاب

بھی رکھ دیں تب بھی میں اپنے فرض سے باز نہ آؤں گا۔“

آپؐ صحابہ کرامؓ کے ساتھ مل کر اپنے ہاتھ سے کام کرتے۔ مسجد قبا اور مسجد نبویؐ کی تعمیر میں آپؐ نے صحابہؓ کے ساتھ مل کر کام کیا۔ اسی طرح غزوہ احزاب میں خندق کی کھدائی میں آپؐ دیگر صحابہؓ کے ساتھ کام میں شریک رہے۔

عبادت و ریاضت کا یہ عالم تھا کہ پوری رات نفل ادا کرتے گزر جاتی۔ کثرت قیام سے آپؐ کے قدم مبارک متوڑم ہو جاتے۔ آپؐ نے زہد و قناعت کی اعلیٰ و ارفع مثالیں قائم کیں۔ خود بھوکے رہ کر حاجت مندوں کی حاجت روائی کرتے۔ کئی کئی روز گھر میں چوھانہ چلتا۔ آپؐ کی غذا میں جو کی روٹی اور کھجور ہوتی تھی۔ آپؐ کا بستر ٹاٹ یا کھجور کے پتوں کا ہوتا تھا۔

اگرچہ غزوات و فتوحات کے باعث مال و اسباب میں کمی نہ تھی مگر یہ سب دوسروں کے لیے تھا۔ اپنے گھر میں وہی فقر و فاقہ کی کیفیت تھی۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ آپؐ تمام لوگوں سے زیادہ سخی تھے اور آپؐ سب سے زیادہ سخاوت و مہمان میں کیا کرتے تھے۔ تمام عمر کسی سوال کے جواب میں نہیں کا لفظ نہیں فرمایا۔

حضرت ابوذرؓ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ رات کو میں آپؐ کے ساتھ ایک راستے سے گزر رہا تھا۔ راستے میں آپؐ نے فرمایا ”ابوذر! اگر اُحد کا یہ پہاڑ میرے لیے سونا ہو جائے تو میں کبھی پسند نہ کروں گا کہ تین راتیں گزر جائیں اور اس میں سے ایک دینار بھی میرے پاس رہ جائے، البتہ یہ کہ کسی قرض کے ادا کرنے کے لیے کچھ رکھ چھوڑوں۔“

آپؐ فرمایا کرتے تھے:

فرزندِ آدم کو ان چند چیزوں کے سوا اور کسی چیز کا حق نہیں۔ رہنے کو ایک جھوپڑا، تن ڈھانکنے کو ایک کپڑا، پیٹ بھرنے کو روکھی سوکھی روٹی اور پانی۔

یہ تو نبی پاکؐ کے اخلاقی کریمانہ کی ایک ہلکی سی جھلک ہے ورنہ دفتر کے دفتر لکھ دیے جائیں تو بھی آپؐ کی اچھی باتیں احاطہ تحریر میں نہ آئیں۔

ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اسوہ حسنہ پر دل و جان سے عمل پیرا ہوں۔ ہم سچ سے محبت اور جھوٹ سے بے زاری کا اظہار کریں۔ دوسروں سے ملنے وقت ”السلام علیکم“ کہنے میں سہقت لینے کی کوشش کریں۔ بچوں سے محبت کا برتاؤ کریں۔ اپنا کام کاج اپنے ہاتھوں سے کریں۔ غریبوں، ناداروں، بے سہاروں اور محتاجوں کی ضرورتیں پوری کریں۔ ہمیشہ سادہ زندگی کو ترجیح دیں۔ دوسروں کو اپنے اخلاق سے اپنا گرویدہ بنائیں۔ دوسروں کی غلطیوں اور کوتاہیوں کو معاف کرنا سیکھیں۔ کسی خوف یا لالچ میں آئے بغیر حق بات کہنے سے باز نہ آئیں۔ تکلفات اور تعیشت کے پیچھے دیوانہ وار بھاگنے کی بجائے قناعت اپنائیں۔ آپؐ کے ارشاد پاک کو ہمیشہ پیش نظر رکھیں کہ انسان کے لیے دنیا میں اتنا ہی کافی ہے جس قدر ایک مسافر کو زراہ۔

اگر ہم معلم اخلاق کی ان سنہری تعلیمات پر عمل کریں تو ہماری دنیا اور آخرت سنور جائے گی۔

سوالات

- ۱۔ مندرجہ ذیل سوالات کے جواب دیجیے:
 - ا۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دنیا میں تشریف لانے کا مقصد کیا تھا؟
 - ب۔ اُم المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے آپؐ کے اخلاق کے متعلق کیا ارشاد فرمایا؟
 - ج۔ قرآن کا عملی نمونہ کہاں سے مل سکتا ہے؟
 - د۔ اہل طائف نے حضرت محمدؐ کے ساتھ کیا سلوک کیا؟
 - ہ۔ آپؐ نے فتح مکہ کے موقع پر اپنے دشمنوں کے ساتھ کیا برتاؤ کیا؟
- ۲۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پاکیزہ تعلیمات ایک پیرا گراف کی صورت میں لکھیے۔
- ۳۔ مناسب الفاظ کی مدد سے خالی جگہ پُر کیجیے:
 - ا۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اخلاق ہمدن..... تھا۔
 - ب۔ آپؐ بچوں سے..... کرنے میں پہل کرتے۔
 - ج۔ آپؐ کو غریبوں اور مسکینوں کے ساتھ بیٹھنے میں کوئی..... نہ تھی۔
 - د۔ ابوسفیان کی بیوی ہندہ نے..... کے اعضا کاٹے تھے۔
 - ہ۔ آپؐ نے غزوہ..... میں صحابہؓ کے ساتھ مل کر خندق کھودی۔

- و۔ کئی کئی روز آپ کے گھر میں نہ جلا۔
- ز۔ آپ نے عمر بھر کسی سوال کے جواب میں نہیں فرمایا۔
- ح۔ انسان کے لیے دنیا میں اتنا ہی کافی ہے جس قدر ایک مسافر کو
۴۔ واحد کے جمع لکھیں۔
- معلم۔ اخلاق۔ اعزاز۔ قول۔ غریب۔ مسکین۔ فرزند۔
- ۵۔ مندرجہ ذیل الفاظ کو اپنے جملوں میں استعمال کیجیے:
قابل تقلید۔ باعث نجات۔ عار۔ ہم سہری۔ مشعل راہ۔ جسارت۔ زخم تازہ ہونا۔
- ۶۔ مندرجہ ذیل مرگبات پر غور کیجیے:
بچے اور جوان۔ قلم اور کاغذ۔ شمس و قمر۔ صحرا و دریا۔
- ہر مرگب دو اسموں پر مشتمل ہے۔ انھیں حرف عطف یعنی ”اور“ اور ”و“ سے جوڑا گیا ہے۔ ”اور“ اور ”و“ سے پہلے آنے والے اسم کو معطوف علیہ کہتے ہیں جب کہ بعد میں آنے والے کو معطوف کہتے ہیں۔
اس سبق میں سے مرگبات عطفی کی پانچ مثالیں تلاش کر کے لکھیے۔

مؤتمرِ عالمِ اسلامی

اتحاد کے لغوی معانی ”اکٹھا ہونا، بہم ہونا، ایک شے بن جانا“ ہیں۔ قرآن پاک میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ ”اور سب مل کر اللہ کی رسی کو مضبوط پکڑے رہنا اور متفرق نہ ہونا، اور اللہ کی اس مہربانی سے بھائی بھائی ہو گئے۔“ (سورۃ آل عمران - آیت نمبر ۱۰۳، ترجمہ)۔ یہ ارشادِ مسلم ائمہ کے لیے ہے۔ وہ ائمہ جو رنگ، نسل، اور زبان و علاقے سے ایک جسم واحد نہیں بنی بلکہ نسل، رنگ، زبان اور علاقے کو غیر اہم قرار دے کر کلمہ توحید کی بنا پر ایک ہوئی۔ اس ایک ہونے کے بارے میں سرورِ انبیاء کا ارشاد ہے۔ جماعت پر اللہ کا ہاتھ ہے، اور جو جماعت سے الگ ہوا، اس کا ٹھکانا دوزخ ہے۔

مسلم حکم رانوں نے ایک عرصے تک اس جبلِ متین کو تھامے رکھا۔ وہ احکامِ خداوندی پر عمل کرتے رہے، انھوں نے خدا خونی اور عدل و انصاف کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑا۔ اس خدا خونی اور عدل و انصاف کا بہترین دور حضور اور خلفائے راشدین کا دور تھا۔ ایک عام مسلمان بھی خلیفہ سے سوال جواب کر سکتا تھا۔ پھر ان حکم رانوں نے احکامِ الہی سے روگردانی کی۔ من مانے فیصلے کیے تو ہر طرف نا انصافی اور ظلم نے ڈیرے ڈال لیے۔ اتحاد جاتا رہا۔ کمزور مرکزیت بھی ۱۹۲۴ء میں ختم ہو گئی۔ اس اتحاد کے ختم ہوتے ہی اسلامی ممالک پر مغربی تسلط اور بھی مضبوط ہو گیا۔ مسلمان رہنماؤں کے لیے یہ صورت حال بڑی تکلیف دہ تھی۔ اتحادِ عالمِ اسلام کے احیاء کے لیے تحریک اور عملی صورت گیری کی ضرورت محسوس کرنے والوں میں افغانستان کے جمال الدین افغانی، ہندوستان کے علامہ محمد اقبال، مولانا محمد علی جوہر، مصر کے محمد عبیدہ اور علامہ رشید رضا، فلسطین کے مفتی امین الحسینی اور مراکش کے ایف عبدالکریم کے اسمائے گرامی بے حد مشہور ہوئے۔

ان رہنماؤں کی کوششوں سے مسلم ائمہ کے اتحاد کا خواب عملی صورت اختیار کرنے لگا۔ مختلف اسلامی ممالک میں اس سلسلے میں عملی کوششیں شروع ہو گئیں۔ آج رابطہ عالمِ اسلامی، اسلامی کانفرنس تنظیم اور مؤتمرِ عالمِ اسلامی مشہور تنظیمیں مسلم اتحاد کے لیے کوشاں ہیں۔

مؤتمرِ عالمِ اسلامی، عالمِ اسلام کے مرکزِ مکتہ مکرمہ میں وجود میں آئی۔ اس عظیم تنظیم کے مقاصد میں ”مسلم نوجوانوں کو باعمل مسلمان بنانے کے لیے جامع اور مکمل نصاب مرتب کرنا، مظلوم اور محکوم مسلمانوں کی حمایت کرنا، مسلم ائمہ کے اتحاد کے لیے راہیں ہموار کرنا اور معاشرتی اور معاشی میدان میں ایک دوسرے کی مدد کے لیے ماہرین کا تبادلہ“ جیسے عظیم اہداف شامل تھے۔

اتحادِ عالمِ اسلام کے لیے اس تنظیم کا پہلا اجلاس ۱۹۲۶ء میں ہوا۔ سعودی عرب کے اُس وقت کے فرماں روا شاہ عبدالعزیز نے اس ادارے کے قیام کی تجویز دی۔ دوسرے اجلاس میں فلسطین کے مفتی اعظم امین الحسینی کو تنظیم کا صدر اور علامہ محمد اقبال کو نائب صدر چنا گیا۔ اس اجلاس میں ہندوستان کی نمائندگی مولانا شوکت علی، علامہ اقبال، مولانا شفیع داؤدوی اور مولانا غلام رسول مہر نے کی۔ اس طرح ۱۹۳۱ء میں بیت المقدس اس کا صدر دفتر قرار پایا اور ۱۹۳۹ء تک قائم رہا۔

تاریخِ عالم کے اُس دور میں مسلمانوں کے اتحاد کی علامت ”خلافت“ معدوم ہو چکی تھی۔ جنگِ عظیم دوم میں مؤتمرِ عالمِ اسلامی کا صدر دفتر اس سے بچھن گیا اور تنظیم غیر متحرک ہو گئی۔ پاکستان کے وجود میں آنے کے بعد قائدِ اعظم نے مؤتمر کے احیاء کے لیے کوششیں شروع کیں

اور پھر ۱۹۵۱ء میں اس عظیم تنظیم کا صدر دفتر کراچی قرار پایا۔ تنظیم کے اس دور میں امین الحسینیؒ کو پھر صدر چنا گیا۔ اس عالمی کانفرنس میں کشمیر کی آزادی کے لیے مطالبہ ایک دستخط نامے کی صورت میں اقوام متحدہ کے سیکرٹری جنرل کو پیش کرنے کا فیصلہ کیا گیا۔ اس مطالبہ پر دس لاکھ مسلمانوں نے دستخط کیے تھے۔ خان لیاقت علی خاں کے دور میں منعقد ہونے والے اجلاس میں مؤتمر عالم اسلامی کی دستور ساز کمیٹی تشکیل دی گئی۔ یہ دستور اس عالمی تنظیم کے بغداد میں منعقد ہونے والے اجلاس میں منظور ہوا۔ غیر مسلم پروپیگنڈے کے توڑ کے لیے نشریاتی اداروں کے قیام کی تجویز بھی منظور کی گئی۔

اسی تنظیم کی ان تھک کوشش سے عالم اسلام کے مسلم ممالک کے سربراہان کا پہلا اجلاس مراکش کے شہر باط میں اور پھر دوسرا اجلاس پاکستان کے شہر لاہور میں منعقد ہوا۔ مسلم ممالک کے سربراہان کے حوالے سے اس تنظیم کو اسلامی سربراہی کانفرنس کہا جاتا ہے۔ اس کا اجلاس مختلف مواقع پر منعقد ہوتا رہتا ہے۔

یہ تنظیم اپنے ہفت روزہ ”وی مسلم ورلڈ“ میں عالم اسلام کو درپیش مسائل اور غیر مسلم پروپیگنڈہ کو مد نظر رکھ کر مضامین شائع کرتی ہے۔ مؤتمر عالم اسلامی نے جو شمع روشن کی اُس کی روشنی سے اتحاد و یگانگت کی فضا منور ہو چکی ہے۔ عوام تو عوام خواص بھی غیروں کے چنگل سے نکلنے کے لیے ایزی چوٹی کا زور لگا رہے ہیں۔ امید ہے کہ علامہ اقبالؒ کا یہ خواب جلد ہی اپنی تعبیر پالے گا۔

ایک ہوں مسلم حرم کی پاسبانی کے لیے

نیل کے ساحل سے لے کر تباخاک کا شہر

سوالات

- ۱۔ مندرجہ ذیل سوالات کے مختصر جواب دیجیے:
 - ا۔ جماعت سے الگ ہونے والے کے لیے کیا وعید سنائی گئی ہے؟
 - ب۔ مؤتمر عالم اسلامی کی بنیاد کہاں رکھی گئی؟
 - ج۔ مؤتمر عالم اسلامی کے مقاصد کیا ہیں؟
 - د۔ علامہ اقبالؒ کس حیثیت سے مؤتمر عالم اسلامی کے ساتھ وابستہ رہے؟
 - ہ۔ اسلامی سربراہی کانفرنس کا دوسرا اجلاس کہاں منعقد ہوا؟
- ۲۔ دیے گئے جملوں کی خالی جگہ پُر کیجیے:
 - ا۔ اللہ کی _____ کو مضبوطی سے تھام لو۔
 - ب۔ جماعت پر اللہ کا _____ ہے۔
 - ج۔ مؤتمر عالم اسلامی کا پہلا اجلاس _____ میں ہوا۔
 - د۔ ۱۹۵۱ء میں مؤتمر عالم اسلامی کا صدر دفتر شہر _____ میں بنا۔
 - ہ۔ مسلم ممالک کے سربراہوں کا پہلا اجلاس مراکش کے شہر _____ میں ہوا۔

۳۔ مندرجہ ذیل الفاظ و محاورات کو اپنے جملوں میں اس طرح استعمال کیجیے کہ ان کا مفہوم واضح ہو جائے:

جسم واحد۔ لاحقہ حاصل۔ احیا۔ چنگل۔ ایڑی چوٹی کا زور لگانا۔ تعبیر پانا۔

۴۔ اعراب کی مدد سے درست تلفظ واضح کیجیے: ارشاد۔ جماعت۔ تقرر۔ خالق۔ نصاب۔ اتحاد۔ منعقد۔

۵۔ واحد کے جمع اور جمع کے واحد لکھیے: جسم۔ امرا۔ سلاطین۔ مقاصد۔ اہداف۔ تجویز۔ دفتر۔ صدر۔

۶۔ مندرجہ ذیل الفاظ کے متضاد لکھیے: دشمن۔ عدم موجودگی۔ باعمل۔ مکمل۔ مظلوم۔

۷۔ فعل ماضی کی قسموں کو جاننے کے لیے یہ جملے دیکھیے:

ا۔ احمد رضا نے خط لکھا۔

ب۔ احمد رضا نے خط لکھا ہے۔

ج۔ احمد رضا نے خط لکھا تھا۔

د۔ احمد رضا نے خط لکھا ہوگا۔

ہ۔ احمد رضا خط لکھتا تھا۔

و۔ کاش! احمد رضا خط لکھتا۔

ز۔ اگر احمد رضا خط لکھتا تو میں اس کی مدد کرتا۔

ا۔ پہلے جملے میں گزرے ہوئے زمانے کا ذکر ہے لیکن اس سے یہ معلوم نہیں ہوتا کہ خط کب لکھا گیا۔ اس میں قریب یا دور کے زمانے کی قید کا ذکر نہیں۔ اسے فعل ماضی مطلق کہتے ہیں۔

ب۔ دوسرے جملے میں فعل (لکھنا) قریب کے گزرے ہوئے زمانے میں ہوا۔ اسے فعل ماضی قریب کہتے ہیں۔

ج۔ تیسرے جملے میں فعل دور کے گزرے ہوئے زمانے میں ہوا، اسے فعل ماضی بعید کہتے ہیں۔

د۔ چوتھے جملے میں کام کا گزرے ہوئے زمانے میں شک کے ساتھ ذکر ہے اسے ماضی شک یا ماضی احتمالی کہتے ہیں۔

ہ۔ پانچویں جملے میں کام کا گزرے ہوئے زمانے میں بار بار اور تواتر سے ہونا ظاہر ہوتا ہے۔ اسے فعل ماضی استمراری کہتے ہیں۔

و۔ چھٹے جملے میں گزرے ہوئے زمانے میں کام (خط لکھنے) کی خواہش کا اظہار کیا گیا ہے۔ اسے فعل ماضی تمنائی کہتے ہیں۔

ز۔ ساتویں جملے میں گزرے ہوئے زمانے میں کام کے ساتھ کوئی شرط پائی جاتی ہے، اسے فعل ماضی شرطیہ کہتے ہیں۔

آپ 'فعل ماضی' کی تمام قسموں کی ایک ایک مثال لکھیں۔

نوٹ: فعل ماضی تمنائی اور فعل ماضی شرطیہ کو ایک ہی قسم مانا جاتا ہے۔

روشن ستارا

جلسہ گاہ میں تل دھرنے کو جگہ نہ تھی۔ ایک نوجوان ”علوم جدید و قدیم“ کے موضوع پر تقریر کر رہا تھا۔ لکھنؤ کے اہل علم نوجوان طالب علم کے طرز تقریر، غصہ انداز بیان اور عالمانہ نکات سے دم بخود تھے۔ طالب علم کی فصاحت و بلاغت کا امتحان لینے کے لیے ایک صاحب نے عربی میں تقریر کرنے کی فرمائش کی۔ طالب علم اسی دل کش اور مسحور کن انداز سے عربی زبان میں اظہار خیال کرنے لگا۔ حاضرین نے بھرپور داد دی۔ نوجوان طالب علم کے اُستاد وہیں موجود تھے وہ فرط جذبات سے اُٹھے اور حاضرین سے فرمایا ”اگر طالب علم کی آزمائش مطلوب ہو تو مقرر کو کسی موضوع پر فی البدیہہ تقریر کی دعوت دی جاسکتی ہے“ ایک صاحب نے ان کے لیے موضوع ”ہندوستان میں اسلام کی اشاعت کیوں کر ہو؟“ چنا۔ مقرر ایک بار پھر گویا ہوا۔ حاضرین ششدر رہ گئے۔ وہی انداز بیان، وہی لب و لہجہ، وہی انداز فکر۔ یہ تعلیمی ادارہ ندوۃ العلماء تھا جس کا یہ پہلا جلسہ تقسیم اسناد تھا۔ ممتاز دانش ور اور عالم دین سید محمد علی کانپوری نے ۱۸۹۸ء میں لکھنؤ میں اس ادارے کی بنیاد رکھی۔

وہ زمانہ ہی ایسا تھا۔ انگریزوں کے ہاتھوں لگنے والے زخم مندمل نہیں ہوئے تھے۔ عنان حکومت چھن جانے کے بعد مجبور و مقہور اسلامیان ہند احیائے حیات کے لیے ہاتھ پاؤں مار رہے تھے۔ ایک طرف علمائے حق تھے جو دین کی حفاظت میں پیش پیش تھے تو دوسری طرف دانش وروں کا وہ طبقہ تھا جو زمینی حقائق کی روشنی میں عوام کو جدوجہد کے لیے ابھار رہا تھا۔

”ندوۃ العلماء“ کے قیام کے وقت یو۔ پی کے گورنر آئینی میکڈانلڈ نے اس کی سخت مخالفت کی تھی۔ شبلی نعمانی ”ندوہ سے منسلک ہوئے تو ندوہ ترقی کی منازل طے کرنے لگا۔ انھی دنوں کی بات ہے ندوۃ العلماء کی انتظامیہ نے طلبہ کی ہمت افزائی کے لیے ایک جلسے کا انعقاد کیا۔ اس جلسے میں سلیمان نامی طالب علم نے اردو، فارسی اور عربی میں فصیح و بلیغ تقریر کر کے بڑا نام کمایا۔ شبلی نعمانی اس شاگرد سے اس قدر متاثر ہوئے کہ اپنا امامہ اُس کے سر پر رکھ دیا۔ سلیمان نامی یہ طالب علم ”ندوۃ العلماء“ کا روشن ستارا سید سلیمان ندوی تھا۔

سید سلیمان ندوی متحدہ ہندوستان کے صوبہ بہار میں ۱۸۸۴ء میں پیدا ہوئے۔ آپ کا گھرانہ علمی و ادبی لحاظ سے بلند مرتبہ گہرا تھا۔ ابتدائی تعلیم گھر ہی میں حاصل کی۔ اردو اور عربی میں اچھی دسترس تھی۔ بچپن ہی سے لکھنے کا شوق تھا۔ ندوۃ العلماء میں داخل ہونے سے قبل آپ کا تحریر کردہ مضمون ایک ہفت روزہ میں چھپ چکا تھا۔ ندوۃ العلماء تشریف لانے پر آپ نے نواب محسن الملک کی خدمت میں عربی زبان میں لکھا قصیدہ پیش کیا۔ اسی طرح شبلی نعمانی کی خدمت میں فارسی زبان میں لکھا قصیدہ پڑھا تو شبلی نعمانی نے انھیں اپنی تربیت میں لے لیا۔

۱۹۰۸ء میں آپ ندوۃ العلماء میں علم کلام اور جدید عربی کے استاد مقرر ہوئے اور ندوہ کے رسالہ ”الندوۃ“ کی ادارت بھی انھیں کی ذمہ داری ٹھہری جو ۱۹۱۲ء تک بڑی خوش اُسلوبی سے جاری رہی۔ ۱۹۱۵ء میں سید سلیمان ندوی ندوۃ العلماء کے معتمد تعلیمات مقرر ہوئے اور ۱۹۵۰ء تک آپ یہ فریضہ بطریق احسن انجام دیتے رہے۔ علم و ادب کی خدمت کے ساتھ ساتھ آپ نے اسلامیان ہند کی آزادی کے لیے بڑھ چڑھ کر تحریک آزادی میں حصہ لیا۔ تحریک خلافت کے نتیجے میں مسلمانان ہند کی ترجمانی کے لیے یورپ جانے والے تین رکنی وفد میں آپ کا شمار فعال رکن کی حیثیت سے تھا۔ خلافت کا جو اجلاس ۱۹۲۱ء میں میرٹھ میں ہوا اُس کی صدارت سید سلیمان ندوی نے کی تھی۔

ندوة العلماء کے اس نامور دانش ور، عالم، ادیب اور ماہر تعلیم کا قلم خدمت اسلام اور خدمت مسلمانان ہند کے لیے وقف تھا۔ مخزن (لاہور)، المینار (مصر)، معارف اور الندوہ جیسے بلند پایہ رسالوں میں ان کے مضامین چھپتے رہے۔ آپ علی گڑھ، جامعہ ملیہ، دارالمصنفین اور ندوة العلماء میں خطبے دیتے، تقاریر کرتے اور یوں مسلمانوں کو علم اور آزادی کی راہ دکھاتے۔ علمی اور ادبی لحاظ سے آپ کا یہ مقام تھا کہ والئی افغانستان نے تعلیمی مسائل کے حل کے لیے آپ کو افغانستان کے دورے کی دعوت دی۔

جون ۱۹۵۰ء میں آپ پاکستان تشریف لے آئے اور کراچی یونیورسٹی کے سینٹ کے رکن ہونے کے ساتھ ساتھ پاکستان ہسٹوریکل کانفرنس کے صدر بھی رہے۔ آپ پاکستان کی دستور ساز اسمبلی کے قائم کردہ ادارے ”ادارہ تعلیمات اسلام“ کے صدر بھی تھے۔

سید سلیمان ندویؒ کا بچپن اور جوانی ایسے زمانے میں گزر جس میں مسلمانوں کو راہ نمائی کی شدت سے ضرورت تھی۔ اللہ تعالیٰ اس ضرورت کو مختلف اداروں اور شخصیتوں کے روپ میں پوری کر رہا تھا۔ علی گڑھ، جامعہ ملیہ، ندوة العلماء اور دارالمصنفین کے ساتھ ساتھ دینی ادارے علم اور رہنمائی کا علم سینھا لے ہمہ وقت اور ہمہ جہت مصروف تھے۔ سید سلیمان ندویؒ ان اکابر میں سے تھے جو قلم سے علم و معرفت اور آزادی کے چراغ روشن کر رہے تھے۔ ان کی یادگار کتب میں سیرۃ النبیؐ، سیرۃ عائشہؓ، رحمت عالمؐ، حیات شبلیؒ، نقوش سلیمانی، خیام، اور خطبات مدراس شامل ہیں۔ ندوة العلماء کا یہ روشن ستارہ پاک و ہند میں ضیاء پاشی کے بعد ۲۲ نومبر ۱۹۵۳ء کو آسودہ خاک ہوا۔ اللہ انھیں کروٹ کروٹ جنت نصیب فرمائے۔ آمین!

سوالات

- ۱۔ مندرجہ ذیل سوالات کے مختصر جواب لکھیے:
 - ا۔ ندوة العلماء کے بانی کا کیا نام ہے؟
 - ب۔ ندوة العلماء کی بنیاد کب اور کہاں رکھی گئی؟
 - ج۔ سید سلیمان ندویؒ کب پیدا ہوئے؟
 - د۔ ندوة العلماء سے سید سلیمان ندویؒ کا کیا تعلق تھا؟
 - و۔ ندوة العلماء سے نکلنے والے رسالے کا کیا نام تھا؟
 - و۔ والئی افغانستان نے سید سلیمان ندویؒ کو کس سلسلے میں افغانستان آنے کی دعوت دی؟
 - ز۔ سید سلیمان ندویؒ کی تصانیف کے نام لکھیے۔
 - ح۔ ”مخزن“ اور ”المینار“ کہاں سے نکلتے تھے؟
- ۲۔ نیچے دیے گئے مرکبات میں سے مرکب اضافی، مرکب توصیفی اور مرکب عطشی الگ الگ کیجیے:

احیائے دین۔ بلند پایہ رسالہ۔ تحریک آزادی۔ ندوہ کا رسالہ۔ عقل و دانش۔ روشن ستارہ۔ مجبور و مقبور۔ علمائے حق۔ ممتاز دانش ور۔ فکر و فن۔

۳۔ مندرجہ ذیل الفاظ و محاورات کو اپنے جملوں میں اس طرح استعمال کیجیے کہ ان کا مفہوم واضح ہو جائے:

ہاتھ پاؤں مارنا۔ چپقلش۔ نام کمانا۔ آسودہ خاک۔ دسترس

۴۔ مندرجہ ذیل الفاظ کے معنی لغت میں تلاش کیجیے:

عنانِ حکومت۔ مجبور و مقہور۔ اربابِ فکر و فن۔ فصیح و بلیغ۔ قصیدہ۔ اکابر

۵۔ ”دانش ور“ میں ”ور“ لاحقہ ہے۔ اس لاحقہ کی مدد سے پانچ الفاظ بنائیے۔

۶۔ مندرجہ ذیل جملوں میں خط کشیدہ لفظوں پر غور کیجیے:

۱۔ علامہ محمد اقبالؒ اپنے استاد شمس العلماء سید میر حسنؒ سے بہت متاثر تھے۔

ب۔ بابائے قومؒ نے مسلمانوں کی صحیح سمت میں راہ نمائی کی۔

ج۔ قائد ملتؒ لیاقت علی خانؒ کو راولپنڈی میں شہید کر دیا گیا۔

د۔ مادرِ ملتؒ محترمہ فاطمہ جناحؒ نے تحریک پاکستان میں نمایاں کردار ادا کیا۔

ہ۔ بابائے اردو مولوی عبدالحق تمام عمر قومی زبان کی خدمت میں لگے رہے۔

خط کشیدہ الفاظ اعزازی یا تعظیمی نام ہیں جو کسی خدمت کے صلے میں حکومت یا قوم کی طرف سے دیے گئے ہیں۔

ایسے ناموں کو خطاب کہتے ہیں۔ خطاب اسمِ علم کی ایک قسم ہے۔ آپ مزید تین مثالیں لکھیں۔

جگنو

جگنو کی روشنی ہے کاشانہ چمن میں یا شمع جل رہی ہے پھولوں کی انجمن میں
 آیا ہے آسمان سے اُڑ کر کوئی ستارہ یا جان پڑ گئی ہے مہتاب کی کرن میں
 یا شب کی سلطنت میں دن کا سفیر آیا غربت میں آکے چکا گم نام تھا وطن میں
 حُسنِ قدیم کی یہ پوشیدہ اک جھلک تھی لے آئی جس کو قدرت خلوت سے انجمن میں
 چھوٹے سے چاند میں ہے ظلمت بھی روشنی بھی نکلا کبھی گہن سے آیا کبھی گہن میں

پروانہ اک پتنگا، جگنو بھی اک پتنگا

وہ روشنی کا طالب یہ روشنی سراپا

(علامہ محمد اقبال)

سوالات

- ۱۔ علامہ محمد اقبالؒ نے اس نظم میں جگنو کو مختلف ناموں سے پکارا ہے۔ مثلاً آسمان سے اُڑ کر آنے والا ستارہ۔ آپ بتائیں کہ ان مختلف ناموں سے پکارنے کی کیا وجہ ہے؟
- ۲۔ مندرجہ ذیل شعر دیکھیے:
 چھوٹے سے چاند میں ہے ظلمت بھی روشنی بھی
 نکلا کبھی گہن سے آیا کبھی گہن میں
 اس شعر میں گہن سے نکلنے اور گہن میں آنے کا کیا مطلب ہے؟
- ۳۔ آخری شعر میں پروانہ اور جگنو میں کیا فرق بتایا گیا ہے؟
- ۴۔ تیسرے شعر میں ”غربت“ کا لفظ کن معنوں میں استعمال ہوا ہے؟
- ۵۔ تیسرے شعر کے پہلے مصرعے میں ”شب کی سلطنت“ اور ”دن کا سفیر“ سے کیا مراد ہے؟
- ۶۔ مندرجہ ذیل الفاظ کے معنی لکھیے:
 کاشانہ چمن، سفیر، غربت، ظلمت، گہن، پتنگا، خلوت
- ۷۔ یہ نظم زبانی یاد کریں اور جماعت میں ترجمہ کے ساتھ سنائیں۔

۸۔ کالم الف میں نامکمل مصرعے دیے گئے ہیں۔ ان کے بقیہ حصے کالم ب میں بے ترتیبی سے لکھے گئے ہیں۔ آپ کالم الف کے ہر نامکمل مصرعے کا باقی حصہ کالم ج میں درج کریں۔

کالم الف	کالم ب	کالم ج
جگنو کی روشنی ہے	مہتاب کی کرن میں	
یا شمع جل رہی ہے	خلوت سے انجمن میں	
یا جان پر گئی ہے	پھولوں کی انجمن میں	
یا شب کی سلطنت میں	دن کا سفیر آیا	
لے آئی جس کو قدرت	کا شایہ چمن میں	

عید میلاد النبی ﷺ

ربیع الاول کے مہینے کا آغاز ہوا تو ملک بھر کے تعلیمی اداروں کی طرح میرے سکول میں بھی حضور ﷺ کی ولادت کے حوالے سے مختلف تقاریب کی تیاری شروع ہو گئی۔ حسن قرأت، نعت خوانی، مقابلہ تقریر، مضمون نویسی اور کونز کے ساتھ ساتھ جلسہ سیرت النبی ﷺ جیسی معلوماتی اور ایمان افروز تقاریب کے لیے مختلف ایام اور توارخ مقرر ہو گئیں۔ سیرت پاک سے پھوٹنے والی روشنی، ان کے مقدس ارشاد اور حیات مبارک کے واقعات سے ایمان تازہ کرنے کا موقع آپہنچا تھا۔

میں نے جہاں دوسری تقاریب میں شرکت کی وہاں خصوصی طور پر جلسہ سیرت النبی ﷺ میں بھی شامل ہوا۔ یہ جلسہ سکول ہال میں منعقد ہوا۔ اس کے لیے خصوصی انتظام کیا گیا تھا کیوں کہ یہ ربیع الاول کی بارہ تاریخ تھی۔ پیغمبر اسلام حضور کی ولادت مبارک کے حوالے سے عید میلاد النبی ﷺ اسی دن منائی جاتی ہے۔ مسجدوں میں چراغاں کیا جاتا ہے۔ گھروں، محلّوں اور شہروں کو سجایا جاتا ہے۔ لوگ گھوڑوں، اونٹوں، ٹریکٹر ٹرالیوں، بسوں، کاروں، موٹر سائیکلوں پر سوار، غرض کہ جو سواری بھی میسر ہو، جلوس میں شامل ہو جاتے ہیں۔

میں گھر سے درود پاک پڑھتا سکول کی طرف چل پڑا۔ راستے میں بہت بڑا جلوس دیکھا، لوگ تلاوت پاک، نعت خوانی اور سیرت پاک ﷺ کے بیان میں مصروف تھے۔ سکول پہنچا تو سکول کو عجب ماحول میں پایا۔ طالب علم سکول ہال کی طرف بھاگے جا رہے تھے۔ اُن کی زبانوں پر بھی درود شریف جاری تھا۔ میں سکول ہال میں داخل ہوا تو دیکھا کہ سکول کا ہال مہمانوں اور طالب علموں سے بھر چکا ہے۔ اسٹیج پر ہیڈ ماسٹر صاحب رونق افروز ہیں، اسلامیات کے ہر دل عزیز استاد محمد صالح مائیک سنبھال کر تلاوت قرآن پاک سے حاضرین و ناظرین کو اللہ تعالیٰ کی نعمتیں یاد کروا رہے ہیں۔ ان کی خوش الحانی کے چھوٹے بڑے سب ہی معترف ہیں۔ جب آپ نے سورۃ رحمان کی یہ آیت مبارکہ پڑھی تو ہر طرف سے سبحان اللہ سبحان اللہ کی صدا بلند ہوئی۔

فَبَايَ الْاٰءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبْنَ ۝۱

جناب محمد صالح کی اس وجد آفرین تلاوت کے بعد سرکارِ دو عالم ﷺ کے حضور نذرانہ عقیدت پیش کرنے کے لیے مجھے دعوت دی گئی۔ میں اسٹیج پر پہنچا اور ترنم میں پڑھنا شروع کیا:

وہ نبیوں میں رحمت لقب پانے والا	مرادیں غریبوں کی بر لانے والا
مصیبت میں غیروں کے کام آنے والا	وہ اپنے پرانے کا غم کھانے والا
فقیروں کا ملجا	ضعیفوں کا ماوی
یتیموں کا والی	غلاموں کا مولی

۱۔ اور تم اپنے پروردگار کی کون سی نعمت کو جھٹلاؤ گے۔

نعت مبارک کے بعد مقررین نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات مبارکہ کے مختلف پہلوؤں کو اپنے اپنے انداز سے بیان کیا۔ عزیر نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشاد مبارک کی روشنی میں ”دوتی“ جیسے اہم تعلق کو بیان کیا۔ اُس نے کہا: ”یاد رکھو سب سے اچھا ساتھی وہ ہے جو تمہارے تذکرے میں تمہاری مدد کرے اور اگر تم بھول جاؤ تو تمہیں یاد دلائے۔ آپس کی خاصیت سے بچو کہ اس سے خوبیاں مرجاتی ہیں اور عیوب زندہ ہو جاتے ہیں۔“

اس کے بعد قریبی گزیر سکول کی ہونہار طالبہ رمشا کو دعوت کلام ملی تو اُس نے کہا: ”آج ہم اُس عظیم ہستی کا یوم ولادت منارہے ہیں جس نے اُس وقت خالق کائنات کے ابدی پیغام سے لوگوں کو روشناس کروایا جب ہر طرف جہالت، ظلمت اور انفراتفری کا عالم تھا۔ روشنی کی شدت سے ضرورت تھی۔ ہدایت کا دور دور تک شاہد تک نہ تھا۔ عورت، غلام، بچے، غریب، کم زور ظلم کی چکی میں پس رہے تھے۔ یہ اماوس کی رات تھی۔ ایسے میں آفتاب ہدایت نے خالق کائنات کے پسندیدہ دین کو لوگوں تک پہنچانے کا آغاز کیا اور پھر جہالت اور ظلم و جبر کی اندھیری شب نے رخت سفر باندھ لیا۔ ہمارا فرض ہے کہ دلوں کے زنگ اور اذہان کے شکوک دور کرنے والی یہ روشنی، یہ آفاقی پیغام دُنیا کے ہر انسان تک پہنچائیں۔ اس شیریں اور ہر رونق دُنیا میں اللہ تعالیٰ یہ دیکھنا چاہتا ہے کہ ہم کیسے عمل کرتے ہیں۔ ہمیں اُسوۂ رسولؐ کو اپنا کر یہاں امن، محبت اور احکام الہی پڑتی عملی دنیا تشکیل دینا ہے۔“

اسٹیج سیکرٹری صاحب نے اس تقریر کے بعد یہ شعر پڑھا:

دیکھنا تقریر کی لذت کہ جو اُس نے کہا
میں نے یہ جانا کہ گویا یہ بھی میرے دل میں ہے

وقت گزرنے کا احساس تک نہ ہوا۔ یہاں تک کہ محمد صالح صاحب نے جناب ہیڈ ماسٹر کو اظہار خیال کی دعوت دی۔ انھوں نے عام مقررین سے ہٹ کر نئے انداز سے اُسوۂ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بیان کیا۔ آپ نے کہا:

”مکہ کی سرزمین میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تنہا اللہ وحدہ لا شریک کے حکم سے تمام بنی نوع انسان کو ظلمت کی دلدل سے نکالنے کا آغاز کیا۔ ایک طرف اللہ کی دعوت دینے والا اکیلا فرد، دوسری طرف مکہ بھری قوت، ایک طرف حق و صداقت کی نامانوس آواز تو دوسری طرف صدیوں پرانی بت پرستی کا شور، ایک طرف بے سرو سامانی تو دوسری طرف اسباب و وسائل کی فراوانی، ایک طرف ہدایت کا آب حیات اور دوسری طرف دلوں کا زنگ اور پھر چشم فلک نے دیکھا کہ حق آگیا اور باطل مٹ گیا۔ اندھیری شب کو علم و دانش اور ہدایت کے سراج منیر نے شکست دے دی۔“

جناب ہیڈ ماسٹر کے خطاب کے بعد سیکرٹری صاحب نے دعا کروائی۔ آپ نے فرمایا ”میں پناہ مانگتا ہوں اللہ کی، اس دعا سے جو قبول نہیں ہوتی اور اس دل سے جو اللہ کا خوف نہیں رکھتا اور اس علم سے جو نفع نہیں دیتا۔ اے اللہ ہمیں اُسوۂ رسولؐ پر چلنے کی توفیق عطا فرما۔ ہمیں اپنے ابدی پیغام کو ہر انسان تک پہنچانے کی طاقت دے۔ ہمیں علم اور عمل کی توفیق عطا فرما۔ آمین“

اس کے ساتھ ہی تقریب ختم ہوئی اور طالب علموں اور مہمانوں کی تواضع شیرینی اور ٹھنڈے مشروب سے کی گئی۔

سوالات

- 1- مندرجہ ذیل سوالات کے مختصر جواب دیجیے:
 - ا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیغام کو دنیا تک پہنچانا کس کی ذمہ داری ہے؟
 - ب۔ فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبْنَ O کا کیا مطلب ہے؟
 - ج۔ ربیع الاول ہمارے لیے کیا پیغام لاتا ہے؟
 - د۔ اسٹیج سیکرٹری صاحب نے یہ شعر کیوں پڑھا؟

دیکھنا تقریر کی لذت کہ جو اُس نے کہا
میں نے یہ جانا کہ گویا یہ بھی میرے دل میں ہے
- ۲- مندرجہ ذیل جملوں میں دی گئی خالی جگہ پُر کیجیے:
 - ا۔ حیاتِ مبارکہ کے واقعات سے..... تازہ کرنے کا موقع آپہنچا۔
 - ب۔ آپس کی..... سے بچو کہ اس سے خوبیاں مرجاتی ہیں۔
 - ج۔ قرآن و سنت کی روشنی سے دلوں کے..... مٹ جاتے ہیں۔
 - د۔ وہ نبیوں میں..... لقب پانے والا۔
 - ہ۔ فقیروں کا..... ضعیفوں کا ملاوی۔
- ۳- مندرجہ ذیل الفاظ و محاورات کو اپنے جملوں میں اس طرح استعمال کریں کہ ان کے مفہوم واضح ہو جائیں۔

ایمان تازہ ہونا، رحمت سفر باندھنا، رونق افروز ہونا، آفتابِ ہدایت، اسوہ رسول۔
- ۴- اپنے سکول میں ہونے والی کسی تقریب کا آنکھوں دیکھا حال لکھیے۔
- ۵- اعراب کی مدد سے درست تلفظ واضح کیجیے:

ہدایت، ارشاد، انتظام، معترف، مخاصمت
- ۶- واحد کے جمع اور جمع کے واحد لکھیے:

فرض، اذہان، شک، افکار، تقریب، فرامین، عیوب
- ۷- ”ظلمت کدہ“ میں ”کدہ“ لاحقہ ہے۔ اس لاحقے کی مدد سے مزید پانچ الفاظ بتائیے۔

مولانا محمد علی جوہر رحمۃ اللہ علیہ

انگلستان میں پہلی گول میز کانفرنس جاری تھی۔ ایک مقرر کو اسٹریچر پر ڈال کر کانفرنس ہال میں لایا گیا۔ خراب صحت کی بنا پر اتنا طویل سفر کسی خطرے سے خالی نہ تھا مگر وہ ایسی باتوں کو کب خاطر میں لانے والا تھا۔ شمع آزادی کا یہ پروانہ اپنی جان کی پروانہ کرتے ہوئے ہندوستان سے انگلستان چلا آیا تھا۔ غلام قوم کا یہ فرد جذبہ حریت سے سرشار تھا۔ اُس نے جس بے خوفی و بے باکی اور جرأت کے ساتھ ہندوستان کی مکمل آزادی کا مطالبہ کیا، وہ اپنی مثال آپ ہے۔ یہ معرکہ آرا خطاب دنیا کی چند بہترین تقریروں میں شمار کیا جاتا ہے، اس نے کہا:

”میں ہندوستان سے یہاں آزادی لینے کی غرض سے آیا ہوں۔ میں اپنے ہاتھ میں آزادی کا پروانہ لے کر واپس جاؤں گا۔ یہ صورت دیگر میں ایک غلام ملک میں لوٹ کر نہیں جاؤں گا۔ میں غلام ملک کی بہ نسبت آزاد ملک میں موت کو ترجیح دوں گا۔ اگر آپ میرے ملک کو آزادی نہیں دیتے تو پھر آپ کو مجھے قبر کی جگہ دینا ہوگی۔“

یہ بھی کیا قبولیت کی گھڑی تھی۔ اللہ نے اپنے غیور بندے کی زبان سے نکلنے والے ان الفاظ کی لاج رکھ لی اور آزادی کا یہ متوالا ۴۔ جنوری ۱۹۳۱ء کو گول میز کانفرنس کے دوران ہی میں اپنے خالق حقیقی سے جا ملا اور بیت المقدس میں دفن ہوا۔ یہ مسلمانوں کے عظیم راہ نما مولانا محمد علی جوہر تھے۔ اپنی موت سے بہت پہلے انھوں نے اپنے ایک شعر میں اپنی موت کی طرف ان الفاظ میں اشارہ کر دیا تھا:

ہے رشک ایک خلق کو جوہر کی موت پر
یہ اُس کی دین ہے جسے پروردگار دے

مولانا محمد علی جوہر ۱۸۷۸ء کے اواخر میں ریاست رام پور میں پیدا ہوئے۔ ابھی دو سال کے تھے کہ والد ماجد، عبدالعلی خان کاسا یہ سر سے اٹھ گیا۔ آپ کی والدہ نہایت پارسا اور متقی خاتون تھیں۔ وہ تاریخ میں بی امان کے نام سے مشہور ہیں۔ بی امان نے اپنے لخت جگر کی تربیت میں کوئی کسر اٹھانہ رکھی، ابتدائی تعلیم رام پور اور بریلی کے اسکولوں سے حاصل کرنے کے بعد ایم۔ اے۔ او کالج علی گڑھ میں داخل ہوئے۔ الہ آباد یونیورسٹی سے بی۔ اے کی ڈگری لی اور صوبہ بھر میں اوّل رہے۔ اس کے بعد لنکن کالج آکسفورڈ سے ماڈرن ہسٹری میں بی۔ اے آنرز کیا۔ تعلیم مکمل کرنے کے بعد چند ملازمتیں اختیار کیں مگر آپ کے پیش نظر ایک اعلیٰ و ارفع مقصد کا فرما تھا۔ چنانچہ آپ ملازمت سے استعفیٰ دے کر ملک و قوم کی خدمت میں جُت گئے۔

مولانا محمد علی جوہر جذبہ ایمانی کے پیکر، جرأت و استقامت کے کوہِ گراں اور جوش و ولولہ کے بحرِ بے کراں تھے۔ آپ کی زندگی کے کئی پہلو تھے۔ آپ بیک وقت بے باک اور نڈر صحافی، با اصول سیاست دان، شعلہ بیان خطیب اور اعلیٰ پائے کے ادیب تھے۔ آپ نے دواخبار جاری کیے، انگریزی زبان میں ”کامریڈ“ اور اردو میں ”ہمدرد“۔ ان اخبارات نے تحریک آزادی میں بھرپور کردار ادا کیا۔ ”کامریڈ“ میں ایک مضمون کی اشاعت پر حکومت ہند نے ”کامریڈ“ کے ساتھ ساتھ ”ہمدرد“ سے بھی ضمانت طلب کر لی۔ نتیجہ یہ نکلا کہ دونوں اخبار بند ہو گئے۔ سیاست میں حصہ لینے کی پاداش میں پانچ سال سے زیادہ عرصہ نظر بندی میں گزارا۔ آپ کے بھائی مولانا شوکت علی اور آپ کے

خلاف مقدمہ بغاوت کی سماعت ہوئی۔ اس مقدمے میں علی برادران کو مجرم قرار دے کر دو سال قید بامشقت کی سزا سنائی گئی۔

مولانا محمد علی جوہر انگریزی کے بے مثل انشا پرداز ہونے کے ساتھ ساتھ اردو نظم و نثر پر بھی یکساں قدرت رکھتے تھے۔ شعر و شاعری کا ذوق انھیں بچپن ہی سے تھا، اس پر رام پور کی شاعرانہ فضا نے سونے پر سہاگے کا کام کیا۔ یہ وہ زمانہ تھا جب رام پور میں فصیح الملک داغ دہلوی کا طوطی بول رہا تھا۔ کئی نام ور شعرا رام پور کے دربار سے وابستہ تھے۔ خود مولانا کے بڑے بھائی ذوالفقار علی خاں گوہر خوش فکر شاعر تھے۔ آپ داغ کے شاگردوں میں شامل تھے۔ اپنے بڑے بھائی کے توسط سے آپ کی رسائی بھی داغ کی ادبی صحبتوں میں ہوئی۔ داغ آپ کی لیاقت و ذہانت سے بے حد متاثر تھے۔ جس روز داغ کے ہاں نہ جاتے، وہ گوہر سے تقاضا کر کے بلواتے۔ پھر علی گڑھ کے قیام کے زمانے میں مولانا تپکی کی صحبتوں سے بھی خوب فیض یاب ہوئے۔ زمانہ طالب علمی میں آپ نے سجاد حیدر یلدرم اور حسرت موہانی ایسے ساتھیوں کی صحبت میں شعر و سخن کی محفلوں میں خوب خوب حصہ لیا۔

قید بامشقت کے دوران میں آپ اپنے دلی جذبات اور تاثرات کا اظہار شاعری میں کرتے رہے۔ شاعری کے یہ اوراق جیل کے دست خط اور مہر سے مزین ہو کر جیل سے باہر پہنچے اور بعد میں ”دیوان جوہر“ کے نام سے شائع ہوئے۔ آپ نے اپنی قید تنہائی کا ذکر کئی مقامات پر کیا ہے۔

پوچھتے کیا ہو بود و باش کا حال ہم ہیں باشندے جیل خانے کے
قید اور قید بھی تنہائی کی شرم رہ جائے تکیبائی کی
فیض سے تیرے ہی اے قید فرنگ بال و پر نکلے، قفس کے در کھلے
مستحق دار کو حکم نظر بندی ملا کیا کہوں کیسی رہائی ہوتے ہوتے رہ گئی

جیل میں ایک موقع وہ بھی آیا جب مولانا کی خط کتابت پر پابندی لگادی گئی اور اہل و عیال کے خطوط بھی سنسر ہونے لگے۔ چنانچہ ذیل کے شعروں میں اسی واقعے کی طرف اشارہ ہے۔

شرط تحریر پہلے سن لے پھر خانے کو ہاتھ میں دلا لینا
نامہ شوق ان کو شوق سے لکھ غیر کو بھی مگر دکھا لینا

ہندوستان کے علاوہ عالم اسلام میں جہاں کہیں بھی کوئی حادثہ پیش آیا، مولانا محمد علی جوہر نے اپنے جذبات کا خوب اظہار کیا۔ آپ مسلمانوں پر ٹوٹنے والی قیامتوں پر خون کے آنسو بہاتے رہے۔ ان کی شاعری میں طرابلس، مراکش، ترکی، ایران، قسطنطنیہ، بغداد، فلسطین کا ذکر ملتا ہے۔ ۱۹۱۶ء میں برطانوی فوج بغداد پر قابض ہو گئی تو مولانا مضطرب ہو گئے۔ ان کی اس بے قراری کا اظہار اس مصرعے میں ملتا ہے۔

ع اس طرح ہر گز نہ ہوگا فیصلہ بغداد کا

۱۹۲۲ء کا ذکر ہے۔ ترکوں اور یونانیوں کی جنگ جاری تھی۔ ان دنوں مولانا بیچاپور کی ڈسٹرکٹ جیل میں قید تھے۔ ملاقات اور خط کتابت پر پابندی تھی۔ کوئی اخبار یا رسالہ بھی نہیں ملتا تھا۔ اس قید تنہائی کے دوران میں ایک روز نعرہ تکبیر کی صدائیں سنائی دیں۔ دل نے گواہی دی کہ ترکوں کو فتح ہوئی ہے۔ چناں چہ ایک غزل کہی جس کے دو شعر یہ ہیں:

عالم میں آج دھوم ہے فتح مبین کی
سُن لی خدا نے قیدی گوشہ نشین کی
ہیں سب عرب میں شام، فلسطین اور عراق
ہے شرط جس کے واسطے صرف ایک دین کی

مولانا محمد علی جوہر کی شاعری ہمیں ہر حال میں اللہ کی رضا پر راضی رہنے کا پیغام دیتی ہے۔ جب انسان کا ہر عمل اللہ تعالیٰ کے احکامات کے سانچے میں ڈھل جاتا ہے تو وہ کائنات کا آقا بن جاتا ہے۔ تسلیم و رضا مردِ مومن کی شان ہے۔ جوہر کے یہ اشعار دیکھیے:

ہر رنگ میں راضی برضا ہو تو مزا دیکھ
دنیا ہی میں بیٹھے ہوئے جنت کی فضا دیکھ
ہے سنتِ ارباب وفا صبر و توکل
چھوٹے نہ کہیں ہاتھ سے دامنِ رضا دیکھ
میری مرضی ہوئی غم جب سے تری مرضی میں
بندگی ہی میں ملے ساری خدائی کے مزے

مولانا محمد علی جوہر نے صبر و توکل اور راضی برضا رہنے کا زبانی سبق ہی نہیں دیا۔ آپ کی زندگی اس کا جیتا جاگتا نمونہ تھی۔ آپ نے اپنی بیٹی آمنہ کی علالت پر جیل خانے میں جو نظم کہی، اس کے ایک ایک لفظ سے توکل نکلتا ہے۔ اس نظم کے چند شعر دیکھیے:

میں ہوں مجبور پر اللہ تو مجبور نہیں
تجھ سے میں دُور سہی، وہ تو مگر دُور نہیں
تیری صحت ہمیں مطلوب ہے لیکن اس کو
نہیں منظور، تو پھر ہم کو بھی منظور نہیں

توحید کے حوالے سے مولانا کے اس شعر کا کوئی جواب نہیں:

توحید تو یہ ہے کہ خدا حشر میں کہ دے
یہ بندہ دو عالم سے خفا میرے لیے ہے

مولانا کی شاعری میں واقعہ کر بلا کا ذکر بہت سی جگہوں پر ملتا ہے۔ خصوصاً آپ کا یہ لازوال شعر آپ کو اردو ادب میں زندہ جاوید رکھنے کے لیے کافی ہے:

قتل حسینؑ اصل میں مرگِ یزید ہے
اسلام زندہ ہوتا ہے ہر کر بلا کے بعد

سوالات

- ۱۔ مندرجہ ذیل سوالات کے مختصر جواب لکھیے:
 - ۱۔ بی اماں کون تھیں؟
 - ۲۔ مولانا محمد علی جوہر نے مختلف ملازمتوں سے علیحدگی کیوں اختیار کی؟
 - ۳۔ مولانا نے جو اخبار نکالے، ان کے نام کیا تھے؟
 - ۴۔ تحریک آزادی میں حصہ لینے کی پاداش میں جوہر کو کیا سزائیں ملیں؟
 - ۵۔ گول میز کانفرنس میں مولانا محمد علی جوہر نے کیا فرمایا؟
 - ۶۔ مولانا محمد علی جوہر کہاں فوت ہوئے اور ان کو کہاں دفن کیا گیا؟
- ۲۔ مندرجہ ذیل کو اپنے جملوں میں اس طرح استعمال کیجیے کہ ان کا مفہوم واضح ہو جائے:

لاج رکھنا، سونے پر سہاگہ، سایہ سر سے اٹھ جانا، کسر اٹھانہ رکھنا، معرکہ آرا، قدرت رکھنا، خون کے آنسو بہانا، طوطی بولنا
- ۳۔ مندرجہ ذیل الفاظ کے متضاد لکھیے:

طویل، اول، موت، مکمل، آزادی، با اصول
- ۴۔ واحد کے جمع اور جمع کے واحد لکھیے:

مقرر، فرد، قبر، مقصد، تلامذہ، اوراق، غیر، احکامات، رسالہ
- ۵۔ مندرجہ ذیل الفاظ کا درست تلفظ اعراب کی مدد سے واضح کیجیے:

مطالبہ، توسط، مزین، قفس، حکم، خلعت، قابض، شفاعت، توکل

قائد اعظم اور اتحادِ ملی

”اگر ہم قرآن مجید کو اپنا آخری اور قطعی رہبر بنا کر شیوہ صبر و رضا پر کاربند ہوں اور اس ارشادِ خداوندی کو کبھی فراموش نہ کریں کہ تمام مسلمان بھائی بھائی ہیں، تو ہمیں دنیا کی کوئی طاقت یا کوئی طاقتیں مل کر بھی مغلوب نہیں کر سکتیں۔“

(جلسہ عام، حیدرآباد دکن، ۱۱۔ جولائی ۱۹۴۶ء)

قائد کا یہ فرمان کس قدر واضح اور سچا ہے۔ انھوں نے اس مقصد کے حصول کے لیے دن رات محنت کی۔ قائد اعظم محمد علی جناح کی طلسماتی شخصیت کا یہ کرشمہ تھا کہ انھوں نے گروہوں اور فرقوں میں بے مسلمانوں کو ایک پلیٹ فارم پر اکٹھا کر کے انگریزوں اور ہندوؤں کو مجبور کر دیا کہ وہ اُن کے الگ وطن کے مطالبے کو تسلیم کریں۔

قائد اعظم انتہائی زیرک اور دوراندیش شخص تھے جنھیں علم تھا کہ ذات پات، رنگ و نسل اور قبائل میں منقسم لوگوں کو صرف اور صرف اسلام کے نام پر اکٹھا کیا جاسکتا ہے۔ لہذا آپ نے لوگوں کو شہر شہر اور گاؤں گاؤں جا کر قائل کیا کہ اُن کی بقا اور سلامتی اتحاد اور اتفاق میں مضمر ہے۔ اگر وہ ایک نہ ہوئے تو انگریزوں کے بعد انھیں ہندو سامراج کی غلامی کا سامنا کرنا پڑے گا۔ لہذا دیکھتے ہی دیکھتے پاکستان کا مطلب کیا ”لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ“ کا نعرہ زبان زد عام ہو گیا۔

آپ پاکستان کو ایک اسلامی اور قلمی ریاست بنانا چاہتے تھے جس میں ہر انسان کو تمام بنیادی حقوق حاصل ہوں جس میں کوئی کسی کا استحصال نہ کرے بلکہ حقوق و فرائض سے آشنا عوام تعمیر پاکستان میں اپنا بھرپور کردار ادا کر کے اہل دنیا کے لیے ایک قابل تقلید معاشرہ تشکیل دیں۔

قائد اعظم جانتے تھے کہ قرآن مجید ہمارا آخری اور قطعی رہبر ہے۔ ہماری نجات اسوۂ حسنہ پر چلنے میں ہے جو ہمیں قانون عطا کرنے والے پیغمبر اسلام حضورؐ نے دیا ہے۔ ہماری قومیت کی بنیاد کلمہ توحید ہے۔

قائد اعظم نے پاکستان کی بنیاد برابری اور انصاف کے سچے اسلامی تصورات پر رکھی۔ آپ پاکستان کو ایسی تجربہ گاہ بنانا چاہتے تھے جہاں اسلام کے زیریں اصولوں کو اپنایا جاسکے۔ اسلام نے ہمیں آزادی، انصاف اور مساوات کی تعلیم دی ہے۔ آپ نے پاکستان کی اصل منزل بھی اسلامی جمہوریت، اسلامی معاشرتی انصاف اور انسانی مساوات کو قرار دیا۔ اگر ہمیں ترقی کرنی ہے تو ہمیں ذات پات، رنگ و نسل اور اونچ نیچ کے ہندوانہ تصورات سے نجات حاصل کرنا ہوگی کیوں کہ اسلام میں کسی گورے کو کالے اور کسی عربی کو غنمی پر کوئی فوقیت حاصل نہیں اگر کسی کو کوئی برتری حاصل ہے تو وہ صرف تقویٰ اور اخلاق کی بنیاد پر ہے۔

اسلام میں تمام مسلمان آپس میں بھائی بھائی اور جسد واحد کی طرح ہیں، اس کا علاوہ ذاتیت اور فرقہ پرستی سے دُور کا بھی واسطہ نہیں ہے۔ ہم ایک خدا، ایک کتاب، ایک رسول اور ایک قبلہ کو ماننے والے ہیں۔ ہمیں پنجابی، سندھی، بلوچی یا پٹھان ہونے پر نہیں بلکہ پاکستانی اور مسلمان ہونے پر فخر ہونا چاہیے۔

اسلام برصغیر پاک و ہند میں قومی تعمیر و استحکام کی ایک زبردست قوت کی حیثیت میں کارفرما رہا۔ اسلام ہی کا یہ بنیادی تقاضا تھا کہ

”دوقومی نظریہ“ سامنے آیا اور دوقومی نظریہ ہی کی بنیاد پر قائد اعظمؒ نے مسلمانوں کے الگ وطن پاکستان کا مطالبہ کیا۔ اس کے لیے جدوجہد کی اور اسے حاصل کر دکھایا۔ پاکستان میں قومیت کی بنیاد اسلام ہی ہو سکتا ہے۔ خاص طور پر ان وجوہ سے بھی کہ پاکستان کے مسلمان مختلف نسلوں سے تعلق رکھتے ہیں، مختلف زبانیں بولتے ہیں اور جغرافیائی اعتبار سے غیر متصل علاقوں میں رہتے ہیں۔ قومی اتحاد و استحکام حاصل کرنے کے لیے قائد اعظمؒ نے محسوس کر لیا تھا کہ علاقہ واریت، صوبائیت، فرقہ واریت اور قبائلیت کے سب بت توڑ دینے چاہئیں۔

انھوں نے ۲۱۔ مارچ ۱۹۴۸ء کو ڈھاکہ کے عظیم الشان جلسہ عام سے خطاب کرتے ہوئے ان بتوں سے خبردار کر دیا تھا۔ آپ نے فرمایا کہ جب تک آپ صوبائیت کے زہر کو نہیں نکال پھینکیں گے، آپ کبھی ایک حقیقی قوم کے سانچے میں نہ ڈھل سکیں گے۔ آپ ایک قوم کی حیثیت میں منظم نہ ہو سکیں گے۔ میں چاہتا ہوں کہ آپ بنگالی، پنجابی، سندھی، بلوچی اور پٹھان وغیرہ کی اصطلاحوں میں بات نہ کریں۔ یہ کہنے سے آخر کیا فائدہ ہے کہ ہم پنجابی ہیں یا سندھی ہیں یا پٹھان ہیں؟ نہیں، ہم مسلمان ہیں اور آپ یقیناً مجھ سے اتفاق کریں گے کہ آپ خواہ کچھ بھی ہوں اور خواہ کہیں بھی ہوں، آپ اول و آخر مسلمان ہیں۔ آپ ایک باقاعدہ قوم سے تعلق رکھتے ہیں۔ پاکستان پنجابیوں کا ہے نہ سندھیوں، بلوچیوں کا۔ پٹھانوں کا ہے نہ بنگالیوں کا۔ یہ آپ کا ہے۔ جس میں ان جغرافیائی وحدتوں کو نمائندگی حاصل ہے۔ اس لیے اگر آپ خود کو ایک قوم، ایک عظیم قوم کے سانچے میں ڈھالنا چاہتے ہیں تو خدا کے لیے اس صوبائی عصبیت کو فوراً ترک کر دیجیے۔ صوبائی عصبیت ایک لعنت ہے۔ اسی طرح فرقہ واریت بھی۔

اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ قائد اعظمؒ اہل پاکستان کو ہمیشہ یہ تلقین کرتے تھے کہ ان تمام بتوں کو توڑ دو، ان تمام دیواروں کو گرا دو جو انھیں ایک واحد قوم کی شکل میں مربوط و منظم ہونے میں رکاوٹ پیدا کریں۔ اسی مقصد کے تحت قائد اعظمؒ نے چاہا تھا کہ پاکستان کی سرکاری زبان اردو ہونی چاہیے۔ ڈھاکہ کے اسی جلسہ عام میں آپ نے واشگاف الفاظ میں اعلان کیا:

”میں آپ کو واضح طور پر بتا دینا چاہتا ہوں کہ پاکستان کی سرکاری زبان اردو ہوگی اور صرف اردو۔ جو کوئی آپ کو گمراہ کرنے کی کوشش کرتا ہے، وہ پاکستان کا دشمن ہے۔ ایک مشترکہ سرکاری زبان کے بغیر کوئی قوم باہم متحد نہیں ہو سکتی اور نہ کوئی کارہائے نمایاں انجام دے سکتی ہے۔“

مسلمانوں کی قومیت کی بنیاد صرف کلمہ توحید ہے، نہ وطن، نہ نسل۔ ہندوستان کا جب پہلا فرد مسلمان ہوا تو وہ پہلی قوم کافر نہیں رہا تھا وہ ایک الگ قوم کافر بن گیا تھا۔ آپ نے غور فرمایا کہ پاکستان کے مطالبے کا جذبہ محرکہ کیا تھا؟ اس کی وجہ نہ ہندوؤں کی تنگ نظری تھی نہ انگریزوں کی چال۔ یہ اسلام کا بنیادی مطالبہ تھا۔

سوالات

- ۱۔ مندرجہ ذیل سوالات کے مختصر جواب دیجیے:
 - ا۔ برصغیر کے مسلمانوں نے اتحاد کی بدولت کیا کارنامہ انجام دیا؟
 - ب۔ قائد اعظم پاکستان کو کیسی ریاست بنانا چاہتے تھے؟
 - ج۔ قائد اعظم پاکستان کو کس چیز کی تجربہ گاہ بنانے کے خواہش مند تھے؟
 - د۔ اتحاد ملت کے راستے میں کیا چیز رکاوٹ ہے؟
 - ہ۔ پاکستان کے مطالبے کے پیچھے کون سا جذبہ کارفرما تھا؟
- ۲۔ دیے گئے جملوں میں خالی جگہ پُر کیجیے:
 - ا۔ ہماری بقا اور سلامتی اتحاد اور میں مضمر ہے
 - ب۔ قرآن مجید ہمارا آخری اور رہبر ہے۔
 - ج۔ ہماری قومیت کی بنیاد ہے۔
 - د۔ ہمیں ذات پات کے غیر تصورات سے چھٹکارا حاصل کرنا چاہیے۔
 - ہ۔ کسی عربی کو پر کوئی فضیلت حاصل نہیں۔
- ۳۔ مندرجہ ذیل الفاظ کو جملوں میں اس طرح استعمال کیجیے کہ ان کا مفہوم واضح ہو جائے:
 - ا۔ تجربہ گاہ میں ”گاہ“ لاحقہ ہے۔ اس کی مدد سے مزید پانچ الفاظ بنائیے۔

بھائی چارا

دنیا کی ترقی کا دوسرا نام تہذیب و تمدن ہے جس کی نمایاں خصوصیات میں سے ایک خصوصیت اخوت ہے۔ دین ہمیں اخوت کا عالم گیر تصور دیتا ہے۔ اس کی بنیاد رنگ و نسل یا کسی جغرافیائی حد بندی پر نہیں بلکہ ہر وہ شخص جو توحید ربانی اور رسالت محمدیؐ پر ایمان رکھتا ہے، اس کی عالم گیر برادری کا فرد ہے۔ مسلمان دنیا کے کسی بھی کونے میں رہتا ہو، کوئی سی زبان بولتا ہو، اس کا رنگ گورا ہو یا کالا، دولت مند ہو یا نادار و مفلس، وہ اخوت کے رشتے سے یوں منسلک ہے جیسے ایک لڑی میں پروئے ہوئے موتی۔ یہ اسی اخوت کی وجہ سے ہے کہ دنیا کے کسی بھی حصے میں رہنے والے پر مصیبت ٹوٹی ہے تو ہم اس کے درد کو اپنے سینے میں محسوس کرتے ہیں۔

میدان کارزار گرم ہے۔ جدھر دیکھو زخموں سے چوڑسپائی آوازیں دے رہے ہیں۔ ایسے میں ایک سپاہی کے پاس پانی کا پیالا لایا جاتا ہے۔ ابھی وہ پیالا اُس کے ہونٹ کے قریب ہی ہے کہ آواز آتی ہے ”پانی!“۔ وہ جاں نثار پانی سے بھرا پیالا دوسرے زخمی کی طرف بھجوا دیتا ہے۔ دوسرا زخمی وہی پیالا تیسرے زخمی کی طرف بڑھا دیتا ہے۔ تیسرا زخمی اس اثنا میں شہید ہو جاتا ہے۔ پانی پلانے والا پلٹتا ہے تو دوسرے زخمی کو بھی شہید پاتا ہے۔ وہ تیزی سے پہلے زخمی کی طرف آتا ہے لیکن وہ بھی شہید ہو چکا ہے۔ یہ ہے ہزاروں مثالوں میں سے ایک مثال جو ثابت کرتی ہے کہ تمام مسلمان جسد واحد کی طرح ہیں۔ اگر ایک عضو درد کر رہا ہو تو پورا بدن بے قرار ہو جاتا ہے۔

ہم اخوت کے بے نظیر عملی مظاہرے کو دیکھنا چاہیں تو ہمیں ایک نظر مواخات مدینہ کو دیکھنا ہوگا۔ مسلمان مکے سے ہجرت کر کے سفر کی صعوبتیں اور مصیبتیں جھیلتے بے سروسامانی کے عالم میں مدینہ پہنچتے ہیں۔ انصار مدینہ جس طرح اللہ اور اس کے رسولؐ کی خاطر اپنے گھر بار چھوڑ کر آنے والے ان مہاجرین کے لیے اپنے دیدہ و دل فرس راہ کرتے ہیں اور اخوت کا جو عظیم المثل عملی نمونہ پیش کرتے ہیں، وہ تاریخ عالم میں سنہری حروف سے لکھے جانے کے قابل ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک ایک مہاجر کو ایک ایک انصاری کا بھائی بنا دیا۔ انصار مدینہ نے کمال ایثار و قربانی سے کام لیتے ہوئے نصف گھر، نصف کھیت اور نصف گھریلو سامان اپنے مہاجر بھائیوں کو دے دیا اور خود بھوکے رہ کر اپنے بھائیوں کو کھانا کھلایا۔ اس طرح یہ سچ کر دکھایا کہ ایک مسلمان دوسرے مسلمان سے یوں تقویت پاتا ہے جس طرح دیوار کی ایک اینٹ دوسری اینٹ سے۔

خطبہ حجۃ الوداع حقوق انسانی کا بہترین منشور ہے۔ اس خطبے کے نکات آج بھی بھولی بھٹکی انسانیت کو اس کی منزل کا پتا دے رہے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نسلی، علاقائی، گروہی، خاندانی، لسانی غرض کہ ہر طرح کے اختلافات اور تعصبات کی شیخ کنی کرتے ہوئے فرمایا:

”تم آدم کی اولاد ہو اور آدم مٹی سے پیدا کیے گئے تھے۔ کسی گورے کو کالے پر، کسی کالے کو گورے پر، کسی عربی کو عجمی پر اور کسی عجمی کو عربی پر کوئی فضیلت حاصل نہیں۔ اللہ کے نزدیک تم میں سے زیادہ قابل تکریم وہ شخص ہے جو زیادہ متقی اور پرہیزگار ہے۔“

یہ اسی تربیت کا اثر تھا کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو ”سیدنا“ یعنی ”ہمارے آقا، ہمارے سردار“ کے الفاظ سے پکارا اور حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گھر کے فردِ ٹھہرے۔

حکیم الامت علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی شاعری میں اخوت پر بہت زور دیا۔ وہ جانتے تھے کہ اسی اخوت کے باعث اتحاد اور قوت پیدا ہوتے ہیں۔ جب کہ اخوت سے محرومی کے نتیجے میں انتشار اور ضعف جنم لیتے ہیں۔ شاعر مشرق بتان رنگ و خوں کو توڑ کر ملت میں گم ہونے کا درس دیتے ہیں تاکہ مسلمان متحد و مستحکم ہو جائیں۔ ان کے نزدیک ”اللہ کے بندو بھائی بھائی بن جاؤ“ کا مفہوم یہ ہے:

یہی مقصود فطرت ہے، یہی رمز مسلمانی
اُخوت کی جہاں گیری، محبت کی فراوانی

جب تک مسلمان جذبہ اخوت پر عمل پیرا رہے، باہم متحدر رہے اور اس اخوت کے ثمرات سینٹے رہے۔ افریقہ سے لے کر کاشغر تک ہمارا پرچم لہراتا رہا لیکن جب اخوت کا رشتہ کم زور پڑا فرقوں میں پڑ گئے اور ہماری قوت جاتی رہی۔ آج بھی اگر ہم اپنا کھویا ہوا مقام دوبارہ حاصل کرنے کے متنبی ہوں تو ہمارے پاس اسلامی اخوت کا نسخہ جیسا موجود ہے۔ اخوت عربی زبان کا لفظ ہے جس کے معنی بھائی چارے کے ہیں۔ اسلامی اخوت سے مراد وہ بھائی چارہ ہے جس کی بنیاد اسلام کے زریں اصولوں پر رکھی گئی ہے۔ گویا قرآن و سنت کی تعلیمات کی روشنی میں جو باہمی محبت، رشتہ اور بھائی چارا قائم ہوتا ہے اسے اسلامی اخوت کا نام دیا جاتا ہے۔ مختصر لفظوں میں ایمان کی بنیاد پر قائم بھائی چارے کو اسلامی اخوت کہا جاتا ہے۔

یہ بھائی چارا ہم سے تقاضا کرتا ہے کہ ہم اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھام لیں۔ ہر طرح کی گروہ بندیوں سے ماورا ہو جائیں۔ صحیح معنوں میں بھائی بھائی بن جائیں۔ قربانی کا جذبہ پیدا کریں۔ اپنی ضرورتوں پر اپنے بھائیوں کی ضرورتوں کو فوقیت دیں۔ دوسروں کے لیے بھی وہی پسند کریں جو اپنی ذات کے لیے پسند کرتے ہیں۔ ہم دوسروں کے لیے خیر خواہی کے جذبات رکھیں۔ دوسروں کے جان و مال اور عزت و آبرو کے محافظ بنیں۔ اُن پر ظلم نہ کریں۔ مصیبت کے وقت اُن کو تنہا اور بے یار و مددگار نہ چھوڑیں۔ اُن پر کوئی آفت ٹوٹے تو ہمارا دل تڑپے اور آنکھ اشک بار ہو جائے۔ ہم اُن کے غم کو اپنا غم اور ان کی خوشی کو اپنی خوشی سمجھیں کیوں کہ ہماری بقا، خوش حالی اور استحکام انہی کے دم سے ممکن ہے۔ مولانا ظفر علی خان نے اسی بات کو یوں بیان فرمایا ہے:

اُخوت اس کو کہتے ہیں چھبے کا ثنا جو کابل میں
تو ہندوستان کا ہر پیرو جو اں بے تاب ہو جائے

سوالات

- ۱۔ مندرجہ ذیل سوالات کے مختصر جواب لکھیے:
 - ا۔ اخوت کس زبان کا لفظ ہے۔ اس کے کیا معنی ہیں؟
 - ب۔ مولانا ظفر علی خاں نے ”اخوت“ سے کیا مراد لیا ہے؟
 - ج۔ مسلمان اپنا کھویا ہوا مقام کیسے حاصل کر سکتے ہیں؟
 - د۔ انصارِ مدینہ نے مہاجرین مکہ سے کیسا سلوک کیا؟
 - ہ۔ اخوت پر عمل کرنے کے کیا فائدے ہیں؟
 - و۔ بھائی چارا ہم سے کیا تقاضا کرتا ہے؟
- ۲۔ مندرجہ ذیل الفاظ و محاورات کو اپنے جملوں میں اس طرح استعمال کیجیے کہ ان کا مفہوم واضح ہو جائے:

مصیبت ٹوٹنا، عدیم المثال، منشور، بیخ کنی کرنا، قابلِ تکریم، نسخہٴ کیمیا۔
- ۳۔ اعراب کی مدد سے درست تلفظ کی وضاحت کیجیے: اخوت، منسلک، عضو، تقویت، تفرقہ
- ۴۔ ان الفاظ کے متضاد لکھیے: اسلام، گورا، مفلس، انتشار، ضعف
- ۵۔ عالم گیر میں ”گیر“ لاقحہ ہے۔ اس لاحقے کی مدد سے مزید چار الفاظ بنائیے۔
- ۶۔ نیچے دیے گئے جملوں پر غور کیجیے:

عالیہ بازار گئی۔
اجمل سیب خریدتا تھا۔
بچے نظم پڑھتے ہیں۔
ہم کو بندہ جائیں گے۔
پہلے جملے کی ترکیب نحوی یوں ہوگی۔

فاعل	مفعول	فعل
عالیہ	بازار	گئی

وہ جملہ جو فاعل، مفعول اور فعل پر مشتمل ہو اسے جملہ فعلیہ کہتے ہیں۔ جملہ فعلیہ میں خبر ہمیشہ فعل ہوتی ہے۔
فعل تام سے مراد ایسے افعال ہیں جن سے کسی کام کے کرنے کا تصور ملتا ہو۔ آپ ایسے مزید پانچ جملے لکھیں۔
نوٹ: جملہ فعلیہ میں ہمیشہ فعل تام آتا ہے۔

اسلام کی عظمت

سب ، اسلام کے حکم بردار بندے سب ، اسلامیوں کے مدد گار بندے
خدا اور نبیؐ کے وفادار بندے قیدیوں کے ، رانڈوں کے غم خوار بندے
رہ کفر و باطل سے بیزار بندے
نشہ میں ، مئے حق سے سرشار بندے
جہالت کی ریمیں مٹا دینے والے کہانت کی بنیاد ڈھا دینے والے
سر احکام دیں پر جھکا دینے والے خدا کے لیے گھر لگا دینے والے
ہر آفت میں سینہ سپر کرنے والے
فقط ایک اللہ سے ڈرنے والے
ہر اک علم کے، فن کے جويا ہوئے وہ ہر اک کام میں سب سے بالا ہوئے وہ
فلاحت میں بے مثل و یکتا ہوئے وہ سیاحت میں مشہور دنیا ہوئے وہ
ہر اک ملک میں ان کی پھیلی عمارت
ہر اک قوم نے ان سے سیکھی تجارت
کیا جا کے آباد ہر ملک ویاں مہیا کیے سب کی راحت کے سماں
خطرناک تھے جو پہاڑ اور بیاباں انھیں کر دیا رشک صحن گلستاں
بہار ، اب جو دنیا میں آئی ہوئی ہے
یہ سب پود ، انھی کی لگائی ہوئی ہے

(مولانا حالی)

سوالات

۱۔ مختصر جواب لکھیے:

۱۔ نظم کے دوسرے بند میں مسلمانوں کی کون سی خصوصیات بیان ہوئی ہیں؟

ب۔ مسلمانوں نے کیا کیا کارنامے انجام دیے؟

۲۔ ان الفاظ کو چنی ترتیب سے لکھ کر معانی لکھیے:

سیر، کہانت، جویا، فلاح، ہود

۳۔ اس نظم کو کہانی کی صورت میں لکھیے۔

۴۔ اسلام کی برکات پر کوئی اور نظم تلاش کر کے بزم ادب میں منائیے۔

مؤذن رسولؐ

مدینہ منورہ کی گلیوں میں عجیب گہما گہمی تھی۔ لوگ جوق در جوق مسجد نبویؐ کی طرف بڑھے چلے آ رہے تھے۔ ان سب کی آنکھیں پُر نور بھی تھیں اور کسی کی متلاشی بھی۔ بچے والدین سے بار بار پوچھتے تھے کہ آج کون سی خاص بات ہے جس کی کشش انھیں بے چین کیے دیتی ہے۔ آج مسجد نبویؐ میں معمول سے زیادہ لوگ موجود تھے۔ اہل مدینہ اپنے اپنے محلے کی مسجد میں نماز ادا کرنے کی بجائے مسجد نبویؐ کا رخ کر رہے تھے۔ بزرگ آپس میں باتیں کر رہے تھے کہ آج خادم رسولؐ تشریف لائے ہیں۔ وہ خادم رسولؐ جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گھر کے لیے سودا سلف لاتے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آرام کا خیال رکھتے تھے۔ آپ کے مہمانوں کی تواضع میں راحت محسوس کرتے تھے۔ جن کی آواز میں اللہ اور اس کے رسولؐ کے لیے حد درجہ محبت اور عقیدت کا اظہار ہوتا تھا، جنہیں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود مؤذن مقرر فرمایا تھا۔

مسجد میں سبھی آنکھیں گھونگر یا لے بالوں والے نحیف بزرگ کی طرف اٹھ رہی تھیں۔ حضرت عمرؓ انھیں ”یا سیدی“ کہہ کر اپنی عقیدت اور محبت کا اظہار کر رہے تھے۔ یہ بزرگ سیدنا بلالؓ بن رباح تھے جو آقائے دو جہاں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات مبارکہ میں حکم رسولؐ اذان دیا کرتے تھے۔

یہ دوسرا موقع تھا جب سیدنا بلالؓ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رحلت کے بعد اذان کہی تھی۔ آپ ایک لمبے عرصے کے بعد مدینہ تشریف لائے تھے۔ سیدنا حسنؓ اور حسینؓ نے آپ کو دیکھا تو اذان کی فرمائش کی۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال کے بعد سیدنا بلالؓ اذان نہ دیتے تھے کیوں کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اسم مبارک ادا کرتے وقت اُن پر اس حد تک رقت طاری ہو جاتی تھی کہ مزید الفاظ ادا کرنے کی سکت نہ رہتی تھی۔ لیکن حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نواسوں کا حکم ٹالنا اُن کے بس میں نہ تھا۔ اُن کی آواز نے حضورؐ کے مبارک دور کی یاد تازہ کر دی۔ اب لوگ انھیں دیکھ کر خوش بھی ہو رہے تھے اور اداس بھی۔

سیدنا بلالؓ کو بلال حبشی کے نام سے یاد کیا جاتا ہے کیوں کہ آپؐ کے والدین ”حبشہ“ کے رہنے والے تھے۔ حضرت بلالؓ نے ہوش سنبھالا تو خود کو امیہ بن خلف کا غلام دیکھا۔ یہ وہ زمانہ تھا جب انسانوں کو زور اور طاقت کے زور پر خریداجاتا تھا اور پھر یہ غلامی خاندان بھر کی غلامی بن جاتی تھی۔ سیدنا بلالؓ بھی اسی نا انصافی کا شکار ہوئے۔ آقائے دو جہاں نے نبوت کا اعلان فرمایا تو بلالؓ کو اللہ اور اس کے رسولؐ پر ایمان لانے کا شرف نصیب ہوا۔

امیہ بن خلف اپنے اس غلام پر طرح طرح کے ظلم ڈھانے لگا۔ پتے صحرا میں لٹاتا، انگارے کی طرح گرم پتھر سینے پر رکھتا، کوڑے سے پیٹتا، بھاری بھر کم زنجیروں سے باندھتا کہ چلنا دو بھر ہو جاتا، گلیوں میں گھسیٹتا یا پھر دکتے کونلوں پر لٹاتا۔ کون سا طریقہ تھا جو اس نے نہ آزمایا ہو، کون سا ظلم تھا جو اس عاشق رسولؐ پر نہ ڈھایا گیا ہو۔ لیکن تاجدارِ دو عالمؐ کے اس عاشق صادق نے اُن تک نہ کی ہمیشہ ”أحد، أحد، ہی کہا۔ ایسے ہی ایک موقع پر جنابِ فخرِ دو عالمؐ کے ادراشنا حضرت ابو بکر صدیقؓ نے بلالؓ کو امیہ بن خلف کی غلامی سے نجات دلوائی۔

اب آپؐ ہر وقت پیغمبرِ اسلامؐ کے ساتھ رہتے۔ انھیں خاص خادم اور بیتِ رسولؐ کا خازن ہونے کی سعادت ملی۔ مکہ فتح ہوا تو

حضورؐ کے حکم سے آپؐ نے خانہ کعبہ کی چھت پر کھڑے ہو کر اذان دی اور اذان دینے کا یہ سلسلہ خاتم النبیین ﷺ علیہ وآلہ وسلم کے وصال تک جاری رہا۔ آج پھر حسینؑ کی فرمائش پر ”اللہ اکبر۔ اللہ اکبر“ کی پُرسوز تکبیر اُن کے لب پُرتا شیر پر جاری ہوئی تھی۔

اس سے پہلے صرف ایک موقع ایسا تھا جب سیدنا بلالؓ نے اذان دینے کی درخواست قبول کی تھی۔ فاروق اعظمؓ بیت المقدس تشریف لے جا رہے تھے۔ آپؐ نے سیدنا بلالؓ سے اذان کی درخواست کی اور پھر زمانہ رسالت کا نقشہ آنکھوں کے سامنے پھرنے لگا۔ حضرت عمر فاروقؓ کی آنکھیں بھی بھیگ گئی تھیں۔

تاریخ اسلام اللہ اور اُس کے رسول ﷺ علیہ وآلہ وسلم سے محبت کرنے والوں کے واقعات سے بھری پڑی ہے۔ یہ واقعات وہ مینارہ نور ہیں جو آج بھی عالم اسلام کو تابناک کر رہے ہیں۔ سیدنا بلالؓ وہ خوش نصیب ہیں جو حب رسولؐ کے حوالے سے ”سیدنا“ کے مرتبہ جلیلہ پر فائز ہیں۔ آپؐ کی حضور ﷺ علیہ وآلہ وسلم کے لیے محبت اور تڑپ ”روحِ ہلالی“ کے پُر اثر کلمات سے آج بھی دلوں کو گرم رہی ہے۔ یہ کلمات اُس اذان کے لیے استعمال ہوتے ہیں جو سننے والے کی روح میں اُتر جاتی ہے اور وہ سراپا انگسار بن کر اللہ وحدہ لا شریک کے حضور جھک جاتا ہے۔

سوالات

- ۱۔ مندرجہ ذیل سوالات کے مختصر جواب لکھیے:
 - ا۔ لوگوں کے مسجد نبویؐ کی طرف اُٹھنے چلے آنے کا باعث کیا تھا؟
 - ب۔ حضرت بلالؓ کو مؤذن رسولؐ کیوں کہا جاتا ہے؟
 - ج۔ حضور ﷺ علیہ وآلہ وسلم کے وصال کے بعد حضرت بلالؓ نے اذان دینی کیوں ترک کر دی تھی؟
 - د۔ حضرت بلالؓ کو بلال حبشی کیوں کہا جاتا ہے؟
 - ہ۔ حضرت بلالؓ کا مالک اُن پر ظلم کیوں ڈھاتا تھا؟
 - و۔ حضرت بلالؓ کو امیہ بن خلف کی غلامی سے کس نے آزادی دلوائی؟
 - ز۔ نبی پاکؐ کے وصال کے بعد حضرت بلالؓ نے کن دو موقعوں پر اذان دی؟
- ۲۔ مندرجہ ذیل الفاظ اور محاوروں کو اپنے جملوں میں اس طرح استعمال کیجیے کہ ان کا مفہوم واضح ہو جائے:

متلاشی، رقت طاری ہونا، سکت نہ ہونا، آنکھیں بھیگ جانا، مینارہ نور
- ۳۔ مندرجہ ذیل الفاظ کا تلفظ واضح کرنے کے لیے اعراب لگائیے:

کشش، بزرگ، مبارک، سکت، خازن، سلسلہ، جوق در جوق، سودا سلف

۴۔ مندرجہ ذیل جملوں کو درست کیجیے:

ا۔ اہلیان علاقہ نے جلسے میں بھرپور شرکت کی۔

ب۔ اللہ تعالیٰ کو عاجزی اور انکساری پسند ہے۔

ج۔ زکام کی وجہ سے بچے کا ناک بہ رہا ہے۔

د۔ میں نے اپنے اساتذہ کرام سے بہت استفادہ حاصل کیا۔

۵۔ مسجد کی جمع مساجد ہے۔ اسے جمع بنانے کے لیے دوسرے حرف 'س' کے بعد 'الف' کا اضافہ کیا گیا ہے۔ اسی قاعدے پر عمل کرتے

ہوئے مندرجہ ذیل واحد الفاظ کو جمع اور جمع کو واحد میں تبدیل کیجیے۔

مقصد، محافل، مکاتب، منظر، مناصب، مشرب، مخزن، مسکن، مجالس

۶۔ اس سبق میں آنے والا لفظ "ہوش" مذکر اور مونث دونوں طرح سے بولا جاتا ہے۔ آپ کچھ اور لفظ سوچیں جو مذکر اور مونث دونوں

طرح سے ادا کیے جاتے ہوں۔

73
43
30

مثالی طالب علم

جناب اجمل خان ایک ایسے استاد ہیں جو اپنے طلبہ کی کردار سازی پر بہت توجہ دیتے ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ تعلیم کے ساتھ ساتھ تربیت بھی ضروری ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ طلبہ کو معلومات بہم پہنچانے کے ساتھ ساتھ ان کی اخلاقی نشوونما کے لیے بھی ہمہ وقت سوچتے رہتے ہیں۔ ان کی اس عادت نے انھیں مدرسے کا مقبول ترین استاد بنا دیا ہے۔ طالب علم ان کا دل و جان سے احترام کرتے ہیں۔ وہ جماعت میں تشریف لائے تو تمام طلبہ ان کے احترام میں اپنی نشستوں پر کھڑے ہو گئے۔ انھوں نے طلبہ کو السلام علیکم کہا۔ طلبہ نے جواب میں کہا: وعلیکم السلام۔ طالب علموں کا حال پوچھنے کے بعد انھوں نے کہا کہ آج ہم معمول کے سبق سے بہت کرا ایک موضوع پر تفصیلی گفتگو کریں گے۔ یہ سن کر طلبہ چوکنے ہو گئے۔

حیدر: جناب! کس موضوع پر؟

اجمل خان: بھی! لگتا ہے آپ بولنے کے لیے بہت بے تاب ہیں۔ اور کیوں نہ ہوں! آپ ہمیشہ ہر موضوع پر بہت اچھی گفتگو کر لیتے ہیں۔ تو سنیے آج ہم یہ دیکھیں گے کہ مثالی طالب علم کیسا ہوتا ہے۔ اس میں کون کون سے نمایاں اوصاف ہونے چاہئیں اور ہاں، آپ سے گزارش ہے کہ اس گفتگو میں سب لوگ بھرپور شرکت کریں۔ جی، تو اب ہم آغاز کرتے ہیں۔

حیدر: جناب! طلبہ کسی قوم کا مستقبل ہوتے ہیں، وہ کل کے معمار ہیں۔ ملک کی باگ ڈور انھی کے ہاتھوں میں ہوگی۔ اس لیے ضروری ہے کہ طالب علموں میں اچھے اوصاف ہوں۔ میری نظر میں ایک اچھے طالب علم کے لیے محبت وطن ہونا بے حد ضروری ہے۔ اسے اپنے وطن سے سچی محبت ہونی چاہیے۔ اسے اپنے ذاتی مفاد پر قوم و ملک کے مفاد کو ترجیح دینی چاہیے۔ اسے وطن کی خاطر بڑی سے بڑی قربانی دینے سے بھی دریغ نہیں کرنا چاہیے۔

اجمل خان: بالکل ٹھیک۔ وطن کی خدمت کے لیے وطن سے سچی محبت بے حد ضروری ہے۔ وطن کے لیے کوئی عظیم کارنامہ انجام دینے کے لیے اس کے ذرے ذرے سے محبت لازمی ہے۔ مبشر! آپ کچھ کہنا چاہتے ہیں؟

مبشر: جناب! میری نظر میں مثالی طالب علم صاف ستھرا ہوتا ہے۔ جسمانی صفائی کے ساتھ ساتھ روحانی پاکیزگی بھی بہت ضروری ہے۔ اچھا طالب علم جسم اور لباس کو صاف ستھرا رکھنے کے ساتھ ساتھ اپنی عادات کو بھی صاف ستھرا رکھتا ہے۔ وہ زندگی کے ہر معاملے میں نفاست پسند ہوتا ہے۔

اجمل خان: آپ نے صحیح کہا۔ ہمارا مذہب صفائی پر بے حد زور دیتا ہے۔ ایک حدیث کے مطابق ”صفائی نصف ایمان ہے۔“ حسن! آپ نے ہاتھ بند کیا ہے، آپ اس موضوع پر کیا کہیں گے؟

حسن: جناب، مثالی طالب علم کو حقوق و فرائض کا پورا پورا شعور ہوتا ہے۔ اُسے معلوم ہوتا ہے کہ معاشرے میں رہتے ہوئے اس کے کیا حقوق اور کیا فرائض ہیں۔ وہ اپنے فرائض کو پہچانتے ہوئے ان کا ہمیشہ خیال رکھتا ہے۔

اجمل خان: شاباش! آپ لوگ تو بہت اچھے خیالات کا اظہار کر رہے ہیں۔ مدرثر، آپ اپنی رائے بتائیے۔

مدرسہ: جناب! مثالی طالب علم حسن اخلاق کا مالک ہوتا ہے۔ وہ دوسروں کے ساتھ اچھا سلوک کرتا ہے۔ وہ اساتذہ کا مؤدب ہوتا ہے۔ وہ والدین اور بزرگوں کا احترام کرتا ہے۔ وہ چھوٹوں سے شفقت آمیز برتاؤ کرتا ہے۔ وہ سچ سے محبت اور جھوٹ سے نفرت کرتا ہے۔ وہ ہر معاملے میں ایمان دار ہوتا ہے۔

اجمل خان: اخلاق کی بات ہو رہی ہے تو ہمیں نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ مبارک فرمان یاد رکھنا چاہیے کہ تم میں سب سے اچھا وہ ہے جس کے اخلاق اچھے ہوں۔ منزل! آپ بھی اپنا خیال ظاہر کریں۔

منزل: جناب! میرے نزدیک اچھے طالب علم کے لیے وقت کی پابندی بہت ضروری ہے۔ اسے وقت کی قدر و قیمت کا بھرپور احساس ہونا چاہیے۔ اسے معلوم ہونا چاہیے کہ جو شخص وقت ضائع کرتا ہے، وقت اسے برباد کر دیتا ہے۔ اسے ایک ایک لمحہ کو کام میں لانا چاہیے۔

اجمل خان: بالکل درست۔ عزیز! آپ نے دونوں ہاتھ بلند کر رکھے ہیں۔ آپ ہی پہلے اپنی رائے پیش کیجیے۔
عزیز: جناب عالی! اُسے حقوق اللہ اور حقوق العباد کا علم ہوتا ہے۔ وہ یہ حقوق پورے بھی کرتا ہے۔ وہ صوم و صلوة کا پابند ہوتا ہے۔ دوسروں کے زیادہ سے زیادہ کام آتا ہے۔ وہ معاشرے کا سچا خادم ہوتا ہے۔ اگر کسی جائز کام میں کسی ساتھی طالب علم کو اس کی مدد درکار ہو تو وہ حتی الوسع اس کی مدد کرتا ہے۔

اجمل خان: شاباش! اور احمد، اب آپ اپنے خیالات کا اظہار کیجیے۔
احمد: مثالی طالب علم تکلفات کا عادی نہیں ہوتا۔ وہ سادگی کا قائل ہوتا ہے۔ لباس کا معاملہ ہو یا کھانے پینے کا، رہنے سہنے کی بات ہو یا گفتگو کی، اس کے ہر طرز عمل سے سادگی نکلتی ہے۔

اجمل خان: سادگی بڑی اچھی خوبی ہے۔ یہ ہمیں بہت سی خرابیوں سے بچاتی ہے۔ عمر، آپ بالکل خاموش بیٹھے ہیں۔ آپ بھی تو کچھ کہیے نا!
عمر: جناب! میرے خیال میں ایک مثالی طالب علم کے لیے صبح سویرے بیدار ہونا اور جلد سونا ضروری ہے۔ اسے سیر کا عادی ہونا چاہیے۔
اجمل خان: جی سعد بیٹے، اب آپ کی باری ہے۔

سعد: سر، مثالی طالب علم کو پڑھائی کے ساتھ ساتھ دیگر نصابی سرگرمیوں پر بھی عبور ہونا چاہیے۔ اسے تحریری امتحان میں اعلیٰ کارگزاری دکھانے کے ساتھ ساتھ تقریری مقابلوں، مباحثوں اور مذاکروں میں شرکت کرنی چاہیے۔ اس کے علاوہ اسے صحت مندر رہنے کے لیے کسی نہ کسی کھیل میں بھی حصہ لینا چاہیے۔

اجمل خان: درست کہا آپ نے۔ جی حامد، آپ کی رائے کیا ہے؟
حامد: اس کے لیے حالات حاضرہ سے واقفیت ضروری ہے۔ اس مقصد کے لیے اسے اخبارات و جرائد کا باقاعدہ مطالعہ کرنا چاہیے۔ اسے ریڈیو اور ٹی وی پر ہونے والے حالات حاضرہ کے پروگراموں کو بھی سننے اور دیکھتے رہنا چاہیے۔

اجمل خان: ابھی امجد اور مصدق، آپ لوگ کیا کہیں گے؟
امجد: جناب! اسے دوستوں کے انتخاب میں خوب سوچ سمجھ کر کام لینا چاہیے۔

مصدق: ایک اچھے طالب علم کے لیے نظم و ضبط کی پابندی بے حد ضروری ہے کیوں کہ اس کے بغیر زندگی میں کوئی کامیابی حاصل نہیں کی جاسکتی۔

اجمل خان: قائد اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے اتحاد، ایمان اور نظم و ضبط کا سبق دیا ہے۔ اختر، آپ بھی اپنی رائے پیش کیجیے۔
اختر: جی! مثالی طالب علم کا کردار ایسا ہو جس پر کوئی انگلی نہ اٹھاسکے۔ وہ زبان سے جو کہتا ہو، اس پر عمل کر کے بھی دکھاتا ہو۔

اجمل خان: اعلیٰ کردار ہی تو انسان کو دوسروں کی نظر میں معزز بناتا ہے۔ حسن کچھ کہنا چاہتا ہے!
حسن: میں کہنا چاہتا ہوں کہ اسلام مکمل ضابطہ حیات ہے۔ یہ زندگی کے تمام شعبوں میں ہماری راہ نمائی کرتا ہے۔

ایک مثالی طالب علم وہ ہوگا جس کی زندگی اسلامی تعلیمات کے سانچے میں ڈھلی ہو۔ وہ زندگی کے ہر معاملے میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اسوہ حسنہ سے روشنی حاصل کرتا ہو۔

اجمل خان: اسلامی تعلیمات پر عمل پیرا ہو کر ہم اپنی دنیا اور آخرت سنوار سکتے ہیں۔ علی بیٹے، آپ مثالی طالب علم کا کون سا وصف بتائیں گے؟

علی: جناب! ایک مثالی طالب علم کو بے خوف اور دلیر ہونا چاہیے، تب ہی تو وہ زندگی میں پیش آنے والے مسائل اور مشکلات کا مردانہ وار مقابلہ کر سکے گا۔

اجمل خان: آپ لوگوں نے ایک مثالی طالب علم کی تمام تر خوبیاں گنوا دیں مگر یہ بات ذہن نشین کر لیں کہ مثالی طالب علم اپنی پڑھائی کے بارے غافل نہیں رہتا۔ جو اس سے غافل ہو وہ زمانے کے ساتھ نہیں چل سکتا۔ میں امید رکھتا ہوں کہ آپ مثالی طالب علم کے اوصاف اپنانے کی کوشش کریں گے۔

سوالات

- ۱۔ مندرجہ ذیل سوالات کے مختصر جواب لکھیے:
 - ۱۔ طلبہ کو اظہارِ خیال کے مواقع سے کیا فائدہ بہم پہنچتا ہے؟
 - ۲۔ آپ کے خیال میں ایک طالب علم کے لیے سب سے اہم خوبی کون سی ہے؟
 - ۳۔ وطن سے سچی محبت کا کیا تقاضا ہے؟
 - ۴۔ صاف ستھری عادات سے کیا مراد ہے؟
 - ۵۔ پڑھائی کے علاوہ دیگر سرگرمیاں کیا کیا ہو سکتی ہیں؟
- ۲۔ اعراب کی مدد سے تلفظ واضح کیجیے۔

توجہ، تربیت، جماعت، طلبہ، نشست، احترام
- ۳۔ نیچے دیے گئے مرکبات کے نام بتائیے جیسے دل و جان۔ مرکب عطفی:

اخلاقی نشوونما، طلبہ کے مسائل، گہری دل چسپی، دل و جان، اچھی گفتگو، جسم اور لباس، مثالی طالب علم، سچی محبت،

اخبارات و جرائد، حالاتِ حاضرہ
- ۴۔ مندرجہ ذیل مرکبات میں خط کشیدہ لفظوں پر غور کیجیے:

نار و وال سے۔ شکر گڑھ تیک۔ درخت پر۔ مسجد میں۔

ان مرکبات میں ”سے“، ”تیک“، ”پر“، ”میں“ حروف جار ہیں۔

حروف جار سے پہلے جو اسم ہیں انھیں مجرور کہتے ہیں۔ یوں مجرور اور جار سے بننے والے مرکب کو مرکب جارِ جاری کہتے ہیں۔

اس سبق سے مرکب جارِ جاری کی پانچ مثالیں تلاش کیجیے۔

راجا صاحب محمود آباد

نوجوان طالب علم نے سینئر کیمرج کا امتحان پاس کیا تو قائد اعظم جنہیں وہ چچا جان کہتا تھا، سے مشورہ کیا کہ آئندہ تعلیم کے لیے کس ادارے میں داخلہ لے۔ قائد اعظم نے یہ بات سن کر فرمایا ”تمہیں کسی ادارے میں داخلہ لینے کی ضرورت نہیں۔ تم میرے ساتھ رہو۔ میں تمہاری یونیورسٹی ہوں۔“ قائد کا یہ طالب علم محمد امیر احمد تھا جو برصغیر کی تاریخ میں راجا صاحب محمود آباد کے نام سے مشہور ہے۔

راجا صاحب محمود آباد اُن مسلمان طلبہ کے سردار تھے جو قائد کا پیغام ہر مسلمان گھرانے تک پہنچانے میں پیش پیش تھے۔ سینئر کیمرج کا امتحان پاس کرنے کے بعد وہ قائد اعظم کے مشورے سے تحریک آزادی میں عملی طور پر حصہ لینے لگے تھے۔ محمد امیر احمد خاں ہندوستان کی ایک مشہور اور بڑی ریاست محمود آباد میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد محمد علی محمد خاں قائد اعظم محمد علی جناح کے دوست تھے۔ لکھنؤ میں اُن کا ”قیصر باغ“ تحریک آزادی کے معروف اور مشہور مسلم رہنماؤں مولانا محمد علی جوہر، مولانا شوکت علی، مولانا حسرت موہانی اور محمد علی جناح کی قیام گاہ تھا۔ محمد علی محمد خاں مہاراجا محمود آباد نے قومی تحریکوں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ آپ کا محل برصغیر میں برپا ہونے والی تحریکوں کے قائدین کا ریسٹ ہاؤس تھا جہاں ملکی سیاست کے حال و مستقبل پر تبادلہ خیال ہوتا تھا۔

راجا صاحب محمد امیر احمد خاں نے ابتدائی تعلیم لکھنؤ ہی میں حاصل کی۔ انھیں عربی، فارسی، انگریزی اور اردو پر دسترس حاصل تھی۔ آپ نے جس کالج سے سینئر کیمرج کیا اُس کا ماحول خالص انگریزی تھا۔ انگریزی میں استعداد بڑھانے کے لیے آپ ورڈ مییکنگ (Word Making) اور ورڈ ٹیلنگ (Word Telling) جیسے طریقے استعمال کرتے۔

راجا صاحب کے محمد علی جناح سے خاندانی مراسم تھے۔ راجا صاحب محمد امیر احمد، قائد اعظم سے نوسال کی عمر میں پہلی بار ملے۔ اُن کے والد نے محمد علی جناح سے انھیں ملاتے ہوئے کہا ”ان سے ملو۔ یہ تمہارے چچا ہیں“ اس کے بعد راجا صاحب نے قائد اعظم کو ہمیشہ چچا ہی کہا اور اُن کے ہر حکم کو سر آنکھوں پر رکھا۔ آپ کے مسلم لیگ میں شامل ہونے کی خبر چھپی تو یو۔ پی کے گورنر نے انھیں ڈنر پر مدعو کیا اور پوچھا ”تمہیں معلوم ہے کہ تمہارے اس اقدام کے کیا نتائج نکل سکتے ہیں؟“ تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ تمہاری ریاست محمود آباد حضرت ملک معظم کی طرف سے عطیہ ہے جسے وہ کسی وقت بھی واپس لے سکتے ہیں۔“ لیکن راجا صاحب نے محمد علی جناح کی حمایت جاری رکھی اور گورنر کے اس خاص ”ڈنر“ کا کچھ اثر نہ لیا۔

راجا صاحب نے ہمیشہ خدمتِ خلق اور فیاضی کو مدنظر رکھا۔ مسلمان اور رفاہ عامہ سے اُن کی محبت اپنی مثال آپ ہے۔ ایک دفعہ قائد اعظم اُن کے ہاں تشریف لائے اور مہاراجا محمد علی محمد خاں سے محو گفتگو تھے کہ راجا صاحب محمود آباد کھیتے کھیتے وہاں چلے گئے۔ قائد اعظم نے پوچھا امیر! تم پہلے مسلمان ہو یا ہندوستانی؟ راجا صاحب نے جواب دیا، پہلے مسلمان پھر ہندوستانی۔ یہی محبت اُن کی شخصیت کا خاصا بن گئی۔

راجا صاحب کو اللہ تعالیٰ نے بیٹا عطا کیا تو مبارک باد دینے والوں سے فرمایا ”مبارک باد اس وقت دیجیے جب وہ مسلمان نکلے۔ ابھی مبارک باد دینے کا وقت نہیں ہے۔“ بیٹے کی پیدائش پر آپ نے اظہارِ خوشی کی خاطر بچے کی نخیال اور دھیاں سے لاکھوں روپے اکٹھے کیے

اور خیر آباد کے آنکھوں کے ہسپتال میں دے آئے کہ یہی اچھا مصرف تھا۔

مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن کے پلیٹ فارم سے آپ نے تحریک پاکستان میں نئی روح پھونک دی۔ آل انڈیا مسلم لیگ کا پیچسواں اجلاس پندرہ تا سترہ اکتوبر ۱۹۳۷ء لکھنؤ میں منعقد ہوا۔ اس سے خطاب کرتے ہوئے آپ نے کہا ”میں آل انڈیا مسلم لیگ کے اس اجلاس میں آپ کا خیر مقدم کرتا ہوں۔ آج یہاں کوئی ایسا مسلمان موجود نہیں ہے جو خیال و عمل کی آزادی کا خواہاں نہ ہو اور جو ایک آزاد مملکت میں رہنے کا خواہش مند نہ ہو۔ جو لوگ ہمیں رجعت پسند کہتے ہیں اُن کو یاد رکھنا چاہیے کہ وہ مسلمانوں سے خطاب کر رہے ہیں جن کے مذہب نے انہیں آزادی کی تعلیم دی۔ جس کے بغیر وہ صحیح معنوں میں زندہ نہیں رہ سکتے۔ یہ اجلاس کے لیے فال نیک ہے کہ مسٹر محمد علی جناح ہمارے صدر ہیں۔ آپ کی قیادت ہمارے لیے مسرت کا ذریعہ ہے اور دشمنوں کے لیے تشویش کا باعث۔“

راجا صاحب محمود آباد ۱۹۱۴ء میں پیدا ہوئے۔ اپنے والد محترم کی طرح مسلمانانِ ہند کی بے غرض خدمت کی تحریک آزادی اور تحریک پاکستان میں انہوں نے تن من دھن سب کچھ قوم کی نذر کر دیا۔ مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن کے صدر رہے اور مسلم لیگ کی مجلس عاملہ کے رکن بھی۔ انہوں نے کوئی مالی منفعت، کوئی عہدہ یا مراعات حاصل نہ کیں کہ یہی اُن کی تربیت کا حصہ تھا۔ اُن کے والد نے بھی مسلم لیگ کی صدارت کو قبول نہ کیا اور اس کے لیے علی برادران کی والدہ ”بی اماں“ کو نامزد کیا تھا۔

آپ نے لندن کے ”اسلامی مرکز“ کا انتظام بخشن و خوبی چلایا اور خدمتِ ملی کو اوڑھنا بچھونا بنائے رکھا۔ زندگی بھر مسلمانوں اور خلقِ خدا سے محبت کرنے والا درویش صفت راجا لندن کے تین کمروں والے فلیٹ میں خالقِ حقیقی سے جا ملا۔ یہ ۱۹۷۳ء تھا۔ راجا صاحب جہاں بڑے فیاض، ملنسار اور مہمان نواز طبیعت کے مالک تھے وہاں علم و ادب سے بھی لگاؤ اور ذوق رکھتے تھے۔ اُن کا تخلص ”محبوب“ تھا۔ سید اصغر علی شاہ نے اُن کی ”سوانح حیات“ میں یہ رباعی لکھی ہے۔

کشتی طاعت کی کھینے والے نہ رہے خالق سے جزا کے لینے والے نہ رہے
اللہ کے حق کا ذکر کیا دنیا میں بندوں کے حقوق دینے والے نہ رہے

سوالات

- ۱۔ مندرجہ ذیل سوالات کے مختصر جواب لکھیے۔
 - ا۔ مہاراجا محمد علی محمد خاں کے ”قیصر باغ“ کی کیا اہمیت ہے؟
 - ب۔ راجا صاحب محمود آباد کا اصل نام کیا تھا؟
 - ج۔ تحریک پاکستان میں راجا صاحب محمود آباد نے کیا خدمات انجام دیں؟
 - د۔ ہمیں راجا صاحب محمود آباد کی کس مثال کی تقلید کرنی چاہیے؟
- ۲۔ کالم الف میں مسلم راہنماؤں کے نام دیے گئے ہیں جب کہ کالم ب میں ان کے ستین ولادت بے ترتیبی سے لکھے گئے ہیں۔ آپ ہر راہنما کے نام کے سامنے کالم ج میں اُس کا درست سال پیدائش لکھیں۔

کالم الف	کالم ب	کالم ج
قائد اعظمؒ	۱۸۷۵ء	
علامہ اقبالؒ	۱۸۷۶ء	
مولانا حسرت موہانیؒ	۱۸۷۷ء	
مولانا محمد علی جوہرؒ	۱۸۷۸ء	
راجا صاحب محمود آبادؒ	۱۹۱۴ء	
- ۳۔ نیچے دیے گئے مرکبات پر غور کیجیے:

ذہین طالب علم۔ گرم چائے۔ سرخ پھول۔ بہادر سپاہی۔ نیک مرد
 ہر مرکب دو لفظوں پر مشتمل ہے۔ پہلا لفظ صفت ہے جب کہ دوسرا موصوف۔
 صفت اور موصوف سے مل کر بننے والے مرکب کو مرکب توصیفی کہتے ہیں۔ عربی اور فارسی میں صفت بعد میں آتی ہے اور موصوف پہلے۔ مثال کے طور پر: کشور حسین۔ مرد دانا۔ رخ انور۔ ربّ عظیم۔ جبکہ اردو میں صفت پہلے اور موصوف بعد آتا ہے۔
 اس سبق میں سے مرکب توصیفی کی پانچ مثالیں تلاش کیجیے۔ عربی اور فارسی کی مثالیں اساتذہ سے پوچھیں۔

علامہ اقبال اور تصوف پاکستان

اسلام کا ایک خاص مزاج ہے۔ مسلمان صدیوں سے ہندوؤں کے ساتھ رہ رہے تھے مگر اس تمام عرصے میں انھوں نے اپنا مخصوص مزاج اور تشخص قائم رکھا۔ ہندو اور مسلمان کبھی ایک قوم نہ بن سکے۔ مسلمانوں کے رسوم و رواج ہندوؤں سے مختلف رہے۔ ان کی عبادات کے طریقے جدا جدا تھے۔ دونوں کا طریقہ تعمیر الگ الگ تھا۔ دونوں کے مشاہیر علیحدہ علیحدہ تھے۔ دونوں کے تاریخی ورثے میں فرق تھا۔ مستقبل میں بھی دونوں قوموں کی مشترکہ ثقافت کے وجود میں آنے کا قطعی طور پر کوئی امکان نہ تھا۔

مسلمانوں کی قومیت کا دار و مدار کسی خاص جغرافیائی حد بندی یا نسل اور رنگ پر ہرگز نہیں بلکہ ایک نظریہ پر ہے۔ اسلام قومیت کا جو نظریہ پیش کرتا ہے وہ رنگ و نسل یا وطن کی حدود و قیود سے ماورا ہے۔ ہر وہ شخص جو اللہ کی توحید اور حضرت محمدؐ کی رسالت پر ایمان رکھتا ہے، اس قوم کا فرد ہے۔ ہندوستان میں ہر رنگ، ہر نسل اور ہر خطے کے مسلمانوں نے انگریزوں اور ہندوؤں سے آزادی کا مطالبہ کر کے ایک الگ قوم ہونے کا ثبوت دیا۔

کئی مسلمان راہنماؤں نے مسلمانوں کے الگ قومی وجود کا ذکر کیا۔ سر سید احمد خاں وہ پہلے مسلمان راہنما ہیں جنھوں نے برصغیر کے مسلمانوں کے لیے پہلی دفعہ قوم کا لفظ استعمال کیا۔ جب انھوں نے محسوس کیا کہ ہندو مسلمانوں کے تہذیبی و ثقافتی ورثے کو مسخ کرنے کے درپے ہیں تو انھوں نے مسلمانوں کو اپنے تشخص کی حفاظت کرنے کی تلقین کی۔ ایک موقع پر سر سید احمد خاں نے واضح الفاظ میں فرمایا:

”ہندوستان میں مختلف اقوام اور مذاہب کے لوگ آباد ہیں۔ مذہبی تصورات کی سختی نے اب تک ایک دوسرے کو یوں باہم الگ رکھا ہے کہ آباؤ اجداد کے وقت سے پڑوس میں رہنے والے بھی ملتے وقت ہاتھ ملا بیٹھیں تو الگ ہو کر سب سے پہلے ہاتھ دھوتے ہیں۔ ہندوستان ایک براعظم ہے اور اس میں مختلف اقوام اور مذاہب کے آدمی کثرت سے رہتے ہیں۔“

قائد اعظم محمد علی جناحؒ نے بھی کئی موقعوں پر مسلمانوں کے ہندوؤں سے الگ قوم ہونے کا ذکر کیا۔ انھوں نے فرمایا:

”ہندوستان نہ تو ملک ہے، نہ اس کے باشندے ایک قوم ہو سکتے ہیں۔ یہ ایک ذیلی براعظم ہے جہاں متعدد قومیں آباد ہیں۔ ان میں ہندو اور مسلم دو اہم قومیں ہیں۔“

ایک اور موقع پر بانی پاکستان نے ارشاد فرمایا:

”قومیت کی جو بھی تعریف کی جائے، اس تعریف کی رو سے مسلمان ایک الگ قوم ہیں۔ وہ اس بات کا حق رکھتے ہیں کہ اپنی الگ مملکت قائم کریں۔“

علامہ محمد اقبالؒ بھی ان راہنماؤں میں سے ایک ہیں جنھوں نے برصغیر کے مسلمانوں کے لیے ایک الگ ریاست کے قیام کو ضروری سمجھا۔ انھوں نے شاعری کے ذریعے سے قوم کے تن مردہ میں جان ڈال دی اور اپنی شاعری کے ذریعے سے مسلمان قوم کو دوبارہ تازہ سے سرشار کر دیا۔ مسلمان جو ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے تھے، ان کے پیغام سے جہد و عمل پر آمادہ ہو گئے۔ علامہ اقبالؒ نے مفلوک الحالی کے شکار مسلمانوں کو ان کے

اسلاف کے زریں کارنامے یاد دلانے اور انھیں عظمتِ گم گشتہ پانے پر اکسایا۔ آپ نے مسلمانوں میں آزادی کی تڑپ پیدا کر دی۔ علامہ محمد اقبالؒ سمجھتے تھے کہ برصغیر کے مسلمانوں کو اپنی تہذیب و ثقافت اور مذہب کے مطابق زندگی بسر کرنے کے لیے ایک الگ وطن کی ضرورت ہے۔ آپ نے اپنے مشہور خطبہؒ ”الہ آباد ۱۹۳۰ء“ میں ارشاد فرمایا:

”مجھے ایسا نظر آتا ہے کہ اور نہیں تو شمال مغربی ہندوستان کے مسلمانوں کو بالآخر ایک اسلامی ریاست قائم کرنی پڑے گی۔ ہم چاہتے ہیں کہ اس ملک میں اسلام بہ حیثیت ایک تہذیبی قوت کے زندہ رہے۔ اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ ایک مخصوص علاقے میں اپنی مرکزیت قائم کرے۔ میں صرف ہندوستان میں اسلام کی فلاح و بہبود کے خیال سے ایک منظم اسلامی ریاست کے قیام کا مطالبہ کر رہا ہوں۔“

مغربی مفکرین قومیت کی بنیاد جغرافیائی حدود کو قرار دیتے ہیں۔ ان کے نزدیک قومیں اوطان سے بنتی ہیں یعنی ایک خاص جغرافیائی حد بندی کے اندر رہنے والے تمام لوگ ایک قوم ہوتے ہیں۔ علامہ محمد اقبالؒ نے اس تصور قومیت کی نفی کی۔ ان کے خیال میں ”یورپ کی ملوکانہ اغراض اس بات کا تقاضا کرتی ہیں کہ اسلام کی وحدت دینی کو پارہ پارہ کرنے کے لیے اس سے بہتر اور کوئی حربہ نہیں کہ اسلامی ممالک میں فرنگی نظریہ وطنیت کی اشاعت کی جائے۔“

علامہ محمد اقبالؒ فرنگی نظریہ وطنیت کو ایشیا خصوصاً اسلام کے لیے بہت بڑا خطرہ محسوس کرتے تھے۔ چنانچہ انھوں نے اپنی عمر کا نصف حصہ اسلامی قومیت کی تشریح و توضیح میں گزارا۔ شاعر مشرق نے اپنی شاعری میں بھی قومیت کا اسلامی تصور پیش کیا۔ ان کے مندرجہ ذیل شعرا سی نظریہ کی وضاحت کرتے ہیں۔

قوم مذہب سے ہے، مذہب جو نہیں تم بھی نہیں
جذب باہم جو نہیں، محفلِ انجم بھی نہیں
اپنی ملت پر قیاس اقوامِ مغرب سے نہ کر
خاص ہے ترکیب میں قومِ رسولِ ہاشمیؐ
ان کی جمعیت کا ہے ملک و نسب پر انحصار
قوتِ مذہب سے مستحکم ہے جمعیت تری

تحریک پاکستان میں شاعر مشرق نے جو کلیدی کردار ادا کیا، وہ اپنی مثال آپ ہے۔ آپ مجلس قانون ساز کے رکن رہے۔ آپ نے گول میز کانفرنس میں شرکت کی۔ قائد اعظم محمد علی جناحؒ سے آپ کے قریبی مراسم تھے۔ ایک موقع پر جب قائد اعظمؒ بدول ہو کر انگلستان چلے گئے تھے تو یہ اقبالؒ ہی تھے جنھوں نے قائد اعظمؒ کو ہندوستان آکر مسلم قوم کی راہ نمائی پر آمادہ کیا تھا۔ دونوں عظیم راہ نمائوں کے مابین ہونے والی خط کتابت ہماری قومی تاریخ کا نادر ذخیرہ ہے۔ بانی پاکستان کے دل میں شاعر مشرق کے لیے کس قدر احترام تھا، اس کا اندازہ ان الفاظ سے کیا جاسکتا ہے جو علامہ اقبالؒ کی وفات پر ان کی خدمات کو خراج عقیدت پیش کرتے ہوئے قائد اعظمؒ نے فرمایا:

”میرے لیے وہ ایک راہ نمائے، دوست اور فلسفی۔ مسلم لیگ کو جن تاریک ترین لمحوں سے گزرنا پڑا، ان میں بھی وہ چٹان کی

طرح ثابت قدم رہے اور ایک لمحے کے لیے بھی متزلزل نہ ہوئے۔“
 علامہ محمد اقبالؒ کی انھی خدمات کے صلے میں انھیں ”مفکر پاکستان“ کے نام سے بھی یاد کیا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ پاکستان کا تصور دینے والے اس راہ نما کو کروٹ کروٹ جنت نصیب فرمائے۔ آمین!

سوالات

- ۱۔ مندرجہ ذیل سوالات کے مختصر جواب لکھیے:
 - ا۔ انگریز مسلمانوں کے ساتھ کیسا سلوک کرتے تھے؟
 - ب۔ علامہ اقبالؒ نے برصغیر کے مسلمانوں کو کیا پیغام دیا؟
 - ج۔ ایک طویل عرصے تک اکٹھا رہنے کے باوجود ہندو اور مسلمان ایک کیوں نہ ہو سکے؟
 - د۔ خطبہ الہ آباد میں کیا کہا گیا تھا؟
 - ہ۔ علامہ اقبالؒ کا کوئی ایسا شعر لکھیے جس میں اتحاد کی تلقین کی گئی ہو۔
- ۲۔ نیچے دیے گئے ہر بیان کے چار جوابات میں سے درست جواب کے حرفی نمبر کے گرد دائرہ لگائیے:
 - i۔ مسلمان محو تھے
 - (i) حکومت میں (ب) دولت میں (ج) خواب غفلت میں (د) شان و شوکت میں
 - ii۔ ملازمتوں میں ہندوؤں کے مقابلے میں مسلمانوں کا تناسب تھا
 - (i) زیادہ (ب) کم (ج) برابر (د) بہت زیادہ
 - iii۔ ہندو اُردو کے لیے کیسے جذبات رکھتے تھے؟
 - (i) محبت کے (ب) نفرت کے (ج) عقیدت کے (د) مروت کے
 - iv۔ علامہ اقبالؒ نے مسلمانوں کو ابھارا۔
 - (i) بغاوت پر (ب) ایچی ٹیشن پر (ج) ہنگاموں پر (د) عمل پر
 - v۔ مسلمانوں کو کس کی پاسبانی کے لیے ایک ہونے کی ضرورت ہے؟
 - (i) اپنے گھر کی (ب) حرم کی (ج) اپنے وطن کی (د) اپنے صوبے کی
 - vi۔ علامہ اقبالؒ نے خطبہ الہ آباد دیا۔
 - (i) ۱۹۲۸ء میں (ب) ۱۹۲۹ء میں (ج) ۱۹۳۰ء میں (د) ۱۹۳۱ء میں
 - ۳۔ مندرجہ ذیل واحد الفاظ کو جمع اور جمع کو واحد میں تبدیل کیجیے:

آبا۔ اجداد۔ عقائد۔ رسوم۔ امت۔ تاریخ۔ تجویز۔ اضلاع۔ حقوق

۴۔ کالم الف میں دیے گئے الفاظ کے متضاد کالم ب میں بے ترتیبی سے لکھے گئے ہیں آپ ہر لفظ کے سامنے کالم ج میں درست متضاد لکھیے:

کالم الف	کالم ب	کالم ج
اکثریت	مردہ	
آزادی	شک	
نفرت	ضعیف	
مایوسی	اقلیت	
یقین	امید	
زندہ	غلامی	
قوی	محبت	

۵۔ لفظ ”مشعل“ طرف مکاں ہے اس کے معنی ہیں وہ جگہ جہاں سے شعلہ نکلتا ہے۔

آپ اسی طرز کے مندرجہ ذیل لفظوں کے معنی لکھیے۔

مقتل۔ معبد۔ مخزن۔ مصدر۔ مدفن۔ مکتب۔ مقدس

۶۔ مندرجہ ذیل جملوں میں خط کشیدہ لفظوں پر غور کیجیے:

☆ حضرت ابراہیم خلیل اللہ کو نمرود نے آگ میں ڈالا۔

☆ سید الشہداء حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حق و صداقت کی خاطر بے مثال قربانی پیش کی۔

☆ حضرت علی ہجویری داتا گنج بخشؒ کا مزار لاہور میں ہے۔

خط کشیدہ الفاظ ایسے نام ہیں جو کسی خوبی یا وصف کے باعث مشہور ہو گئے ہیں۔ ایسے ناموں کو لقب کہتے ہیں۔ لقب اسم علم کی ایک قسم ہے۔ آپ تین نام اور لکھیں۔

تحریک پاکستان میں علما کا حصہ

دنیا بھر کی قومیں اپنے نظریہ حیات کے مطابق معاشرے کی تشکیل کرتی ہیں اور ترقی کی منازل طے کرتی ہیں۔ پاکستانی قوم کا نظریہ حیات نظریہ پاکستان ہے جس کی اساس کلمہ طیبہ ہے۔ اسی لیے اقبالؒ نے فرمایا تھا:

عخاص ہے ترکیب میں قوم رسول ہاشمیؐ

برصغیر پاک و ہند میں نظریہ پاکستان اُسی دن وجود میں آ گیا تھا جب برصغیر کے بانیوں کا پہلا فرد رسول ہاشمیؐ کی قوم کا فرد ہو گیا تھا۔ اس کی شناخت کلمہ ٹھہرا اور یہ علاقہ ایک نہیں دو قوموں کا مسکن بن گیا۔

برصغیر میں جس قوم کو عددی برتری حاصل تھی وہ ہندو قوم ہے۔ مسلمان قوم مذہبی، معاشی، معاشرتی، تہذیبی، ثقافتی اور ادبی لحاظ سے الگ شناخت کی حامل قوم ہے۔ دوسری قوم الگ پہچان رکھتی ہے۔ قومی وجود کا یہ نظریہ دو قومی نظریہ کہلاتا ہے۔ اسی لیے کہا جاتا ہے ”قومیت کی تعریف چاہے جس طرح کی جائے، اس کی رُو سے مسلمان ایک الگ قوم کی حیثیت اور پہچان رکھتے ہیں“ یہ وہی نظریہ ہے جسے مجدد الف ثانیؒ اور شاہ ولی اللہؒ نے سیپا اور قائد اعظمؒ اور علامہ اقبالؒ نے قوت گویائی بخشی۔ یہی نظریہ الگ مسلم وطن کی بنیاد بنا۔

تحریک پاکستان دراصل اُن علما اور اولیا کا برپا کردہ انقلاب ہے جو سرزمین ہندوستان میں آئے اور چھوت چھات کے ہاتھوں منقسم ہندو معاشرے میں انسانی مساوات اور بھائی چارے کی بنا ڈالی۔ لوگ اُن کے حسن اخلاق، اطوار اور طرز بود و باش سے متاثر ہو کر قوم رسول ہاشمیؐ کے فرد بنتے گئے۔ رفتہ رفتہ مسلمانوں پر اہل علاقہ کی رُسوم اثر انداز ہونے لگیں۔ اُن کا قومی وجود شناخت کھونے لگا۔ ایسے نازک وقت میں مجدد الف ثانیؒ نے مسلمانوں کی الگ شناخت اور حیثیت کے پودے کو ہرا بھرا رکھا جسے شاہ ولی اللہؒ نے پروان چڑھایا۔ حالاں کہ ہندو مت بہت سے مذاہب کو اپنے اندر سمو چکا تھا۔

ایسے تمام افراد کا احترام جنہوں نے دو قومی نظریے کے لیے تن من دھن سے کوشش کی، ہم سب پر لازم ہے۔ خاص کر اُن علما اور اولیا کا جن کی سوچ و فکر نے تحریک پاکستان میں دو قومی نظریے کی اساس پر الگ وطن کے تصور کو اجاگر کیا۔ ان مردانِ حق کی تعداد گنی نہیں جاسکتی لیکن چند ایک نام ایسے ہیں جو تاریخ کا مستقل حصہ بن گئے ہیں۔ ان ناموں میں سید احمد شہیدؒ، سید اسماعیل شہیدؒ، مولانا عبید اللہ سندھیؒ، مولانا احمد رضا خاں بریلویؒ، مولانا اشرف علی تھانویؒ، مولانا مرتضیٰ احمد خاں میکیشؒ، مولانا نعیم الدین مراد آبادیؒ، مولانا مودودیؒ، مولانا عبیدالحامد بدایونیؒ، مولانا عبدالستار نیازیؒ، مولانا شبیر احمد عثمانیؒ، مولانا ظفر احمد عثمانیؒ، علامہ ابن حسن جارچویؒ، حافظ کفایت حسینؒ، پیر جماعت علی شاہؒ، وہ بڑے نام ہیں جو دو قومی نظریے اور آزاد مسلم مملکت کے تصور و تشکیل سے منسلک رہے۔

مولانا عبید اللہ سندھیؒ غلامی کو بہت بڑی لعنت سمجھتے تھے۔ اُن کا فرمان ہے ”غلامی کی سب سے بڑی لعنت یہ ہوتی ہے کہ محکوم اپنے قومی وجود اور اُس کی شخصیت کو بھول جاتے ہیں۔“ آپ نے مکہ میں منعقد ہونے والی ورلڈ مسلم کانگریس میں ہندوستان کی آزادی کی تحریک متعارف کرانے کی کوشش کی اور مندوبین سے ملنے میں کامیاب رہے۔ آپ نے ہندوستان کو جمہوری حکومتوں کا وفاق بنائے جانے کی تجویز بھی دی۔

بیسویں صدی کا دوسرا عشرہ اس لحاظ سے بڑی اہمیت رکھتا ہے کہ اسی عشرے سے دو قومی نظریہ متحدہ ہندوستان میں زور پکڑنے لگا تھا۔ مولانا احمد رضا خاں بریلوی ”ہندو مسلم اتحاد“ کے اثرات بھانپ گئے تھے۔ آپ تمام کفار کو، چاہے وہ کافر ہو، مرتد ہو، مشرک ہو یا کسی بھی غیر اسلامی دین سے منسلک ہو، مسلمانوں کا دشمن سمجھتے تھے۔ آپ نے مسلمانوں کو ہندو مسلم اتحاد کے خطرناک نتائج سے آگاہ کیا۔ مولانا مرتضیٰ احمد خاں میکش نے مسلمان قوم کے الگ تشخص اور پہچان کو مد نظر رکھتے ہوئے مضامین لکھے۔ آپ نے پنجاب سندھ، بلوچستان اور سرحدی علاقوں پر مشتمل مسلم وطن کے قیام کا مطالبہ کیا۔ آپ نے اس حق کو بین الاقوامی طور پر تسلیم شدہ حق خود ارادیت کے حقوق کے تحت تسلیم کیے جانے کا مطالبہ کیا۔

مولانا نعیم الدین مراد آبادی نے متحدہ ہندوستان کو ہندو مسلم علاقوں میں تقسیم کرنے اور اہل علاقہ کی حکومت کی تجویز دی۔ اس طرح علامہ اقبال کے دو قومی نظریہ کو تقویت ملی۔ مولانا عبدالحامد بدایونی نے کہا ”ہم الگ مسلم وطن کے قیام کے حامی ہیں“ جب کہ مولانا عبد الستار خاں نیازی نے ”خلافت پاکستان“ نامی پمفلٹ شائع کیا جس میں مسلم ریاست کا مطالبہ کیا گیا تھا۔ پیر جماعت علی شاہ نے سری نگر میں اجتماع میں اعلان فرمایا کہ مسلمانوں کو مسلم لیگ کے جھنڈے تلے جمع ہو جاؤ..... اس وقت دو جھنڈے ہیں اب فیصلہ کرو کہ کس کے ساتھ ہو۔“ اسی طرح ایک موقع پر آپ نے کہا ”حکومت اور کانگریس دونوں کان کھول کر سن لیں مسلمان بیدار ہو چکے ہیں۔ اب دنیا کی کوئی طاقت اُن کے مطالبہ پاکستان کو نال نہیں سکتی۔“

مولانا اشرف علی تھانوی ”کانگریس کی پالیسیوں کے شدید مخالف تھے۔ اُنھوں نے مسلمانوں کی ’کانگریس‘ میں شمولیت کو ناجائز قرار دیا۔ آپ سمجھتے تھے کہ کانگریس کے مردہ جسم کو مسلمانوں کی شمولیت نے جان بخشی ہے۔ حالانکہ اُن کی یہ شمولیت مسلمانوں اور اسلام دونوں کے لیے خطرناک ہے۔ آپ ہندو مسلم اتحاد کی قلعی کھولتے رہے۔ مولانا فرماتے تھے کہ یہ اتحاد محض ایک مفروضہ ہے کیوں کہ اتحاد اُسی صورت میں ہو سکتا ہے جب دونوں قومیں تعداد میں مساوی ہوں۔ ہندو قوم اور اُن کے رہنماؤں کے بارے میں اُن کی قطعی رائے تھی کہ وہ مسلم قوم کے دوست اور ہمدرد نہیں ہو سکتے۔ آپ نے قائد اعظم کی بھرپور تائید و حمایت کرتے ہوئے انھیں خط بھی لکھا۔ آپ نے بیسویں صدی کی چوتھی دہائی میں پیش گوئی کی تھی کہ پاکستان ۱۹۴۷ء میں قائم ہو جائے گا۔ آپ کی یہ پیش گوئی ۱۴ اگست ۱۹۴۷ء کو پوری ہو گئی۔

تحریک پاکستان اور دو قومی تشخص میں علماء اور مشائخ کا کردار اپنی مثال آپ ہے۔ مذکورہ بالا علمائے حق کے ساتھ ساتھ علامہ شبیر احمد عثمانی کی خدمات بھی کم نہیں۔ آپ طویل غور و خوض کے بعد اس نتیجے پر پہنچے کہ ”حصول پاکستان کی خاطر مسلم لیگ کی تائید و حمایت کرنی چاہیے۔ اگر اس وقت مسلم لیگ ناکام ہو گئی تو پھر شاید ایک مدت تک مسلمانوں کو اس ملک میں پنپنے کا موقع نہیں ملے گا۔“ پاکستان معرض وجود میں آ گیا تو قائد اعظم نے تحریک پاکستان میں علماء اور مشائخ کی خدمات کا اعتراف کرتے ہوئے مغربی پاکستان میں علامہ شبیر احمد عثمانی اور مشرقی پاکستان میں مولانا ظفر احمد عثمانی کو پرچم کشائی کا شرف بخشا۔

سوالات

- ۱۔ مندرجہ ذیل سوالات کے مختصر جواب لکھیے۔
 - ا۔ دو قومی نظریے سے کیا مراد ہے؟
 - ب۔ برصغیر میں اسلام کے تیزی سے پھیلنے کی کیا وجہ تھی؟
 - ج۔ تحریک پاکستان میں حصہ لینے والے پانچ علما کے نام لکھیے۔
 - د۔ قائد اعظمؒ نے علما و مشائخ کے کردار کا اعتراف کیسے کیا؟
 - ہ۔ سید جماعت علی شاہؒ نے مسلمانوں سے کیا مطالبہ کیا؟
 - و۔ مولانا شرف علی تھانویؒ نے مسلمانوں کے کانگریس میں شامل ہونے کو ناجائز کیوں قرار دیا؟
 - ز۔ مولانا مرتضیٰ احمد خاں میکیشؒ نے مسلم تشخص کی پہچان میں کیا مدد کی؟
 - ۲۔ مندرجہ ذیل جملوں میں دی گئی خالی جگہ پُر کیجیے۔
 - ا۔ پاکستان کی بنیاد..... پر رکھی گئی ہے۔
 - ب۔ ہندو معاشرہ..... کے ہاتھوں منقسم تھا۔
 - ج۔ اسلام نے اونچ نیچ کی بجائے انسانی..... کا پیغام دیا۔
 - د۔ مغربی پاکستان میں پرچم کشائی کا شرف..... کو حاصل ہوا۔
 - ۳۔ 'حامی' اور 'ہامی' کے معنی کا فرق واضح کرنے کے لیے ان لفظوں کو اپنے جملوں میں استعمال کیجیے۔
 - ۴۔ مجدد، اجاگر کرنا، محکوم، مملکت، تشخص کو اپنے جملوں میں اس طرح استعمال کریں کہ ان کے معنی واضح ہو جائیں۔
 - ۵۔ واحد کے جمع اور جمع کے واحد لکھیں۔
- افکار، دین، درجہ، اولیا، عظام، مبلغ، طلبہ، مشائخ

جیوے پاکستان

جیوے	جیوے	پاکستان
جیوے	جیوے	پاکستان
مہکی مہکی روشن روشن پیاری پیاری نیاری		
رنگ برنگے پھولوں سے اک جی ہوئی پھلاری	-	پاکستان
جیوے	جیوے	پاکستان
من پنچھی جب پنکھ ہلائے کیا کیا سر بکھرائے		
سننے والے سنیں تو اُن میں ایک ہی دھن لہرائے	-	پاکستان
جیوے	جیوے	پاکستان
بکھرے ہوؤں کو، پھڑپھڑے ہوؤں کو اک مرکز پہ لایا		
کتے ستاروں کے جھرمٹ میں سورج بن کر آیا	-	پاکستان
جیوے	جیوے	پاکستان
سب محنت کش گلے ملے اور ابھرا اک پیغام		
اس پیغام کو سمجھو یہ ہے قدرت کا انعام	-	پاکستان
جیوے	جیوے	پاکستان
جھیل گئے دُکھ جھیلنے والے اب ہے کام ہمارا		
ایک رکھیں گے ایک رہے گا ایک ہے نام ہمارا	-	پاکستان
جیوے	جیوے	پاکستان
(جیل الدین عالی)		

☆ ملی نغمہ یاد کریں۔ جماعت اور سکول اسمبلی میں پڑھیں۔

آزادی کا متوالا

مسلمانوں کی ہندوستان آمد نے یہاں علم، انصاف، مساوات اور بھائی چارے کا جو چراغ روشن کیا اُسے فروزاں رکھنے میں یہاں کے نو مسلم افراد نے بھی نمایاں کردار ادا کیا ہے۔ ان نو مسلموں میں مولانا عبید اللہ سندھی اور مولانا عبد المجید سندھی کے نام نمایاں ہیں۔

مولانا شیخ عبد المجید سندھی سندھ کے ایک ہندو گھرانے میں ۱۸۸۹ء میں پیدا ہوئے۔ اس وقت ان کا گھرانہ ٹھٹھے میں آباد تھا۔ والدین نے ان کا نام جیٹھاندر رکھا۔ جیٹھاندر نے میٹرک کرنے کے بعد ایک ہندو وکیل کے ہاں ملازمت کر لی۔ آپ کے خاندان نے کراچی میں سکونت اختیار کی تو میونسپلٹی میں ملازم ہو گئے۔ یہاں اُن کی ملاقات ماسٹر تاج محمد بلوچ سے ہوئی جو اسلام کی تبلیغ کیا کرتے تھے۔ اس تبلیغ کا اُن پر بے حد اثر ہوا۔ وہ اسی اثر کے نتیجے میں حیدر آباد گئے اور ایک نو مسلم عالم دین شیخ عبدالرحیم کے ہاتھ پر اسلام قبول کر لیا۔ جنھوں نے جیٹھا کا اسلامی نام عبد المجید رکھا۔ اس وقت مولانا کی عمر محض انیس بیس برس تھی۔

مولانا کے اسلام قبول کرنے کی خبر پر اُن کے گھر والے اُن کے مخالف ہو گئے۔ انھیں مقدمے کا سامنا کرنا پڑا جس کا فیصلہ اُن کے خلاف ہوا مگر اپیل کا فیصلہ اُن کے حق میں ہوا۔ اب آپ اپنے وکیل کے پاس ہی رہنے لگے اور سیاسی سرگرمیوں میں حصہ لینا شروع کر دیا۔ آپ نے تحریک خلافت، ریشمی رومال تحریک، ہلال احمر اور مسلم لیگ کے پلیٹ فارم سے مسلمانوں کے حقوق کے تحفظ، آزادی اور یہود کی جدوجہد کی۔ انھیں کئی بار گرفتار ہونا پڑا۔ آپ تحریک خلافت کے سرگرم رکن تھے۔ آپ نے مختلف شہروں میں تحریک کے اجلاس منعقد کروائے۔ حکومت نے انھیں جیل بھیجا مگر اس سے اُن کے عزم اور حوصلے کو تقویت ملی۔

مسلم لیگ کے اجلاس منعقدہ دہلی ۱۹۲۹ء میں سندھ کو بمبئی سے الگ صوبے کی حیثیت دینے کا مطالبہ کیا گیا۔ اسی طرح ۱۹۳۰ء میں کراچی میں منعقدہ کانفرنس کی صدارت مولانا عبد المجید سندھی نے کی۔ سندھ میں مسلمانوں کی اکثریت تھی مگر سیاسی، معاشی اور تعلیمی طور پر یہاں ہندوؤں کا غلبہ تھا جو مسلمانوں کے لیے بہت تکلیف دہ بات تھی۔ عبد المجید سندھی نے اس غلبہ کے خلاف آواز اٹھائی اور سندھ کی بمبئی سے علیحدگی کی قرارداد پاس کروائی۔ آخر کار حکومت کو ”سندھ“ الگ صوبہ بنانا پڑا۔

حضرت علامہ محمد اقبالؒ نے مسلم لیگ کے اجلاس الدہ آباد میں صدارتی خطبہ دیا تو پاکستان کا تصور واضح اور مزید نکھر کر سامنے آیا۔ اس اجلاس میں بھی مولانا عبد المجید سندھی شریک تھے۔ وطن کی آزادی اور مسلم تشخص کے لیے جدوجہد میں مولانا ہر اول دے دتے میں شامل تھے۔ ۱۹۳۷ء میں حکومت نے الیکشن منعقد کروائے۔ کانگریس کے امیدواروں کو شکست دینے والوں میں نمایاں نام مولانا عبد المجید سندھی کا تھا۔ آپ نے سرشاہ نواز بھٹو کے مقابلے میں کامیابی حاصل کی اور سندھ کی صوبائی حکومت میں وزیر مالیات بنے۔

۱۹۳۸ء میں سندھ مسلم لیگ کا اجلاس کراچی میں منعقد ہوا جسے کامیاب بنانے میں مولانا عبد المجید سندھی کا کردار کلیدی تھا۔ اس اجلاس میں مطالبہ کیا گیا کہ ملک کو مسلم ہندوستان اور غیر مسلم ہندوستان میں تقسیم کر دیا جائے۔ وفاق سکیم ترک کر دی جائے لیکن اسلامی صوبے اور ریاستیں آپس میں الحاق کر کے ایک الگ ملک بنالیں۔ اس طرح اسلامی ملک کے مطالبہ کا سہرا سندھ مسلم لیگ کے سر بندھا اور پوری مسلم قوم کے جذبات کا غماز بھی۔

پاکستان بننے کے بعد بھی آپ سیاست میں سرگرم رہے۔ آپ نے ایوب خان کی سیاسی مخالفت کی اور صدارتی انتخاب کی مہم میں محترمہ فاطمہ جناح کے ساتھ رہے۔ اس اختلاف اور صدارتی مہم میں محترمہ فاطمہ جناح کی طرف داری کے 'جرم' میں انھیں مقدمہ کا سامنا بھی کرنا پڑا۔ لیکن اصولوں پر کھوت نہ کرنا اور کلمہ حق سلطان کے سامنے کہ دینا آپ کی فطرت تھی سو اسی پر قائم رہے۔

شیخ صاحب سیاسی طور پر تو سرگرم تھے ہی وہ صحافت کے میدان میں بھی شہسواروں کی صف میں شامل رہے۔ آپ سندھی زبان کے معروف پرچوں 'الامین'، 'الوحید' اور 'الحق' کے مدیر رہے۔ سندھی جریڈوں کے ساتھ ساتھ آپ انگریزی ہفت روزے 'سندھ مسلم' سے بھی منسلک تھے اور اسے کامیابی سے چلاتے رہے۔

آپ نے مسلمانوں کی بہبود کا بہت خیال رکھا۔ وہ تعلیم و تربیت کی اہمیت سے آگاہ تھے۔ انھوں نے مسلمانوں اور ہاریوں کے لیے سکول کھولے اور تاریخی ورثے سے آگاہی کے لیے تاریخ اندلس، تواریخ جواہر، عمر بن عبدالعزیزؒ اور مسلم کیوینیٹیز اینڈ دیئر رائٹس! کتب لکھیں۔ مسلم کیوینیٹیز اینڈ دیئر رائٹس تحریک پاکستان کے حوالے سے، اخبار 'الامین' تحریک خلافت جب کہ 'الوحید' جہد و جہد آزادی کے حوالے سے گراں قدر مقام کی حامل ہے۔

اخلاص کا مجموعہ، مولانا عبید اللہ سندھیؒ کا جانشین، سرچشمہ حریت اور قوم کا یہ نڈر سپاہی ۱۹۷۸ء میں خالق حقیقی سے جلا ملا اور انھیں اُن کے فرمان کے مطابق ٹھٹھے کے مشہور قبرستان میں دفن کیا گیا۔

ع حق مغفرت کرے عجب آزاد مرد تھا!

سوالات

- ۱۔ مندرجہ ذیل سوالات کے مختصر جواب لکھیے:
 - ا۔ نو مسلموں میں مولانا عبید اللہ سندھی اور عبد المجید سندھی کے نام کیوں نمایاں ہیں؟
 - ب۔ کراچی میونسپلٹی میں اسلام کی تبلیغ کون کرتے تھے؟
 - ج۔ عبد المجید سندھی نے کن تحریک کے پلیٹ فارم سے مسلمانوں کے حقوق کے لیے جدوجہد کی؟
 - د۔ سندھ مسلم لیگ کا کون سا مطالبہ مسلم قوم کے جذبات کا غماز تھا؟
- ۲۔ ذیل میں دیے گئے سوالات کے درست جواب پر ✓ کا نشان لگائیں:
 - ا۔ مولانا عبد المجید سندھی کے والدین مذہباً کون تھے؟
 - i۔ مسلم
 - ii۔ سکھ
 - iii۔ عیسائی
 - iv۔ ہندو
 - ب۔ جیٹھانند کا اسلامی نام کس نے رکھا؟
 - i۔ مولانا عبید اللہ سندھی
 - ii۔ مولانا عبد المجید سندھی
 - iii۔ شیخ عبد الرحیم
 - iv۔ ماسٹر تاج محمد بلوچ
 - ج۔ ”مسلم کیونٹیلیئر اینڈ ڈیڑ رائٹس“ مشہور ہے:
 - i۔ تحریک خلافت کے حوالے سے
 - ii۔ تحریک ریشی رومال کے حوالے سے
 - iii۔ تحریک پاکستان کے حوالے سے
 - iv۔ ہلال احمر کے حوالے سے
 - د۔ جیٹھانند کس کی تبلیغ سے متاثر ہوا؟
 - i۔ مولانا عبید اللہ سندھی
 - ii۔ مولانا عبد المجید سندھی
 - iii۔ شیخ عبد الرحیم
 - iv۔ ماسٹر تاج محمد بلوچ
- ۳۔ مندرجہ ذیل الفاظ و محاورات کو اس طرح جملوں میں استعمال کریں کہ ان کا مفہوم واضح ہو جائے:
 - سکونت، سرگرم، تقویت، ہراول دستہ، سہرا بندھنا، کان دھرنا
- ۴۔ ”ڈوراندیش“ میں ”اندیش“ لاحقہ ہے۔ اس لاحقے کی مدد سے تین الفاظ بنائیے۔

مبارک رات کا تحفہ

مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ اُس دن رمضان المبارک کی ستائیسویں شب تھی۔ چودھری نصر الدین کی حویلی میں تمام گاؤں والے جمع تھے۔ بچوں کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ آج عید بھی نہیں ہے، پھر لوگ ایک دوسرے کو مبارک باد کیوں دے رہے ہیں؟ اور گلے مل کر ایک دوسرے کا ماتھا کیوں چوم رہے ہیں؟

بچے یہ سوچ ہی رہے تھے کہ گاؤں کے امام مسجد تشریف لے آئے، انھوں نے آتے ہی تمام لوگوں کو بہ آواز بلند مبارک باد دی اور کہا کہ بھائیو رمضان المبارک کا پورا مہینہ انتہائی اہمیت کا حامل ہے۔ خاص کر اس کی ستائیسویں رات کو تمام مسلمان اللہ تعالیٰ کی عبادت انتہائی خشوع و خضوع کے ساتھ کرتے ہیں کیوں کہ اس رات اللہ تعالیٰ نے قرآن نازل کرنا شروع کیا تھا۔

قرآن پاک ہمارے رب کی جانب سے بھیجی جانے والی آخری الہامی کتاب ہے۔ یہ کتاب سرچشمہٴ رشد و ہدایت ہے، اس کتاب کا موضوع انسان ہے۔ آج کی رات اللہ تعالیٰ کا خصوصی شکر یہ ادا کریں کہ آج کی رات اللہ تعالیٰ نے اپنے نبیؐ کو قرآن پاک کا تحفہ دیا تھا اور برصغیر کے مسلمانوں کو محبوب وطن پاکستان کا۔

حویلی میں بیٹھے ہوئے تمام افراد نے پاکستان کا نام سنتے ہی اسلام زندہ باد اور پاکستان زندہ باد کے نعرے لگانے شروع کر دیے۔ چودھری نصر الدین نے گاؤں والوں کا جوش و خروش دیکھتے ہوئے حاضرین کو قیام پاکستان کے بارے میں بتایا کہ ۱۴ اگست ۱۹۴۷ء کو ہمارا پیارا وطن پاکستان دنیا کے نقشے پر ابھرنے والا پہلا نظریاتی ملک ہے۔ عالم اسلام کا یہ انتہائی اہم ملک آج ایٹمی طاقت ہے۔ اس وطن کی خاطر مسلمانوں نے بڑی بڑی قربانیاں دی تھیں۔ ابھی ہر گھر میں کوئی نہ کوئی فرد ضرور زندہ ہے جس نے تحریک پاکستان میں حصہ لیا ہوگا، ذرا ان سے پوچھیں کہ ہم نے آگ اور خون کا ایک دریا پاٹ کر یہ خطہٴ زمین کیسے حاصل کیا تھا؟

ہندو چاہتے تھے کہ انگریزوں کے برصغیر سے چلے جانے کے بعد وہ اکثریت کے بل بوتے پر یہاں حکومت کریں مگر خدا بھلا کرے قائد اعظمؒ کا جن کی فہم و فراست سے آج ہم اس آزاد اور پاک سرزمین میں سانس لے رہے ہیں۔

بھائیو! آزادی کی کوئی قیمت نہیں۔ اس کا کوئی نعم البدل نہیں۔ آج ہمارے عہدے اور جائیدادیں سب اس ملک کی امانت ہیں۔ ہم سب کا فرض ہے کہ اس وطن کی دل و جان سے خدمت کریں اور جہاں بھی ہیں اور جو بھی ہیں اس کے محافظ کا کردار ادا کریں۔ اس کو ترقی دینے، سنوارنے اور سجانے میں اپنا اپنا کردار ادا کریں۔ پاکستانی لباس پہن کر اور قومی زبان بول کر فخر محسوس کریں۔

حاضرین میں چاچا نور دین بھی موجود تھا۔ جس کے بارے میں سب جانتے تھے کہ اُس کے ماں باپ اور بھائیوں کو ضلع ہوشیار پور سے پاکستان ہجرت کرتے ہوئے ہندوؤں اور سکھوں نے قتل کر دیا تھا۔ چاچا نور دین، جو اُس وقت بچہ تھا، شدید زخمی ہونے کے باوجود معجزانہ طور پر بچ گیا تھا، مولوی صاحب اور چودھری نصر الدین کی باتیں سن کر اپنی جگہ سے اٹھا اور کہنے لگا میں آپ سب کا تبادلے سے شکر گزار ہوں کہ آپ نے مجھے کبھی تنہا ہونے کا احساس نہیں ہونے دیا اور میں تنہا ہو بھی کیسے سکتا ہوں یہاں میرے کروڑوں کلمہ گو بھائی رہتے ہیں اور اس کلمے کی وجہ سے دنیا کے

ارہوں مسلمان تسبیح کے دانوں کی طرح ایک دوسرے سے جڑے ہوئے ہیں۔ میری آپ سے درخواست ہے کہ ہم سب مل کر مسجد جائیں اور قرآن اور آزادی جیسی دونوں نعمتیں ملنے پر شکرانے کے نوافل ادا کر کے اپنے وطن کی ترقی، خوش حالی، سر بلندی اور استحکام کے لیے دعا کریں۔

سوالات

- ۱۔ مندرجہ ذیل سوالات کے مختصر جواب لکھیے:
 - ا۔ وطن عزیز کے حوالے سے ستائیس رمضان المبارک کی کیا اہمیت ہے؟
 - ب۔ وہ کون سا اسلامی ملک ہے جو ایٹمی طاقت ہے؟
 - ج۔ ہمیں اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا شکر کیسے ادا کرنا چاہیے؟
 - د۔ ہم پر اپنے وطن کا کیا فرض ہے؟
 - ہ۔ دنیا کے مسلمانوں کے درمیان اخوت اور اتحاد کی بنیاد کیا ہے؟
 - و۔ آگ اور خون کا دریا پار کرنے سے کیا مراد ہے؟
- ۲۔ مناسب الفاظ کی مدد سے خالی جگہ پُر کیجیے:
 - ا۔ قرآن مجید رشد و ہدایت کا..... ہے۔
 - ب۔ قرآن مجید کا موضوع..... ہے۔
 - ج۔ پاکستان دنیا کا پہلا..... ملک ہے۔
 - د۔ انگریزوں کے رخصت ہونے کے بعد..... حکم رانی کے خواب دیکھ رہے تھے۔
 - ہ۔ آزادی کی کوئی..... نہیں۔
 - و۔ ہمیں..... زبان بولنے پر فخر کرنا چاہیے۔
- ۳۔ مندرجہ ذیل کو اپنے جملوں میں استعمال کیجیے۔

خشوع و خضوع، رشد و ہدایت، فہم و فراست، نعم البدل
- ۴۔ واحد کے جمع اور جمع کے واحد لکھیے۔

امام، مسجد، نبی، حفاظ، معجزہ، تنہ، افراد، نفل، وطن

ماں کا خواب

میں سوئی جو اک شب تو دیکھا یہ خواب
 یہ دیکھا کہ میں جا رہی ہوں کہیں
 لرزتا تھا ڈر سے مرا بال بال
 جو کچھ حوصلہ پا کے آگے بڑھی
 زمرد سی پوشاک پہنے ہوئے
 وہ چپ چاپ تھے آگے پیچھے رواں
 اسی سوچ میں تھی کہ مرا پسر
 وہ پیچھے تھا اور تیز چلتا نہ تھا
 کہا میں نے پہچان کر، میری جاں!
 جدائی میں رہتی ہوں میں بے قرار
 نہ پروا ہماری ذرا تم نے کی
 جو بچے نے دیکھا مرا بچ و تاب
 زلاتی ہے تجھ کو جدائی مری
 یہ کہہ کر وہ کچھ دیر تک چپ رہا
 سمجھتی ہے تو ہو گیا کیا اسے
 ترے آنسوؤں نے بھایا اسے

(علامہ محمد اقبالؒ)

مختصر جواب لکھیے۔

- ۱۔ ماں نے کیا خواب دیکھا؟ ایک ہی آکراف لکھیے۔
- ۲۔ بچے کا چراغ کیسے بجھا؟
- ۳۔ مندرجہ ذیل معرعوں کو مکمل کیجیے:
 - ا۔ زمرہ سی پہنچے ہوئے
 - ب۔ قدم کا تھا سے اٹھنا حال
 - ج۔ پروتی ہوں ہر روز کے ہار
 - د۔ دیا اُس کے میں جلتا تھا
- ۴۔ ماں کے موضوع پر کوئی اور اردو نظم تلاش کیجیے اور اسے اپنی کاپی میں خوش خط لکھیے۔
- ۵۔ اس نظم کو زبانی یاد کیجیے۔

ایک عظیم دن

قوموں اور ملکوں کی تاریخ میں کچھ دن خاص اہمیت کے حامل ہوتے ہیں۔ یہ دن کسی اہم واقعے کی یاد دلاتے ہیں۔ زندہ اور باشعور قومیں ان دنوں کی اہمیت کے پیش نظر انھیں خاص سلیقے اور اہتمام سے مناتی ہیں تاکہ قومی تاریخ آنے والی نسلوں کے ذہنوں میں محفوظ ہو جائے۔ ان خاص دنوں کو تہوار کہتے ہیں۔ یہ تہوار ہمیں اس بات کا موقع فراہم کرتے ہیں کہ ہم ماضی کے آئینے میں اپنے حال کا جائزہ لیں۔ اپنی کامیابیوں کو جاری رکھیں اور کوتاہیوں کا احتساب کر کے قبلہ درست کریں۔

وطن عزیز پاکستان کی تاریخ میں ۲۳ مارچ، ۲۱ اپریل، ۲۸ مئی، ۱۴ اگست، ۶ ستمبر، ۹ نومبر اور ۲۵ دسمبر کے دن اپنی اہمیت کے اعتبار سے اس بات کا تقاضا کرتے ہیں کہ انھیں پروقار انداز سے منایا جائے۔ چنانچہ ہم ان دنوں کو شایان شان طریقے سے مناتے ہیں۔ ۲۳ مارچ کا دن ہمیں اس جلسے کی یاد دلاتا ہے جو ۱۹۴۷ء میں اقبال پارک لاہور میں منعقد ہوا۔ یہ آل انڈیا مسلم لیگ کانسٹیبلوں اجلاس تھا۔ اس تاریخ ساز اجلاس کی یاد تازہ رکھنے کے لیے مینار پاکستان تعمیر کیا گیا ہے۔ دنیا میں کسی قرارداد کے منظور ہونے کی یاد میں جلسہ گاہ میں مینار تعمیر کرنے کی یہ منفرد مثال ہے۔ اس اہم اجلاس کی صدارت قائد اعظم محمد علی جناحؒ نے کی۔ جس جگہ مینار پاکستان اپنی پوری آب و تاب اور جاہ و جلال کے ساتھ دعوتِ نظارہ دے رہا ہے، عین اسی جگہ قائد اعظم کرسی صدارت پر جلوہ افروز تھے۔ اس اجلاس میں لگائے گئے خوب صورت بینر پر شاعر مشرق علامہ محمد اقبالؒ کا یہ شعر اہل ایمان کے خون کو گرما رہا تھا۔

جہاں میں اہل ایمان صورتِ خورشید جیتے ہیں
ادھر ڈوبے ادھر نکلے، ادھر ڈوبے ادھر نکلے

بنگلہ کے وزیر اعلیٰ مولوی اے۔ کے فضل الحق نے حاضرین کے سامنے قرارداد پیش کی۔ اس قرارداد کی تائید کرنے والوں میں بیگم محمد علی جوہرؒ، آئی۔ آئی چندر نگر، قاضی محمد عیسیٰ، چودھری خلیق الزمان اور مولانا ظفر علی خانؒ نمایاں تھے۔ اس اجلاس میں ہندوستان بھر سے سربراہانِ مسلم قاندرین تشریف لائے تھے۔ بیگم محمد علی جوہرؒ نے اپنی تقریر میں پاکستان کا لفظ بھی استعمال کیا۔

اس قرارداد میں کہا گیا تھا کہ اس ملک میں کوئی آئینی منصوبہ اس وقت تک مسلمانوں کے لیے قابل قبول نہ ہوگا جب تک کہ وہ بنیادی اصولوں پر ترتیب نہ دیا گیا ہو۔ یعنی جغرافیائی اعتبار سے متصل علاقے الگ خطے بنا دیے جائیں۔ اس مقصد کے لیے حسب ضرورت علاقائی ترامیم کر لی جائیں تاکہ ہندوستان کے شمال مغرب اور شمال مشرق میں آبادی کے لحاظ سے مسلم اکثریت والے علاقوں میں خود مختار اور مقتدر مسلم ریاستوں کا قیام عمل میں لایا جاسکے۔

قرارداد پیش ہوئی تو ولولہ تازہ سے سرشار حاضرین نے فلک شگاف نعروں کے ساتھ اسے منظور کر لیا۔ ہندوؤں نے اس قرارداد کی مخالفت میں ایڑی چوٹی کا زور لگایا۔ انھوں نے قرارداد کی مخالفت میں مضامین لکھے، جلسے کیے اور کثیر سرمایہ لگایا۔ مسلمانوں نے اسے قرارداد لاہور کا نام دیا۔ ہندوؤں نے قیام پاکستان کو دیوانے کا خواب اور مجذوب کی بڑ قرار دیا اور قرارداد لاہور کا مصحفہ اڑاتے ہوئے اسے قرارداد پاکستان کا نام دیا۔ بعد میں یہی نام معروف ہو گیا۔

قرار داد پاکستان نے مسلمانوں کو ان کی منزل کا واضح نشان دے دیا تھا۔ وہ آزادی کے حصول کی خاطر مسلم لیگ کے جھنڈے تلے جمع ہو گئے۔ انھوں نے قائد اعظمؒ کی ولولہ انگیز اور بصیرت افروز قیادت میں آزادی کی جدوجہد تیز سے تیز کر دی۔ شمع آزادی کے جاں نثار پروانے اپنے مقصد کے حصول کے لیے بڑی سے بڑی قربانی دینے کے لیے تیار تھے۔ ان کے دلوں میں جذبہ عمل موجزن تھا۔ اب کوئی رکاوٹ ان کے راستے میں حائل نہیں ہو سکتی تھی۔

یہ قرار داد قیام پاکستان کے سلسلے میں چلائی جانے والی تحریک میں ایک اہم سنگ میل کی حیثیت رکھتی ہے۔ اس قرار داد کے بعد آزادی کے متوالوں کے سامنے ایک ہی نصب العین تھا اور وہ تھا پاکستان کا حصول۔ ہندوستان کے گلی کوچوں میں ایک ہی نعرے کی بازگشت سنائی دیتی تھی۔

لے	کے	رہیں	گے	پاکستان
بن	کے	رہے	گا	پاکستان
بٹ	کے	رہے	گا	ہندوستان

مسلمان ایک ایسی پاک سرزمین چاہتے تھے جہاں وہ اپنے جداگانہ قومی تشخص کو پروان چڑھا سکیں اور اسلامی اقدار پر آزادانہ عمل پیرا ہو سکیں، جہاں کوئی ان کے معاشی مفادات پر ڈاکا ڈالنے والا نہ ہو، جہاں ان کی عزت و ناموس محفوظ ہو، جہاں عدل و انصاف کا بول بالا اور معاشرتی مساوات کا دور دورہ ہو۔

اس قرار داد کے منظور ہونے کے سات سال بعد مسلمانوں کو ان کے خوابوں کی تعبیر مل گئی۔

ہم چاہتے ہیں کہ ہمارے ذہنوں سے اس قرار داد کے نقوش مٹنے نہ پائیں۔ یہی وجہ ہے کہ ہم ہر سال ۲۳ مارچ کو یوم پاکستان مناتے ہیں۔ اس روز عام تعطیل ہوتی ہے۔ اخبارات اس دن کے حوالے سے خصوصی ضمیمے شائع کرتے ہیں۔ ریڈیو اور ٹی۔وی پر اس دن کی مناسبت سے پروگرام نشر کیے جاتے ہیں۔ اس دن کی سب سے اہم تقریب اسلام آباد میں ہونے والی وہ پریڈ ہے جس میں پاک فوج کے تینوں شعبے یعنی بری، فضائیہ اور بحریہ حصہ لیتے ہیں۔ پاک فوج کے چاق و چوبند دستے سلامی کے چبوترے کے قریب سے گزرتے ہیں تو ان جیالوں اور دلاوروں کو دیکھ کر علامہ اقبالؒ کا یہ شعر یاد آتا ہے:

دو نیم ان کی ٹھوکر سے صحرا و دریا

سمٹ کر پہاڑ ان کی ہیبت سے رائی

۲۳ مارچ کا دن ہمیں ان قربانیوں کی یاد دلاتا ہے جو وطن عزیز کے حصول کی خاطر پیش کی گئیں۔ یہ تجدید عہد کا دن ہے۔ آگ اور خون کے دریا کو عبور کر کے سرزمین مقدس پر آنے والے لٹے پٹے قافلے آج بھی ہمیں یہ پیغام دے رہے ہیں ”دیکھنا جذبوں کی آنچ دھیمی نہ پڑنے دینا۔ جذبہ تعمیر کو زندہ و تابندہ رکھنا اور وطن عزیز کو قوموں کی برادری میں نمایاں مقام دلانے کے لیے کوئی دقیقہ فرو گزاشت نہ کرنا۔“

سوالات

- ۱۔ مندرجہ ذیل سوالات کے مختصر جوابات لکھیے:
- ا۔ قومی تہوار سے کیا مراد ہے؟
- ب۔ قومی دن ہم سے کیا تقاضا کرتے ہیں؟
- ج۔ مینار پاکستان ہمیں کس چیز کی یاد دلاتا ہے؟
- د۔ تحریک پاکستان میں ۲۳ مارچ کی کیا اہمیت ہے؟
- ہ۔ یوم پاکستان ہمیں کیا پیغام دیتا ہے؟
- ۲۔ ہریان کے نیچے چار جوابات دیے گئے ہیں۔ درست جواب کے رومن نمبر کے گرد دائرہ لگائیے۔
- ا۔ ۲۳ مارچ ۱۹۴۰ء کا اجلاس منعقد ہوا۔

- i۔ اقبال پارک میں ii۔ جناح پارک میں
- iii۔ گلشن اقبال میں iv۔ ناصر باغ میں
- ب۔ ۲۳ مارچ ۱۹۴۰ء کو مسلم لیگ کا سالانہ اجلاس تھا۔

- i۔ بچی سوواں ii۔ چھبی سوواں
- iii۔ ستائیس سوواں iv۔ اٹھائیس سوواں
- ج۔ قرارداد پاکستان پیش کرنے والے رہنما کا نام تھا۔
- i۔ قاضی محمد عیسیٰ ii۔ مولانا ظفر علی خاں
- iii۔ چودھری خلیق الزمان iv۔ مولوی اے۔ کے فضل الحق
- د۔ مولوی اے۔ کے فضل الحق کا تعلق تھا۔

- i۔ پنجاب سے ii۔ سندھ سے
- iii۔ سرحد سے iv۔ بنگال سے
- ہ۔ قرارداد لاہور کو قرارداد پاکستان کا نام دیا۔

- i۔ انگریزوں نے ii۔ ہندوؤں نے
- iii۔ سکھوں نے iv۔ مسلمانوں نے

۳۔ کالم ”الف“ میں قومی تہواروں کے نام دیے گئے ہیں جب کہ کالم ”ب“ میں ان تہواروں کی تاریخیں بے ترتیب انداز میں درج کی گئی ہیں۔ آپ ہر تہوار کے سامنے اس کی تاریخ درج کریں۔

کالم ”الف“	کالم ”ب“	کالم ”ج“
یوم استقلال	۲۳ مارچ	
یوم دفاع	۲۵ دسمبر	
یوم ولادت قائد	۲۸ مئی	
یوم پاکستان	۱۱ ستمبر	
یوم ولادت علامہ اقبال	۱۲ اراگست	
یوم وفات قائد	۲۱ اپریل	
یوم تکبیر	۹ نومبر	
یوم وفات اقبال	۶ ستمبر	

۴۔ مندرجہ ذیل مرکب اور محاورات کہ اپنے جملوں میں اس طرح استعمال کیجیے کہ ان کا مفہوم واضح ہو جائے:

تقاضا کرنا، جلوہ افروز ہونا، دعوتِ نظارہ دینا، مضحکہ اڑانا، سنب میل، دقیقہ فروگذاشت نہ کرنا۔

۵۔ مندرجہ ذیل الفاظ کا تلفظ اعراب کی مدد سے واضح کیجیے:

اہتمام، اعتبار، عمل، مضحکہ، مناسب، مملکت، حصول

۶۔ لفظ قوم کی جمع اقوام ہے۔ ہم ”قوم“ کی جمع بنانے کے لیے اس کے پہلے اور آخری حرف سے پہلے ”الف“ کا اضافہ کرتے ہیں۔ اس

اُصول پر عمل کرتے ہوئے درج ذیل الفاظ کی جمع بنائیے۔

دور، رُوح، صوت، طور، فوج، قول، لوح، موت، مَوج، نوع۔

کشورِ حسین شاد باد

سکول کی گھنٹی نے سکول کے آغاز کا اعلان کیا۔ اسمبلی کا آغاز حسب معمول اللہ تعالیٰ کے پاک کلام سے ہوا۔ اس کے بعد بچوں نے مل کر علامہ اقبالؒ کی مشہور دعا ”لب پہ آتی ہے دعا بن کے تمنا میری“ پڑھی۔ دعا ختم ہوئی تو پی۔ ای۔ ٹی صاحب کی بارعب اور گرج دار آواز گونجی ”ہوشیار باش“۔ تمام حاضرین قومی ترانے کے لیے تیار ہو گئے۔

قومی ترانہ جاری تھا کہ ہیڈ ماسٹر صاحب نے دیکھا، چند طلبہ اسمبلی میں شرکت کے لیے دوڑے چلے آ رہے ہیں۔ اب وہ بہت نزدیک آچکے تھے اور ان کو قومی ترانے کی آواز سنائی دے رہی تھی۔ انھیں چاہیے تھا کہ وہ قومی ترانے کی آواز سننے ہی احتراماً کھڑے ہو جاتے مگر وہ نہ رُکے۔ یہ دیکھتے ہوئے آپ نے تمام انچارج صاحبان کو ہدایت کی کہ وہ آج پہلے پیر یڈ میں طلبہ کو قومی ترانے کے تقدس و احترام اور مفہوم سے آگاہ کریں۔

طلبہ اپنی اپنی جماعتوں کو چل دیے۔ جناب محمد اکرم بھٹی بھی اپنی جماعت میں پہنچ گئے۔ انھوں نے کہا! آج ہم ہیڈ ماسٹر صاحب کی ہدایت کے مطابق قومی ترانے کے متعلق بات چیت کریں گے۔ اس سلسلے میں آپ کے ذہن میں جو سوال آئے، آپ پوری آزادی سے کر سکتے ہیں۔ ایک وقت میں ایک ہی طالب علم کو گفتگو کرنی چاہیے۔ بہتر ہے کہ جس طالب علم کو کوئی سوال کرنا ہو وہ اپنا ہاتھ بلند کرے۔ اس کے بعد گفتگو کا سلسلہ شروع ہو گیا:

احمد: جناب! سب سے پہلے ہمیں قومی ترانے کے شاعر کے متعلق بتائیے۔

استاد: ہمارا قومی ترانہ اردو کے معروف شاعر ابوالاثر حفیظ جالندھری کی فکر کا حاصل ہے۔ آپ کو یہ سن کر حیرانی ہوگی کہ قومی ترانہ منظور کرنے والی کمیٹی نے چار برس کے دوران میں سات سو بائیس ترانے مسترد کیے۔ یہ حفیظ جالندھری کے لیے بہت بڑے اعزاز کی بات ہے کہ ان کا ترانہ کمیٹی کے معیار پر پورا اترے۔ ان شاء اللہ قیامت تک وطن عزیز اور ترانہ قائم رہیں گے۔

عامر: جناب، اس ترانے میں ساز بھی تو استعمال ہوتے ہیں، کیا اس کی دھن خود حفیظ جالندھری نے بنائی تھی؟

استاد: نہیں۔ ہمارے قومی ترانے کی دھن احمد جی چھاگلہ نے مرتب کی تھی، اور ہاں! یہ دھن ترانہ لکھنے سے پہلے ترتیب دی گئی تھی۔

حسن: کیا ہمارا قومی ترانہ پاکستان بننے ہی لکھ دیا گیا تھا؟

استاد: نہیں بھی! چار سال کے عرصے میں سینکڑوں ترانے کمیٹی کے سامنے پیش ہوتے رہے۔ حفیظ جالندھری کا لکھا ہوا قومی ترانہ ۱۹۵۴ء میں منظور ہوا۔ اسے شائع تو پہلے کر دیا گیا تھا لیکن ریڈیو سے یہ ترانہ پہلی مرتبہ ۱۳ اگست ۱۹۵۴ء کو حفیظ کی اپنی آواز میں نشر کیا گیا۔

عمر: جناب! ہمیں قومی ترانے سے متعلق کچھ اور باتیں بھی بتائیں۔

استاد: ضرور، ضرور۔ اس ترانے کے تین بند ہیں۔ تینوں بند حرف ”پ“ سے شروع ہوتے ہیں۔ ہر بند پانچ مصرعوں پر مشتمل ہے۔ یوں

قومی ترانے کے پندرہ مصرعے ہوئے۔ اس ترانے میں کل پچاس لفظ استعمال کیے گئے ہیں۔

سلیمان: جناب، ترانے کے احترام کا کیا مطلب ہے؟

استاد: دیکھیں، جس طرح قومی پرچم ہوتا تو کپڑے ہی کا ایک ٹکڑا ہے لیکن ہم سب پر اسے سر بلند رکھنا فرض ہوتا ہے۔ ہم اس پرچم کا جان و دل سے احترام کرتے ہیں۔ اسی طرح قومی ترانہ بھی ہم سے ادب و احترام کا تقاضا کرتا ہے۔ ہمیں چاہیے کہ جب بھی قومی ترانہ پڑھا جا رہا ہو، ہم اس کے احترام میں کھڑے ہو جائیں۔ اس دوران میں ہمیں مکمل خاموشی اختیار کرنی چاہیے۔

سعد: پچھلے دنوں ٹیلی وژن پر وزیراعظم کی تقریر سے پہلے قومی ترانہ پڑھا گیا تو ابو، ترانے کے احترام میں کھڑے ہو گئے۔ ہم سب گھر والوں نے بھی ان کی تقلید کی۔

استاد: شاہاش! ترانہ سکول میں پڑھا جا رہا ہو یا ریڈیو، ٹی وی پر، ہم گھر میں ہوں یا بازار میں، جوں ہی اس کی آواز ہمارے کانوں میں پڑے، ہمیں احترام مانا کھڑے ہو جانا چاہیے۔

ندیم: جناب! آپ ازراہ کرم ہمیں قومی ترانے کے مفہوم سے بھی آگاہ کر دیں۔

استاد: کیوں نہیں، لیکن پہلے ایک طالب علم قومی ترانے کا پہلا بند بلند آواز میں پڑھے۔

مدرس:

پاک سر زمین، شاد باد
تو نشانِ عزمِ عالی شان
کشورِ حسین، شاد باد
ارضِ پاکستان
مرکزِ یقین شاد باد

استاد: شاہاش! پہلے بند میں شاعر نے اس پاک وطن کے لیے دعا کا اظہار کیا ہے۔ وہ اپنے خوب صورت ملک کو خوش و خرم اور شاد و آباد دیکھنا چاہتا ہے۔ وہ اس وطن عزیز کو بلند اور عالی شان ارادوں کی علامت قرار دیتا ہے۔ اس بند کے آخر میں وہ اس مرکزِ یقین کے لیے خوش حالی کی دعا کرتا ہے۔ عثمان! اب آپ اگلا بند پڑھیں۔

عثمان:

پاک سر زمین کا نظام
قوم، ملک، سلطنت
قوتِ انختِ عوام
پائندہ تابندہ باد
شاد باد منزلِ مراد

استاد: اس بند میں حفیظ جالندھری نے پاک وطن کے عوام کے اتحاد اور بھائی چارے کی قوت کا اظہار کیا ہے۔ اس نے قوم، ملک اور سلطنت کو ہمیشہ ہمیشہ قائم رہنے کی دعا دی ہے۔ یہ وطن ہماری مرادوں کی منزل ہے۔ یہ خوش و خرم رہے۔ سعد! آخری بند آپ پڑھیں۔

سعد:

پرچم ستارہ و ہلال
ترجمانِ ماضی، شانِ حال
رہ بر ترقی و کمال
جانِ خدا
استقبالِ ذوالجلال
سایہ خدائے

استاد: اس بند میں ہمارے قومی پرچم کا ذکر ہے۔ ہمارے پرچم پر ستارہ اور ہلال بنے ہوئے ہیں۔ ستارہ روشنی کی علامت ہے۔ ہلال پہلی رات کے چاند کو کہتے ہیں۔ جس طرح ہلال بڑھتے بڑھتے بدر یعنی چودھویں کا چاند بن جاتا ہے، اسی طرح ہمارا وطن بھی پھلے پھولے اور ترقی کی منزلیں طے کرتا رہے۔

ہمارا یہ پرچم ہمارے ماضی کی شان و شوکت کا امین ہے۔ اس سے ہمارے حال کی عظمت جھلکتی ہے۔ یہ ہمارے مستقبل کی جان ہے۔ بچوں نے اپنے استاد صاحب کا شکریہ ادا کیا کہ انھوں نے قومی ترانے کے متعلق بہت سی معلومات ہم پہنچائیں۔

کبڈی

جھینا، پلٹنا، پلٹ کر جھینا

لہو گرم رکھنے کا ہے اک بہانہ

کہتے ہیں کہ صحت مند جسم ہی میں صحت مند دماغ ہوتا ہے۔ اسی طرح یہ بھی مشہور ہے کہ اگر کسی ملک کے کھیل کے میدان آباد ہیں تو وہاں کے ہسپتالوں میں مریضوں کا رش کم ہوگا کیوں کہ اکثر بیماریاں تن آسانی کی وجہ سے پیدا ہوتی ہیں۔ جسے تن درست رہنا ہے اُسے دن رات کے چوبیس گھنٹوں میں سے کچھ لمحات ورزش کے لیے ضرور نکالنے چاہئیں۔ عمر اور صحت کے لحاظ سے ہر شخص کو کسی نہ کسی کھیل میں ضرور حصہ لینا چاہیے۔ بند اور تاریک کمروں میں زیادہ عرصہ گزارنے کی بجائے کھیل کے میدانوں میں کچھ عرصہ گزارنے سے جسم میں نہ صرف طاقت اور چہرے پر رونق آتی ہے بلکہ انسان میں قوت برداشت اور ایک دوسرے کے ساتھ تعاون کرنے کا جذبہ بھی پیدا ہوتا ہے۔ شہروں میں حکومت نے کھیلوں کے فروغ کے لیے ہاکی، کرکٹ اور فٹ بال کے سٹیڈیم تعمیر کر رکھے ہیں۔ اسی طرح بیڈمنٹن، سکواش اور والی بال کے بڑے بڑے ہال بھی موجود ہیں۔

دیہات میں اپریل مئی کے دنوں میں جب کسان گندم کاٹ لیتے ہیں تو اُن کے کھیت میدانوں کا روپ دھار لیتے ہیں، اُن کے ہل چلے کھیتوں کی نرم بھر بھری مٹی میں ہمارے دیہی نوجوان کشتی اور کبڈی بڑے شوق سے کھیلتے ہیں۔ مضبوط اور سڈول جسم کے گھبر و جوان جب لنگوٹ باندھ کر ڈھول کی تھاپ پر میدان میں نکلتے ہیں تو لوگ تالیاں بجاتے اور نعرے لگاتے ہیں۔ یہ وہ کھیل ہیں جنہیں دیکھنے کے لیے نہ صرف گاؤں کے لوگ بلکہ آس پاس کے دیہات کے بہت سے افراد بھی آ جاتے ہیں۔ ایک زمانے میں پہلوانی کے فن میں پاکستان کا طوطی بولتا تھا گر آہستہ آہستہ پہلوانوں کے اکھاڑے اب ویران ہوتے نظر آتے ہیں۔ لیکن کبڈی اب بھی پہلے کی طرح مقبول ہے۔

کبڈی کی کئی قسمیں ہیں مثلاً دائرے والی کبڈی، ایشین سائل کبڈی اور کھلی یا لمبی کبڈی، دیہات میں کھلی یا لمبی کبڈی کھیلی جاتی ہے۔ کبڈی کا میدان دو برابر حصوں میں تقسیم ہوتا ہے جس کی درمیانی لائن پر مٹی کی دو چھوٹی چھوٹی پٹیاں بنائی جاتی ہیں جن کا درمیانی فاصلہ بیس فٹ ہوتا ہے۔ اس کے ایک طرف ایک ٹیم کے کھلاڑی اور دوسری جانب دوسری ٹیم کے کھلاڑی ہوتے ہیں۔ ہر حملہ آور کھلاڑی کو ان پٹیوں کے درمیان سے آنا اور جانا ہوتا ہے۔

دونوں ٹیموں میں گیارہ گیارہ کھلاڑی ہوتے ہیں جن میں کچھ ”سائی“ اور کچھ ”جا پھی“ ہوتے ہیں، یہ کھیل منصفوں کی نگرانی میں کھیلا جاتا ہے جن کا فیصلہ حتمی ہوتا ہے۔ جب ایک ٹیم کا ”سائی“ مخالف ٹیم کے ”جا پھی“ کے سامنے جا کر اُس کے جسم کو ہاتھ لگا کر اپنی جانب واپس آ جائے تو اُسے ایک نمبر مل جاتا ہے۔

اگر مخالف ٹیم کے کھلاڑی اُسے قابو کر لیں تو نمبر انہیں مل جائے گا۔ اس کھیل میں سائی، جا پھیوں میں سے جسے ہاتھ لگائے گا وہی اُسے پکڑے گا، اگر اُسے دوسرے جا پھی کا ہاتھ بھی لگ جائے گا تو نمبر سائی کو مل جائے گا۔ سائی کو سانس ٹوٹنے سے پہلے اپنے آپ کو چھڑا کر سنٹر لائن عبور کرنا ہوتی ہے۔ اسی طرح اگر ایک ٹیم کا کھلاڑی دوسری ٹیم کے کھلاڑی کو اپنی طاقت یا مہارت سے واپس نہیں آنے دیتا یا

اُسے سائیڈ لائن عبور کرنے پر مجبور کر دیتا ہے تو نمبر اُسے مل جائے گا۔

دائرے والی کبڈی اور انشین سائل کبڈی کے تو مخصوص قواعد و ضوابط ہوتے ہیں لیکن کھلی یا لمبی کبڈی کے ہر علاقے میں اپنے ہی قواعد و ضوابط ہیں۔ کبڈی کسی بھی سائل کی ہو یہ ہمت، جرأت اور حوصلے کا خالص نمائندہ کھیل ہے جس میں چستی، پھرتی، تیزی اور چالاکی سے کام لیا جاتا ہے۔ اس کے ہر ایک پوائنٹ پر کبڈی کے دل دادہ کھل کر داد دیتے ہیں۔ جو ٹیم کھیل کے اختتام پر زیادہ نمبر حاصل کر لیتی ہے وہ فاتح قرار پاتی ہے۔ کھیل کے میدان میں جب کسی کھلاڑی کے کوئی چوٹ آ جاتی ہے تو بیچ کا مزہ کر کر ا ہو جاتا ہے مگر

گرتے ہیں شہسوار ہی میدان جنگ میں
وہ طفل کیا گرے گا جو گھٹنوں کے بل چلے

کھیل میں غرور اور تکبر کام نہیں آتا۔ کئی دفعہ دیکھنے میں آیا ہے کہ ایک نامی گرامی پہلوان عام سے آدمی سے چٹ ہو جاتا ہے۔ کبڈی میں بھی کئی مشہور سائی عام جا پھی کے قابو میں آ جاتے ہیں جس پر تمنا شانی ”جا پھی“ کو کندھوں پر اٹھا لیتے ہیں اور انعام و اکرام سے نوازتے ہیں۔

کبڈی کا کھیل پاکستان اور بھارت کے علاوہ کینیڈا میں بھی مشہور ہے۔

سوالات

- ۱۔ مندرجہ ذیل سوالات کے مختصر جواب دیجیے:
 - ا۔ انسانی زندگی میں کھیلوں کی کیا اہمیت ہے؟
 - ب۔ دیہات میں کبڈی کب کھیلی جاتی ہے؟
 - ج۔ کبڈی کے لیے لگائی جانے والی بیچوں کا درمیانی فاصلہ کتنا ہوتا ہے؟
 - د۔ کبڈی کے کھلاڑی کے لیے کن خوبیوں کا مالک ہونا ضروری ہے؟
 - ه۔ کبڈی کا کھیل کن ممالک میں مشہور ہے؟
- ۲۔ مندرجہ ذیل الفاظ و محاورات کو اپنے جملوں میں اس طرح استعمال کیجیے کہ ان کا مفہوم واضح ہو جائے:
 - تن آسانی۔ فروغ۔ طوطی بولنا۔ مقبول۔ دل دادہ
- ۳۔ واحد کے جمع اور جمع کے واحد لکھیے:
 - ملک، جذبہ، دیہات، طفل، قواعد، ضوابط
- ۴۔ مندرجہ ذیل الفاظ کے متضاد لکھیے:
 - صحت مند، آباد، تاریک، بند، طاقت، تعاون، مخالف، فاتح

۵۔ ”حملہ آور“ میں ”آور“ لاحقہ ہے۔ اس لاحقہ کی مدد سے مزید تین الفاظ بنائے۔

۶۔ مندرجہ ذیل جملوں میں خط کشیدہ لفظوں پر غور کیجیے۔

☆ شیداد دہی جانے کے چکر میں اپنی جمع پونجی کھو بیٹھا۔

☆ گامے نے محنت مزدوری کر کے اپنی اولاد کو تعلیم دلوائی۔

☆ مٹا ان تھک نو جوان ہے، سارا دن ٹریکٹر چلاتا رہتا ہے۔

خط کشیدہ الفاظ ایسے نام ہیں جو محبت یا ہٹارت کے باعث پڑ گئے۔ یوں حقیقی نام پس پردہ چلے گئے اور یہی نام معروف ہو

گئے۔ ایسے ناموں کو عرف کہتے ہیں۔ عرف اسم علم کی ایک قسم کا نام ہے۔ آپ ایسے دو نام اور لکھیے۔

مقدس امانت

سختیاں جھیل کر، جان پر کھیل کر دین و دنیا کی دولت ملی ہے ہمیں
ہم ہیں اسلاف کی عظمتوں کے امیں اک مقدس امانت ملی ہے ہمیں
سر بلندی کی نعمت ملی ہے ہمیں یعنی اپنی حکومت ملی ہے ہمیں

ملک و ملت کے ہم سب وفادار ہیں
جس کی بابائے ملت نے رکھی پنا
ہم اسی قصر ملت کے معمار ہیں

اے شہیدوں کی روح! دُعا دو ہمیں اور تم کو خراج وفا دیں گے ہم
خطہ پاک کی آبرو کے لیے آخری قطرہ خون بہا دیں گے ہم
اس مقدس امانت کا کوئی نہیں ہم سے بہتر امیں، یہ دکھا دیں گے ہم

بہتیں ہیں جواں، عزم بیدار ہیں
جس کی بابائے ملت نے رکھی پنا
ہم اسی قصر ملت کے معمار ہیں

(مجید لاہوری)

سوالات

- ۱۔ مقدس امانت سے کیا مراد ہے؟
- ۲۔ ہم اپنے اسلاف کی کن روایات کے امیں ہیں؟
- ۳۔ اس وطن عزیز کے حصول کی خاطر کیا قربانیاں دینی پڑیں؟
- ۴۔ ”خراج وفا“ ادا کرنے کی کیا صورت ہوگی؟
- ۵۔ کوئی اور ملتی نغمہ زبانی یاد کریں اور کلاس میں سنائیں۔

ایک شیر دل مجاہد

بارہ ناردن لائٹ انفنٹری بٹالین میدان میں معانے کے لیے تیار کھڑی تھی۔ تھوڑی دیر بعد صدر اسلامی جمہوریہ پاکستان اس بٹالین کو رجمنٹل عکم اور قومی پرچم عطا کرنے والے تھے۔ بٹالین کمانڈر لیفٹیننٹ کرنل خالد نذیر (ستارہ جرات) فوجی انداز میں ڈاکس کی طرف بڑھے۔ ڈاکس کے سامنے پہنچ کر فوجی انداز میں سیلوٹ کیا۔ پھر گرج دار آواز میں بولے:

”جناب! دونشان حیدر حاصل کرنے والی بٹالین برائے معانہ حاضر ہے۔“

اس بٹالین کے نشان حیدر پانے والوں میں کیپٹن کرنل شیر خان شہید اور حوالدار لالک جان شہید شامل ہیں۔ میں نے کیپٹن کرنل شیر خان شہید کی بہادری کے واقعات اخبارات میں پڑھے تھے۔ لیکن وطن عزیز کے اس بہادر سپوت کے متعلق زیادہ سے زیادہ معلومات حاصل کرنا چاہتا تھا۔ اس لیے معانہ پریڈ کے اختتام پر میں بٹالین کے کمانڈنگ آفیسر لیفٹیننٹ کرنل خالد نذیر کے پاس گیا اور ان سے درخواست کی کہ مجھے کیپٹن کرنل شیر خان شہید کے متعلق بتائیں۔ میری بات سن کر وہ بہت خوش ہوئے اور بولے کہ:

کرنل شیر خان کانسی تعلق پٹھانوں کے ایک معزز اور معروف قبیلے ”یوسف زئی“ سے تھا۔ ان کے دادا محترم، غالب خان، جہاد و سپہ گری کے خوگر تھے۔ ۱۹۴۸ء میں جب ہندوؤں نے ساہراج کشمیر کی تقدیر الجھانے پر تلا ہوا تھا۔ یہ نیپور پٹھان تلوار اٹھائے اپنے قبیلے کے چند افراد کے ہمراہ بے بس و بے کس مسلمانوں کی مدد کے لیے کشمیر پہنچا۔

یکم جنوری ۱۹۷۰ء کو غالب خان کے سب سے بڑے بیٹے خورشید خان کے ہاں موضع نواں کلی صوابی میں سب سے چھوٹے بیٹے نے جنم لیا۔ دادا نے اپنے پوتے کا نام کرنل شیر خان تجویز کیا۔ خورشید خان بولے ”ابا جان! یہ کیا نام ہے؟ لوگ باتیں بنائیں گے۔ ٹھیک ہے نام منفرد ہے اور باوقار بھی مگر سابقہ روایات کے برعکس ہے اور ناما نوس بھی۔“ غالب خان نے جواب دیا ”بیٹا! میں اس بچے کے چہرے پر اپنی پھیلی ہوئی خواہشات کی تکمیل دیکھ رہا ہوں۔ اس کا نام یہی ہوگا..... کرنل شیر خان۔“

کرنل شیر خان کی پانچ برس کی عمر میں بسم اللہ ہوئی اور انھوں نے گاؤں کی مسجد میں قرآن شریف پڑھنا شروع کیا۔ چار باغ کے سکول سے پرائمری پاس کرنے کے بعد گورنمنٹ مڈل سکول سیری میں داخل ہوئے۔ ۱۹۸۵ء میں گورنمنٹ ہائی سکول نواں کلی سے اعلیٰ نمبروں میں میٹرک کا امتحان پاس کیا۔ اساتذہ کے مطابق شیر خان محنتی، صاف گو اور بے باک طالب علم تھے۔ ایف۔ اے کا امتحان پاس کیا تو وطن عزیز کی خدمت کا جذبہ انھیں پاک فضا میں لے گیا۔ یہ ۱۹۸۸ء کی بات ہے۔ وہ بہترین ائرمین قرار دیے گئے۔ ۱۹۹۲ء میں انھیں بری فوج میں کمیشن کے لیے منتخب کر لیا گیا۔ انھیں ۱۴ اکتوبر ۱۹۹۴ء کو ۲۷ سندھ رجمنٹ میں کمیشن ملا اور ۱۷ اکتوبر ۱۹۹۶ء کو کیپٹن کے عہدے پر ترقی ملی۔

بارہ ناردن لائٹ انفنٹری رجمنٹ گلتری کے محاذ پر لائن آف کنٹرول کے ساتھ ساتھ دفاع سنبھالے ہوئے تھے۔ معمول کے مطابق یہ پلٹن اپنے مورچے سردیوں میں خالی کر دیتی تھی لیکن ۱۹۹۸ء میں بھارتی افواج نے دوریہ رد (Reserve) بریگیڈ دراس اور کارگل بھیج دیے تھے۔ خطرہ تھا کہ دشمن سیانچن کے محاذ کی طرح اس علاقے میں بھی ہماری دفاعی پوزیشنوں پر چڑھائی کر دے گا۔ اس خطرے کے پیش نظر

تمام دفاعی یونٹوں کو حکم دیا گیا کہ وہ اس سال موسم سرما میں اپنی اگلی پوزیشنوں سے انخلا نہیں کریں گی۔ کیپٹن کرنل شیر خان ایک بے لوث، نڈر اور پر عزم پلاٹون کمانڈر تھے۔ انھوں نے سخت سردی اور برف باری کے دوران میں اپنی نئی دفاعی پوزیشنوں میں پانچ نئی پوسٹیں قائم کر کے اس علاقے کو ناقابل تسخیر بنا دیا۔ وہ اپنے جوانوں کے ساتھ مل جل کر کام کرتے تھے۔ یہی وجہ تھی کہ ہر جوان ان کی پلاٹون میں جانے کا خواہش مند تھا۔ پندرہ ہزار فٹ پر واقع یہی پوزیشنیں تھیں جنھوں نے اس سیکٹر کے دفاعی نظام کو مضبوط بنایا اور دشمن کو عددی اور جنگی ساز و سامان میں برتری کے باوجود ناکامی کا سامنا کرنا پڑا۔

سات اور آٹھ جون ۱۹۹۹ء کی درمیانی شب دشمن نے کیپٹن کرنل شیر خان کی پوسٹ کے پاس گھسنے کی کوشش کی۔ کیپٹن کرنل شیر خان نے دشمن کے ارادوں کو بھانپ کر جارحانہ کارروائی کو بے اثر بنا دیا۔ دشمن کو بھاری جانی و مالی نقصان پہنچایا۔ یہی نہیں ۸ اور ۹ جون کی درمیانی شب انھوں نے دس جوانوں پر مشتمل ایک لڑاکا گشت کی قیادت کی اور دشمن کے اجتماع پر کاری ضرب لگائی۔

تیس جون کو بارہ ناردرن لائٹ انفنٹری پر ۸ مونٹین انفنٹری ڈویژن نے حملہ کر دیا۔ اس ڈویژن کو ۲۲۸ آرٹلری گنوں اور ہندوستانی ایئر فورس کی مدد حاصل تھی۔ میدان کارزار گرم تھا اور ہمارے مجاہد دشمن کے سامنے سیدہ پلائی دیوار بنے ہوئے تھے۔ کیپٹن شیر خان اس وقت داہنی طرف آگے والی کمپنی کی کمان کر رہے تھے۔ انھوں نے رضا کارانہ طور پر اپنی خدمات بٹالین کمانڈر کو پیش کیں۔

”سر! ساری جنگ تو آپ کی طرف ہو رہی ہے۔ مجھے اجازت دیں۔ میں ایک پلاٹون کے ساتھ آپ کی طرف آنا چاہتا ہوں۔“
 ”ہم کوشش کر رہے ہیں کہ آپ کا سیکٹر کسی دوسری بٹالین کو دے دیں۔ جیسے ہی اجازت ملی آپ کو آگاہ کر دیا جائے گا۔“ بٹالین کمانڈر نے جواب دیا۔

تیس جون کی رات کو اجازت مل گئی۔ کیپٹن شیر خان اپنی دفاعی پوزیشنیں نئی بٹالین کو دے کر تین اور چار جولائی کی شب کو بٹالین کمانڈر کے یونٹ میں آ گئے۔

”سر! شیر آ گیا ہے۔“ کیپٹن امیر نے بٹالین کمانڈر کو بتایا۔ بٹالین کمانڈر نے کیپٹن شیر خان کو اندر بلایا، گلے لگایا اور تازہ ترین صورت حال سے آگاہ کیا۔

”کیپٹن! مجھے تم جیسے شہروں پر فخر ہے۔ اب تیاری کرو۔ کل ہم جوابی حملہ کریں گے۔“

”بالکل ٹھیک ہے سر! یہی تو وقت ہے جس کے لیے ہم نے تیاری کی تھی۔ سر! عمار کدھر ہے؟“

”وہ اگلے مورچوں پر دشمن کے نفوذ کو روکے ہوئے ہے۔“

”اور اقبال؟“

”اقبال تمہیں فائرنگس مہیا کرے گا اور پھر ہم سب اپنا علاقہ دشمن سے واپس لے لیں گے۔“

”زبردست سر! میں گیا۔“

شیر خان تین اور چار جولائی کی درمیانی شب کو کوئی ایک بجے روانہ ہوا۔ چار جولائی کو علاقہ کی قراولی کی گئی۔ منصوبے کے آخری مراحل طے کیے گئے۔ چار اور پانچ جولائی کی درمیانی رات کو دشمن پر جوابی حملہ کر دیا گیا۔ یہ حملہ اس قدر شدید تھا کہ دشمن اپنی لاشیں چھوڑ کر بھاگ گیا۔

اب کیپٹن کرنل شیر خان کو اپنی بانیں جانب آگے والی چوکی سے رابطہ قائم کرنے کا حکم دیا گیا۔ اس چوکی پر میجر ارشد ہاشم تعینات تھے۔ بہادر اور نڈر شیر خان نے اپنی فورس تشکیل دی اور اپنے مشن پر روانہ ہو گیا۔

دشمن کے کچھ دستوں نے پہلے سے زیر استعمال راستے پر بلاکنگ پوزیشنیں بنا رکھی تھیں، اس لیے دشمن کی جانب جانے والے نئے راستے کو اختیار کرنے کا منصوبہ بنایا گیا۔ وہ دشمن کے فائر کی پروانہ کرتے ہوئے مجاہدانہ شان سے آگے بڑھتے گئے۔ اچانک دشمن کی کمپنی سے ان کی ٹڈھ بھیڑ ہو گئی۔ شیر خان نے مشن ترک کرنے کی بجائے دشمن سے نبرد آزما ہونے کا ارادہ کر لیا۔ دشمن پر حملے کی فوری تدبیریں اختیار کی گئیں۔ شیر خان دشمن کی صفوں کے اندر گھس گیا۔ دشمن کی شدید فائرنگ کے نتیجے میں شیر خان کا جسم چھلنی ہو گیا۔ شیر خان نے شیر کی سی بہادری دکھاتے ہوئے وطن کے وقار کی خاطر اپنی جان کا نذرانہ پیش کیا۔

جرأت، بہادری، استقامت اور ولولہ انگیز قیادت کے اعتراف میں کیپٹن کرنل شیر خان کو پاکستان کا اعلیٰ ترین فوجی اعزاز نشان حیدر دیا گیا۔ بلاشبہ کیپٹن کرنل شیر خان جیسے شیر دل مجاہد وطن عزیز کے محسن ہیں۔ اس بہادر شہید نے ہمارے ”گل“ کے لیے اپنا ”آج“ قربان کر دیا۔ ان کے عظیم کارنامے سے قوم کا سر فخر سے بلند ہو گیا ہے۔

شہیدوں کے لبو سے جو زمیں سیراب ہوتی ہے
بڑی زرخیز ہوتی ہے، بہت شاداب ہوتی ہے

سوالات

- ۱۔ مندرجہ ذیل سوالات کے مختصر جواب دیجیے:
 - ا۔ بارہ ناردرن لائن انٹرنیٹ بٹالین کے نشان حیدر پانے والے شہدا کے نام بتائیں۔
 - ب۔ کیپٹن کرنل شیر خان کا تعلق کس قبیلے سے تھا؟
 - ج۔ شیر خان کے دادا نے پوتے کا کیا نام رکھا؟
 - د۔ طالب علم کی حیثیت سے شیر خان کس طرح کے کردار کے مالک تھے؟
 - ه۔ شیر خان نے عملی زندگی کا آغاز کس ملازمت سے کیا؟
 - و۔ شدید موسم کے باوجود دفاعی یونٹوں کو اگلی پوزیشنیں خالی کرنے سے کیوں روک دیا گیا؟
 - ز۔ ۸ اور ۹ جون ۱۹۹۹ء کو کیپٹن کرنل شیر خان نے کیا کارنامہ انجام دیا؟
 - ح۔ پاکستان کا اعلیٰ ترین فوجی اعزاز کس فوجی کو دیا جاتا ہے؟
- ۲۔ مندرجہ ذیل الفاظ اور محاوروں کو اپنے جملوں میں اس طرح استعمال کیجیے کہ ان کا مفہوم واضح ہو جائے:

سپاہ گری، خوگر، ناقابل تسخیر، میدان گرم ہونا، سیسہ پلائی دیوار
- ۳۔ برف باری کی طرز پر دولفظ بنا لیں۔

۴۔ صاف گوئیں لاجھے کی نشان دہی کیجیے اور اس کی مدد سے مزید چار الفاظ بتائیے۔

۵۔ علم اور اہم مشابہ لفظ ہیں۔ انہیں جملوں میں اس طرح استعمال کیجیے کہ ان کے معانی کا فرق واضح ہو جائے۔

۶۔ کالم ”الف“ میں اسم صفت دیے گئے ہیں جب کہ کالم ”ب“ میں ان کے اسم موصوف بے ترتیبی سے درج ہیں۔ آپ دی گئی مثال کے مطابق ہر اسم صفت کے سامنے اُس کا صحیح اسم موصوف کالم ”ج“ میں لکھیے:

کالم الف	کالم ب	کالم ج
مثال: گرج دار	طالب علم	آواز

بہادر

محنتی

پُر عزم

بھاری

چار حانہ

جوابی

مجاہدانہ

دلولہ انگیز

فوجی

دفاعی

شہری دفاع

پچھلے سال گرمیوں کی چھٹیوں میں رات کو ہم اپنے گھر کی چھت پر سو رہے تھے کہ اچانک ”بچاؤ بچاؤ“ کی آوازیں آنا شروع ہوئیں۔ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ کیا ماجرا ہے۔ دیکھا تو ایک سہ منزلہ عمارت سے آگ کے شعلے اور دھوئیں کے بادل بلند سے بلند تر ہوتے نظر آئے۔ گھر سے باہر نکلے تو دیکھا کہ لوگ آگ کی لپیٹ میں آئے گھر کی طرف پانی اور ریت کی بالٹیاں لیے بھاگے چلے آ رہے تھے لیکن آگ کی تپش اور گیٹ کے اندر سے بند ہونے کی وجہ سے بے بسی کے عالم میں کھڑے ایک دوسرے کا منہ تک رہے تھے کہ میں نے شہری دفاع والوں کو فون کر دیا۔

فون کا کرنا تھا کہ شہری دفاع کے رضا کار اپنی مخصوص گاڑی پر سائرن بجاتے ہوئے وہاں پہنچ گئے۔ اس وقت خاکی وردی میں ملبوس یہ رضا کار مجھے فرشتے نظر آ رہے تھے۔ انھوں نے اپنی جان کو خطرے میں ڈال کر گھر کے اندر پھنسے ہوئے افراد کو نہ صرف باہر نکالا بلکہ گھر کے چاروں طرف پھیلی ہوئی آگ کو آس پاس کے گھروں تک پہنچنے سے پہلے ہی بجھا دیا۔

اس آگ سے جہاں اہل خانہ کالا کھوں کا نقصان ہوا وہاں علاقے کی بجلی اور ٹیلی فون کی تنصیبات کو بھی نقصان پہنچا۔ جب آگ ابھی اور دھوئیں کے بادل چھٹے تو محلے کے نوجوانوں نے شہری دفاع کے رضا کاروں کو کندھوں پر اٹھالیا اور ان کے حق میں نعرے لگانے شروع کر دیے جس پر ان کے انچارج نے کہا کہ دوستو! ابھی ہمارا کام مکمل نہیں ہوا، آپ نعرے بعد میں لگائیں پہلے ہمیں زخمیوں کو ہسپتال پہنچانے دیں، آپ ایک مہربانی کریں، مقامی پولیس کو بھی فون کر کے بلائیں تاکہ اہل خانہ کا سامان چوری ہونے سے بچ جائے اور آگ لگنے کی وجوہ بھی معلوم ہو سکیں۔

اگلے دن معززین علاقہ نے شہری دفاع کے رضا کاروں کے اعزاز میں ایک تقریب کا اہتمام کیا جس میں مقررین نے شہری دفاع کی اہمیت بیان کی کہ ہنگامی حالت سے کیسے نپٹا جاتا ہے۔ محلے کے سب سے بزرگ شخص نے بتایا کہ جنگ کے دنوں میں شہری دفاع کے رضا کار ٹریفک کو کنٹرول کرتے ہیں، رات کو پہرہ دیتے ہیں، لوگوں کو بتایاں وغیرہ بچانے کا کہتے ہیں اور مورچے وغیرہ کھودنے میں پاک فوج کی مدد کرتے ہیں، سیلاب کے دنوں میں متاثرہ افراد کو راشن کی سپلائی کا بندوبست اور بیماروں کے علاج معالجے میں بھی یہ معاونت کرتے ہیں۔

شہری دفاع میں کام کرنے والے رضا کارانہ طور پر خدمات انجام دیتے ہیں۔ ان کی باقاعدہ تربیت حکومت کے مقرر کردہ ماہرین کے ہاتھوں مکمل ہوتی ہے۔ یہ رضا کار ”شہری دفاع“ کے مقاصد سے بخوبی آگاہ ہوتے ہیں۔ اس کے مقاصد میں شہری دفاع کی تربیت دینا، آگ لگنے کی ہنگامی صورت میں اس پر قابو پانا، بے سہارا اور کم زور لوگوں کو محفوظ جگہ لے جانا، ہنگامی صورت حال سے دوچار لوگوں کو آگ، طے، پانی سے نکالنا اور طبی امداد فراہم کرنا، قومی وسائل اور منابع (بجلی، گیس، پانی، خوراک) کی حفاظت کرنا اور ان سے امداد کے طالب لوگوں کی مدد کرنا، زخمیوں اور بیماروں کو طبی امداد دے کر باقاعدہ علاج کے لیے ہسپتالوں میں پہنچانا، ٹریفک کو کنٹرول کرنا اور ہوائی حملے کی صورت میں بلیک آؤٹ کرنا جیسے فرائض شامل ہیں۔

شہری دفاع کی تنظیم کے مندرجہ بالا مقاصد اور فرائض کی بجا آوری سے ملکی افواج پوری توجہ سے ملکی سرحدوں کی حفاظت کر سکتی ہیں۔

یہ تنظیم عام طور پر جن پانچ شعبوں پر مشتمل ہوتی ہے، وہ وارڈن سروس، فائر سروس، جان بچانے والا (ریسکیو) شعبہ، پیغام رسانی اور ابتدائی طبی امداد (فرسٹ ایڈ) کا شعبہ ہیں۔ ان شعبوں کو صوبے کی سطح پر سول ڈیفنس ڈائریکٹر اور ضلعی سطح پر ضلعی کنٹرولر سول ڈیفنس (ڈی سی او/ای ڈی او) اور ایڈیشنل ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ چلاتے ہیں۔ ہر بڑے شہر میں مرکز اطلاعات نامی کنٹرول روم ہوتا ہے۔

تقریب کے اختتام پر شہری دفاع کے انچارج نے بتایا کہ آپ سب ہماری اس طرح مدد کر سکتے ہیں کہ اگر کسی ملک دشمن یا دہشت گرد نے کہیں کوئی بم وغیرہ چھپا رکھا ہو تو اس کی مقامی پولیس کو یا ہمیں فوراً اطلاع دیں۔ ہنگامی صورت حال میں امدادی کارکن متاثرہ علاقوں میں بھیج دیے جاتے ہیں۔ ہمارے بہادر اور چوکنے جوان اپنی فنی مہارت سے بم کو ناکارہ بنا کر دشمن کی چال کو ناکام بنا دیں گے۔

پاکستان کے ہر علاقے میں شہری دفاع کے دفاتر ہیں۔ جو لوگ دوسروں کے لیے ہمدردی کا جذبہ رکھتے ہیں اور ملک و ملت کے لیے کچھ کرنا چاہتے ہیں وہ اس کار خیر میں ضرور حصہ لیں کیوں کہ:

ہم ہیں لوگ وہی جہاں میں اچھے
آتے ہیں جو کام دوسروں کے

سوالات

۱۔ مندرجہ ذیل سوالات کے مختصر جواب لکھیے:

۱۔ لوگ پانی کی بالٹیاں اور ریت لیے کیوں بھاگ رہے تھے؟

۲۔ شہری دفاع کے رضا کار کیا خدمات انجام دیتے ہیں؟

۳۔ اگر کہیں کوئی مٹھک یا لاوارث سامان نظر آئے تو کیا کرنا چاہیے؟

۴۔ 'شہری دفاع' کے کیا مقاصد ہیں؟

۵۔ 'شہری دفاع' کی تنظیم کن شعبوں پر مشتمل ہے؟

۶۔ دیے گئے حروف کی مدد سے خالی جگہ پُر کیجیے:

کی، سے، کو، نے، کا، کے

۱۔ گرمیوں کی چھٹیوں..... ذکر ہے۔

۲۔ گیٹ اندر..... بند تھا۔

۳۔ آگ..... مزید پھیلنے سے روک دیا گیا۔

۴۔ اہل محلہ نے شہری دفاع..... اہل کاروں کا شکریہ ادا کیا۔

۵۔ مندرجہ ذیل مرکبات میں سے مرکب اضافی، مرکب توصیفی، مرکب عطفی اور مرکب جاری الگ الگ کیجیے:

ملک و ملت۔ دشمن کی چال۔ گھر سے۔ خالی وردی۔ آگ کے شعلے۔ گاؤں تک۔ بزرگ شخص۔ دھوئیں کے بادل۔ بہادر اور چوکنا۔ چھت پر

سکاؤٹنگ

”ہمارے نوجوانوں کے کردار کی تعمیر میں سکاؤٹ تحریک اہم کردار ادا کر سکتی ہے۔ وہ اُن کی جسمانی، ذہنی اور روحانی نشوونما کر سکتی ہے۔ انھیں نظم و ضبط کا عادی اور اچھے شہری بنا سکتی ہے۔“

(پاکستان بوائے سکاؤٹس کے نام پیغام قائد - ۲۲ دسمبر ۱۹۴۷ء)

برصغیر پاک و ہند میں سیاسی اور سماجی شعور پیدا کرنے کے لیے بہت سی تحریکیں اور تنظیمیں ابھریں جن میں سکاؤٹنگ کی تحریک بھی ایک اہم سماجی تحریک ہے جس کی بنیاد ۱۹۰۷ء کو برطانوی شہری لارڈ بیڈن پاول نے رکھی۔ اس وقت اس تحریک سے وابستہ سکاؤٹس کی تعداد اڑھائی کروڑ سے زائد ہو چکی ہے۔ انڈونیشیا، امریکہ، فلپائن، بھارت، بنگلہ دیش اور پاکستان کا شمار ان ممالک میں ہوتا ہے جہاں سکاؤٹس کی تعداد پانچ لاکھ سے زائد ہے۔ یہ ایک بین الاقوامی تحریک ہے جس کی اساس اسلام کے بنیادی اصولوں پر ہے۔ یہ بچوں کو محبت وطن اور مفید شہری بناتی ہے اور دوسروں کی خدمت کے لیے تربیت کے مواقع فراہم کرتی ہے۔

سکاؤٹ تحریک میں شامل ہوتے ہوئے ہر سکاؤٹ یہ حلف اٹھاتا ہے کہ:

”میں وعدہ کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ، حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور پاکستان کے عائد کردہ

فرائض کی ادائیگی، دوسروں کی مدد اور سکاؤٹ قانون کی پابندی کروں گا۔“

سکاؤٹ وعدے میں سکاؤٹ قانون کی پابندی بھی ضروری ہے۔ سکاؤٹ قانون کی پابندی کا عہد قائد اعظمؒ نے بھی باقاعدہ پاکستانی پرچم کے زیر سایہ، سکاؤٹ جھنڈے پر ہاتھ رکھ کر سکاؤٹ سائن بناتے ہوئے کیا تھا۔ ذیل کے یقوانین حقیقت میں سکاؤٹ تحریک کی اصل روح، منشور اور ستون ہیں۔

۱۔ سکاؤٹ بااعتماد ہوتا ہے۔ ۲۔ سکاؤٹ فرماں بردار اور وفادار ہوتا ہے۔

۳۔ سکاؤٹ خوش اخلاق ہوتا ہے۔ ۴۔ سکاؤٹ ہر ایک کا دوست اور بھائی ہوتا ہے۔

۵۔ سکاؤٹ مہربان اور بہادر ہوتا ہے۔ ۶۔ سکاؤٹ کفایت شعار ہوتا ہے۔

۷۔ سکاؤٹ پاکیزہ اور نپس مکھ ہوتا ہے۔

کسی قوم کی خوش حالی اور ترقی کا دار و مدار اُس کے بچوں کی جسمانی اور ذہنی نشوونما، اعلیٰ تربیت، پاکیزہ کردار اور اخلاق پر ہوتا ہے۔ دنیا میں صرف انہی قوموں نے کامیابی حاصل کی ہے جن کے بچے نیک عادات و خصائل، اعلیٰ خوبیوں اور تعمیری صلاحیتوں کے مالک ہوں۔ بچے قوم کی امانت اور قیمتی سرمایہ ہیں۔

بابائے قوم قائد اعظم محمد علی جناحؒ نے پاکستانی قوم کو تین اصول حیات یعنی اتحاد، ایمان اور نظم و ضبط عطا فرمائے، پاکستان بوائے سکاؤٹس ایسوسی ایشن نے سکاؤٹ سیکشن میں شامل تین بچوں کو قائد کے پیش کردہ اصولوں سے منسوب کیا ہے۔ ہمارے نوجوان، قائد کے مندرجہ بالا اقوال کو سمجھ کر اور اُن پر عمل کر کے اُن کی توقعات پر پورا اتر سکتے ہیں۔

سکاؤٹ یونیفارم میں ملبوس مختلف عمروں کے طلبہ ہنگامی حالات میں ٹریفک کنٹرول کرتے، پولیس اور رضا کاروں کی معاونت کرتے بڑے پھلے معلوم ہوتے ہیں۔ اسلامی جمہوریہ پاکستان کے خوب صورت دارالحکومت اسلام آباد سے ۶۴ کلومیٹر کے فاصلے پر ملک کا سب سے خوب صورت پُر فضا، دل کش اور پسندیدہ سیاحتی مقام ”مری“ واقع ہے۔ ملکہ کوہسار یعنی مری سے ۱۰ کلومیٹر کے فاصلے پر ایشیا کا سب سے بڑا سکاؤٹس تربیتی مرکز گھوڑا گلی کے مقام پر ۱۹۴۸ء سے کام کر رہا ہے۔ اس مرکز پر ایک وقت میں ہزار سے ڈیڑھ ہزار تک سکاؤٹس کے قیام کی گنجائش موجود ہے۔

پاکستان ہوائی سکاؤٹس ایسوسی ایشن کا مشن معاشرتی اقدار، سکاؤٹ وعدہ و قانون کی پاسداری کرتے ہوئے پاکستان کے نوجوانوں کو ایسی غیر رسمی تعلیم مہیا کرنا ہے جس سے اُن کی روحانی، ذہنی، جسمانی اور سماجی نشوونما ہو سکے اور وہ نہ صرف مقامی، قومی اور بین الاقوامی طور پر معاشرے کے اعلیٰ ترین فرد بن سکیں بلکہ اپنی انفرادی صلاحیتوں کی وجہ سے معاشرے میں تعمیری کردار بھی ادا کر سکیں۔

قیام پاکستان سے دو ماہ قبل ہی برصغیر میں فرقہ وارانہ فسادات رونما ہونا شروع ہو گئے تھے جس کی وجہ سے لاہور سے ملحقہ اضلاع و دیہات کے فساد زدہ شہری لاہور کے قریب والٹن کیمپ میں پناہ لینے کے لیے اکٹھے ہونے شروع ہو گئے۔ جب مہاجرین کی تعداد بڑھنے لگی تو کھلے میدانوں میں سکاؤٹ خیمے بھی نصب کر دیے گئے، سکاؤٹ بچوں نے شب و روز مہاجرین کی خدمت اور دیکھ بھال شروع کر دی۔ یہ بچے لاہور کے شہریوں کے تعاون سے مہاجرین کو کھانا پہنچانے کی سعادت بھی حاصل کرتے رہے۔

سکاؤٹوں نے انسانی جذبہ خدمت سے سرشار ہو کر پاکستان کا یہ پہلا مہاجر کیمپ اپنی نگرانی میں جاری کر دیا تھا جو قیام پاکستان کے بعد ملک کا سب سے اہم اور بڑا کیمپ تسلیم کیا گیا۔

قائد اعظمؒ ۴ نومبر ۱۹۴۷ء کو لاہور کے دورے پر تشریف لائے تو آپ نے والٹن مہاجر کیمپ کا معائنہ کرتے ہوئے فرمایا:

”سکاؤٹ بچے اور اُن کے اُستاد صاحبان جس انسانی ہمدردی و محبت اور بے لوث جذبہ

خدمت کے ساتھ ہمہ وقت لئے پڑے بے خانماں مہاجرین کی خدمات سرانجام دے رہے

ہیں، اس سے میری ڈھارس بندھی ہے“

سکاؤٹ تحریک سے قائد اعظمؒ کو بہت دلچسپی تھی وہ سکاؤٹ تحریک کی ضرورت و افادیت کو خوب سمجھتے تھے، یہی وجہ تھی کہ آپ نے ۲۲ دسمبر ۱۹۴۷ء کو گورنر جنرل ہاؤس کراچی میں ایک سادہ مگر پُر وقار تاریخی تقریب میں پاکستان کے پہلے چیف سکاؤٹ کی حیثیت سے حلف اُٹھایا۔

قائد اعظمؒ نے اس تقریب کے اختتام پر قوم کے نام یہ پیغام بھی دیا:

”ہمارے نوجوانوں کا کردار بنانے میں سکاؤٹنگ ایک اہم اور نمایاں خدمت انجام دے سکتی ہے۔ یہ نہ صرف

جسمانی، دماغی اور روحانی تربیت کے لیے مدد و معاون ہو سکتی ہے بلکہ اس سے منظم، مفید اور قابل فخر شہری بھی تیار

کیے جاسکتے ہیں۔ بد قسمتی سے ہم ابھی ایک مثالی دنیا سے بہت دُور ہیں یہاں تہذیب و تمدن کی ترقی کے باوجود ابھی

جنگل کا قانون جاری ہے۔ طاقتور کا راج ہے اور ہوس اقتدار نہ صرف افراد کا خاصہ ہے بلکہ اقوام کے کردار میں بھی

یہ جذبات کا فرما ہیں۔ اگر واقعی ہم دنیا میں بے خطر، پاکیزہ اور پرسکون ماحول پیدا کرنا چاہتے ہیں تو آئیے ہم انسانی فلاح و بہبود کے اس مقدس فریضے کی ابتدا افراد سے کریں۔ بچپن ہی سے ہم اُن کے دلوں میں سکاؤٹنگ کے نصب العین اور بے لوث خدمت کے جذبے کو استوار کریں تاکہ اُن کے خیالات، گفتار اور کردار میں پاکیزگی پیدا ہو جائے۔ اگر ہمارے نوجوان ہر ایک کو دوست رکھنے، ہر ایک کی ہمہ وقت مدد کرنے، ذاتی مفاد کو دوسروں کی بھلائی پر قربان کرنے، خیال، قول اور فعل میں تشدد سے بچنے کا سبق سیکھ لیں تو مجھے قوی اُمید ہے کہ عالمگیر اخوت ہمارے امکان اور دسترس میں ہوگی۔ خدا آپ کا حامی و ناصر ہو۔“

پاکستان کے معرض وجود میں آنے کے فوراً بعد بیرون ملک سب سے پہلے پاکستانی قومی پرچم بوائے سکاؤٹس نے فرانس میں لہرایا۔ ۱۴ اگست ۱۹۴۷ء کو پرچم کشائی کی اس تقریب کی تفصیل کچھ یوں ہے کہ پاک بھارت آزادی سے پہلے ہندوستان سے ۱۵۴ سکاؤٹس کا دستہ چھٹے عالمی سکاؤٹ اجتماع میں شرکت کے لیے فرانس کے شہر ”موانزن“ گیا ہوا تھا۔ اس دستے میں پنجاب بوائے سکاؤٹس کی تعداد (۵۴) سب سے زیادہ تھی جنہوں نے اعلان قیام پاکستان پر فیصلہ کیا کہ ۱۴ اگست ۱۹۴۷ء کو یوم آزادی منایا جائے گا، برطانوی جھنڈا (یونین جیک) اتار کر انتہائی احترام و اہتمام کے ساتھ پاکستان اور ہندوستان کے جھنڈے لہرائے جائیں گے۔

ہندوستان کا جھنڈا تو سکاؤٹس دہلی سے لے کر گئے تھے مگر پاکستان کا سبز ہلالی پرچم بنانے کے لیے شملہ کے ایک سکاؤٹ نے سبز رنگ کا کپڑا اپنی پگڑی سے پھاڑ کر دیا اور سفید کپڑا ملتان کے ایک بوائے سکاؤٹ نے اپنی قمیص سے پھاڑ کر دیا جس کی سلائی رات گیارہ بجے دو فرانسیسی گرل گائیڈز نے کی۔ دوسری جنگ عظیم کے بعد سکاؤٹس کے اس پہلے عالمی اجتماع، جس میں پچاسی ممالک کے سکاؤٹس شریک تھے، میں سکاؤٹس کا بنایا ہوا پاکستانی پرچم لہرایا گیا۔

۱۴ اکتوبر ۱۹۴۷ء کو جب پاکستانی سکاؤٹس کا دستہ وطن واپس پہنچا تو کراچی کی بندرگاہ پر قائد اعظمؒ کے خصوصی نمائندے نے انہیں خوش آمدید کہا اور انہیں گورنر جنرل ہاؤس میں چائے پر مدعو کیا۔

چائے کی تقریب میں سکاؤٹس نے قائد اعظمؒ کو چھٹی عالمی سکاؤٹ جمہوری فرانس میں پاکستانی پرچم کے بنانے اور لہرائے جانے کا تمام واقعہ سنایا تو آپ بہت خوش ہوئے۔

سوالات

- ۱۔ مندرجہ ذیل سوالات کے مختصر جوابات لکھیے:
 - ا۔ سکاؤٹ تحریک کی بنیاد کس نے رکھی؟
 - ب۔ سکاؤٹ کیا خدمات انجام دیتے ہیں؟
 - ج۔ بوائے سکاؤٹ ایسوسی ایشن کا مشن بیان کیجیے؟
 - د۔ ہنگامی حالات سے کیا مراد ہے؟
- ۲۔ ذیل میں ہر بیان کے نیچے چار جوابات دیے گئے ہیں۔ آپ درست جواب کے رومن نمبر کے گرد دائرہ لگائیں:
 - ا۔ ہمارے پیارے وطن کا سرکاری نام ہے۔
 - i۔ پاکستان
 - ii۔ مملکت پاکستان
 - iii۔ مملکت خداداد پاکستان
 - iv۔ اسلامی جمہوریہ پاکستان
 - ب۔ اسلام آباد سے مری کا فاصلہ ہے۔
 - i۔ ۶۲ کلومیٹر
 - ii۔ ۶۴ کلومیٹر
 - iii۔ ۶۶ کلومیٹر
 - iv۔ ۶۸ کلومیٹر
 - ج۔ ملکہ کو ہسار کہتے ہیں۔
 - i۔ ایبٹ آباد کو
 - ii۔ میرپور کو
 - iii۔ مری کو
 - iv۔ ایوبیہ کو
 - د۔ ایشیا میں سکاؤٹس کی تربیت کا سب سے بڑا مرکز ہے۔
 - i۔ نٹھیا گلی میں
 - ii۔ گھوڑا گلی میں
 - iii۔ چھینکا گلی میں
 - iv۔ بانسہ گلی میں
 - ہ۔ پاکستان کے پہلے چیف سکاؤٹ تھے۔
 - i۔ لیاقت علی خاں
 - ii۔ قائد اعظم
 - iii۔ خواجہ ناظم الدین
 - iv۔ سردار عبدالرزاق شتر
 - و۔ بیرون ملک پہلی مرتبہ پاکستانی پرچم لہرایا گیا۔
 - i۔ ہالینڈ میں
 - ii۔ اٹلی میں
 - iii۔ جرمنی میں
 - iv۔ فرانس میں

ز۔ ۱۹۴۷ء میں فرانس میں ہونے والی عالمی سکاؤٹ جمبوری تھی۔

i۔ پانچویں ii۔ چھٹی

iii۔ ساتویں iv۔ آٹھویں

۳۔ مناسب الفاظ کی مدد سے خالی جگہ پُر کیجیے:

ا۔ سکاؤٹ تربیت نوجوانوں کی جسمانی، ذہنی اور..... نشوونما کرتی ہے۔

ب۔ قائد اعظمؒ نے قوم کو اتحاد،..... اور نظم و ضبط کے سنہرے اصول دیے۔

ج۔ بچے قوم کی امانت اور قیمتی..... ہوتے ہیں۔

د۔ مہاجرین کی تعداد میں اضافہ ہونے پر..... کے مقام پر میدان میں سکاؤٹ خیمے نصب کیے گئے۔

۴۔ تحریک کی جمع تحریک اور تحریکات دونوں طرح سے درست ہے۔ آپ اسی طرز پر مندرجہ ذیل الفاظ کی جمع بنائیں۔

تفصیل، تقریب، تصنیف

۵۔ مندرجہ ذیل الفاظ و محاورات کو اپنے جملوں میں اس طرح استعمال کیجیے کہ ان کا مفہوم واضح ہو جائے:

منسوب کرنا، بے خانماں، ڈھارس بندھنا، معرض وجود میں آنا، سرشار

۶۔ الفاظ کا درست تلفظ واضح کرنے کے لیے اعراب لگائیے:

شعور، مختلف، نصب، تعاون، مہاجر، اجتماع

۷۔ مندرجہ ذیل ہم آواز الفاظ کو جملوں میں اس طرح استعمال کیجیے کہ ان کا فرق واضح ہو جائے:

واقعہ، واقع، نسب، نصب

۸۔ ”فساد زدہ“ میں زدہ لاحقہ ہے۔ اس لاحقے کی مدد سے مزید تین الفاظ بنائیے۔

آلودگی! آلودگی!

سر پر دھوئیں کی لہر ہے اور ہم ہیں دوستو!
آلودگی کا زہر ہے اور ہم ہیں دوستو!
اک دوسرے کو اب کوئی پہچانتا نہیں
گردوغبار شہر ہے اور ہم ہیں دوستو!
چاروں طرف ہیں گوش خراشی کے سلسلے
اک شور آٹھ پہر ہے اور ہم ہیں دوستو!
رکس امتحان میں ہے سماعت نہ پوچھیے
غوغائے بزمِ دہر ہے اور ہم ہیں دوستو!
کتی تباہ کار ہیں یہ تابکاریاں
افزودگی کا قہر ہے اور ہم ہیں دوستو!
ہم سے ہوائے شہر کی بابت نہ پوچھیے
رگ رگ میں ایک زہر ہے اور ہم ہیں دوستو!

(انور مسعود)

سوالات

- 1- نظم میں آلودگی کی جن اقسام کا ذکر آیا ہے، ان کے نقصانات پر ایک ایک پیرا گراف لکھیں۔
- 2- آپ کسی اور شاعر کی لکھی ہوئی ہلکی پھلکی مزاحیہ نظم اپنی کاپی میں لکھیں اور کلاس میں سنائیں۔

علم بصریات کا بانی

مسلمانوں نے ایک ہزار سال تک سائنس اور ٹیکنالوجی کے میدان میں دنیا کی راہ نمائی کا فریضہ انجام دیا۔ طب کی دنیا میں ابوعلی سینا کے نام کا ڈنکا بجتا ہے تو کیمیا کے میدان میں جابر بن حیان نے اپنے نام کے جھنڈے گاڑے اور بابائے کیمیا کہلائے۔ یعقوب ابن اسحاق الکندی نے طبیعیات کے شعبے میں نام پیدا کیا تو ابوریحان البیرونی نے علم ارضیات میں کارنامے انجام دیے۔ الفارابی نے حیاتیات کے ماہر کے طور پر اپنا لوہا منوایا تو الرازی نے کیمیا میں مرکبات کی درجہ بندی کی۔

جن نامور مسلمانوں نے سائنس کے میدان میں اہم خدمات انجام دیں اُن میں سے ایک عظیم مسلم سائنس دان ابن الہیثم تھے جن کا پورا نام ابوعلی حسن بن حسین ابن الہیثم ہے۔ ابن الہیثم ۹۶۵ عیسوی میں بصرے میں پیدا ہوا۔ ابتدائی تعلیم اپنے شہر سے حاصل کی۔ اسے علم و حکمت سے گہری دل چسپی تھی۔ چنانچہ اس نے ریاضی، ہیئت، طب اور طبیعیات کا مطالعہ کیا۔

سرزمین مصر زرعی لحاظ سے بہت زرخیز ہے۔ اس کی زراعت کا دار و مدار دریائے نیل کے پانی پر ہے۔ مسئلہ یہ تھا کہ خشک موسم میں اس دریا کا پانی کم ہو جاتا تھا اور موسم برسات میں شدید سیلاب کے باعث لوگوں کے جان و مال کا نقصان ہوتا۔

ابن الہیثم نے اس مسئلے کے حل کے لیے غور و فکر شروع کیا۔ بالآخر اسے اس مسئلے کا ایک قابل عمل حل سوجھ گیا۔ یہ حل تھا دریائے نیل پر بند کی تعمیر۔ سیلاب کے دنوں میں فالتو پانی اس بند میں جمع کر کے لوگوں کے جان و مال کو محفوظ کیا جاسکتا تھا اور خشک دنوں میں اسے حسب ضرورت آب پاشی کے کام میں لاکر مصر کی زرعی پیداوار میں خاطر خواہ اضافہ کیا جاسکتا تھا۔

مصر میں حاکم نامی فاطمی خلیفہ ۹۹۶ عیسوی کو تخت نشین ہوا۔ یہ خلیفہ علم دوستی کی وجہ سے مشہور تھا۔ ابن الہیثم نے اس منصوبے کا مختصر خاکہ بنا کر خلیفہ حاکم کی خدمت میں بھیجا۔ یہ منصوبہ دیکھ کر حاکم بے حد خوش ہوا۔ اس نے اس ذہین سائنس دان کو مصر آنے کی دعوت دی۔ دعوت پا کر گویا ابن الہیثم کے دل کی تمنا پوری ہوئی۔ اُس نے رخت سفر باندھا اور مصر کا رخ کیا۔ حاکم نے اس قابل سائنس دان کی خوب آؤ بھگت کی۔ اُس نے ابن الہیثم کو چیف انجینئر مقرر کیا اور منصوبے کو عملی صورت دینے کی غرض سے اسے زیر کثیر، مزدور اور کاری گردیے۔

اب ابن الہیثم نے اُسوان کے گرد و نواح میں دریا کا مکمل سروے کیا۔ جلد ہی وہ اس نتیجے پر پہنچا کہ دست یاب وسائل کی مدد سے اس منصوبے کو پایہ تکمیل تک پہنچانا ممکن نہیں۔ حاکم نے اس منصوبے سے بڑی بڑی امیدیں وابستہ کر رکھی تھیں۔ وہ سخت مزاج حکم ران تھا اور معمولی معمولی غلطیوں پر قتل کا حکم صادر کر دیتا تھا۔ ابن الہیثم نہیں چاہتا تھا کہ ایک خطیر رقم خرچ کرنے کے بعد حاکم کو معلوم ہو کہ منصوبہ ادھورا رہ گیا ہے۔ چنانچہ اُس نے تمام تر مصلحتوں کو بالائے طاق رکھتے ہوئے اس منصوبے کو مکمل کرنے سے معذوری ظاہر کی۔ خلیفہ کے عتاب سے بچنے کے لیے اُس نے خود پردیوانگی طاری کر لی۔ یوں حاکم نے اسے پاگل خانے بھجوا دیا۔ ۱۰۲۱ء میں حاکم کی وفات تک ابن الہیثم اسی پاگل خانے میں بند رہا۔ اُس کے مرنے کے بعد ابن الہیثم کو رہائی ملی۔

حاکم کے رویے کو دیکھ کر ابن الہیثم درباری زندگی سے بدل ہو گیا تھا۔ اب اُس نے کسی دربار سے وابستگی اختیار کرنے کی بجائے

جامعہ ازہر میں اپنے لیے ایک کمر مختص کر لیا اور شب و روز اپنے سائنسی تجربات میں منہمک رہنے لگا۔ ابن الہیثم نے طب کی باقاعدہ تعلیم حاصل کی تھی لیکن اُس نے اسے پیشے کے طور پر نہیں اپنایا۔ سائنسی میدان میں اس کا سب سے بڑا کام اس کی اعلیٰ پایہ تصنیف ”کتاب المناظر“ کی صورت میں دنیا کے سامنے آیا۔ اس کتاب کی تصنیف پر اس کی زندگی کے قیمتی اٹھارہ سال صرف ہوئے۔

یہ کتاب طبیعیات کی مشہور شاخ روشنی کے موضوع پر ہے۔ اس کتاب کو اس موضوع پر دنیا کی اولین جامع کتاب ہونے کا اعزاز بھی حاصل ہے۔ کتاب کے آغاز میں ابن الہیثم نے روشنی کی ماہیت پر بحث کی ہے۔ اُس نے روشنی کو توانائی کی صورت قرار دیا، جب کہ اس زمانے کے سائنس دان توانائی کے لفظ سے بھی آشنا نہ تھے۔

اس کے بعد وہ نور افشاں^۱ جسم اور بے نور جسم کا فرق بیان کرتا ہے۔ جن چیزوں پر روشنی پڑتی ہے، وہ انھیں تین قسموں میں تقسیم کرتا ہے یعنی شفاف، نیم شفاف اور غیر شفاف۔

اس کتاب میں ابن الہیثم نے روشنی کی شعاع کی جو تعریف بیان کی ہے، وہ آج بھی درست تسلیم کی جاتی ہے۔ اُس نے اپنی تحقیقات سے یہ نتیجہ نکالا کہ روشنی کی شعاع ایک واسطے^۲ میں ہمیشہ خط مستقیم میں سفر طے کرتی ہے۔ اُس نے یہ نظریہ پیش کیا کہ جب روشنی کی شعاع کسی ایک واسطے سے دوسرے واسطے میں ترجمہ^۳ داخل ہوتی ہے تو اپنے پہلے راستے سے ہٹ جاتی ہے۔ ابن الہیثم نے سورج گرہن کے وقت کھڑکی کے کواڑ میں چھوٹا سا سوراخ کر کے اس کے مقابل کی دیوار پر سورج کے عکس کو دیکھا۔ اس طرح اُس نے سوئی چھید کیمرہ^۴ ایجاد کیا۔

ابن الہیثم روشنی کے انعکاس سے بخوبی واقف تھا۔ روشنی کے انعکاس پر متعدد تجربے کر کے اس نے انعکاس کے دونوں قوانین دریافت کیے۔ وہ روشنی کے انعطاف سے بھی واقف تھا۔ روشنی کے انعطاف کے پہلے قانون کی دریافت کا سہرا بھی اس کے سر ہے۔ اس نے کروئی آئینوں پر بھی بیش قیمت تحقیقات کیں۔ ”کتاب المناظر“ کا جو باب خاص طور پر اہم ہے، وہ آنکھ کے متعلق ہے۔ حیران کن بات یہ ہے کہ آج سے ایک ہزار سال پہلے ابن الہیثم نے آنکھ کے متعلق جو معلومات دیں، وہ آج کے سائنسی دور میں بھی سو فی صد درست ہیں۔

ابن الہیثم نے آنکھ کے مختلف حصوں کے لیے جو الفاظ استعمال کیے، لاطینی میں ان کا ترجمہ کیا گیا۔ آج بھی طبیعیات کی کتابوں میں استعمال ہونے والے اکثر و بیشتر الفاظ ان عربی ناموں کا لفظی ترجمہ ہیں۔ اس کی مثال یوں سمجھیں کہ جب ابن الہیثم نے آنکھ کے لینز^۵ کا مشاہدہ کیا تو اس کی سطح دونوں طرف سے ابھری ہوئی ہونے کے باعث مسور کے دانے سے ملتی جلتی تھی۔ چوں کہ مسور کو عربی میں عدس کہتے ہیں، اس لیے ابن الہیثم نے اس کا نام عدسہ رکھا۔ لاطینی زبان میں ”المناظر“ کا ترجمہ کیا گیا تو مسور کے لاطینی مترادف لینل^۶ سے لینز کی اصطلاح وضع کر لی گئی۔ بہت کم لوگ جانتے ہیں کہ لینز کا لفظ ابن الہیثم کی عربی اصطلاح کا لفظی ترجمہ ہے۔ دنیائے اسلام کے اس ذہین اور نامور سائنس دان نے ۱۰۴۳ء میں وفات پائی۔

سوالات

۱۔ سندر جڈی سوالات کے مختصر جواب دیجیے:

۲۔ ابن الہیثم کی کتاب ’المناظر‘ کا موضوع کیا ہے؟

- ب۔ مصر کی زراعت کا انحصار کس چیز پر ہے؟
- ج۔ ابن الہیثم نے جس منصوبے کا خاکہ بنا کر خلیفہ کو بھیجا، وہ کیا تھا؟
- د۔ ابن الہیثم نے پاگل پن کا بہانہ کیوں کیا؟
- ہ۔ مصر کی جس یونیورسٹی میں ابن الہیثم نے تحقیقات کیں، اُس کا کیا نام تھا؟
- و۔ ابن الہیثم کی مشہور زمانہ کتاب کا کیا نام ہے؟
- ز۔ ابن الہیثم نے سوئی چھید کیمرا کیسے ایجاد کیا؟
- ح۔ لینز کس زبان کا لفظ ہے۔ اس اصطلاح کا پس منظر کیا ہے؟
- ۲۔ مندرجہ ذیل جملوں میں دی گئی خالی جگہ پُر کیجیے:
- ل۔ حکمت مسلمانوں کی..... ہے
- ب۔ ابن الہیثم مغرب میں..... کے نام سے مشہور ہے۔
- ج۔ کتاب المناظر کا موضوع..... ہے۔
- د۔ روشنی..... کی ایک قسم ہے۔
- ہ۔ روشنی کی شعاع ایک واسطے میں ہمیشہ..... میں چلتی ہے۔
- و۔ ابن الہیثم نے روشنی کے انعکاس کے..... دریافت کیے۔
- ز۔ لینز عربی کے لفظ..... کا لفظی ترجمہ ہے۔
- ۳۔ کالم 'الف' میں سائنس کے مختلف شعبوں کے نام دیے گئے ہیں جب کہ کالم 'ب' میں مسلمان ماہرین سائنس کے نام لکھے گئے ہیں۔ آپ کالم 'ج' میں ہر شعبے سے متعلق سائنس دان کا نام لکھیں۔
- | | | |
|---------|--------------|---|
| الف | ب | ج |
| طبیعیات | جابر بن حیان | |
| بصریات | الفارابی | |
| طب | یعقوب الکندی | |
| کیمیا | البیرونی | |
| ارضیات | ابن الہیثم | |
| حیاتیات | بوعلی سینا | |
- ۴۔ مندرجہ ذیل الفاظ و محاورات کو اپنے جملوں میں اس طرح استعمال کیجیے کہ ان کا مفہوم واضح ہو جائے:
- بیڑا اٹھانا، ڈنکا بجانا، جھنڈے گاڑنا، نام پیدا کرنا، لوہا منوانا، قابل عمل، رخت سفر باندھنا، بالائے طاق رکھنا۔
- ۵۔ مندرجہ ذیل لفظوں کے لاحقے کی نشان دہی کیجیے اور ان کی مدد سے مزید چار چار الفاظ بنائیے۔ زرخیز، پاگل خانہ
- ۶۔ جامع اور جامعہ مشابہ لفظ ہیں۔ انہیں اپنے جملوں میں اس طرح استعمال کیجیے کہ ان کے معنی واضح ہو جائیں۔

حسرت موہانیؒ

• عشق نے جب سے کہا حسرت مجھے
کوئی بھی کہتا نہیں فضل الحسن

یہ لازوال شعر اُس شاعر کا ہے جو اردو ادب میں رئیس الصغر لہین کے نام سے جانا جاتا ہے۔ آپ کا اصل نام سید فضل الحسن تھا، شاعری میں حسرت تخلص استعمال کرتے تھے۔ آپ کو اپنی جائے ولادت موہان سے شدید محبت تھی، اس شہر کی نسبت کو نام کا مستقل حصہ بنالیا۔ چنانچہ اپنے اصل نام سے کم اور حسرت موہانی کے نام سے زیادہ معروف ہیں۔

حسرت نے ۱۸۷۵ء میں سید زہر حسن کے ہاں آنکھ کھولی۔ ابتدائی تعلیم موہان کے ایک کتب سے حاصل کی۔ قرآن مجید کے علاوہ اردو اور فارسی کی مروجہ کتابیں بھی پڑھیں۔ مڈل کے امتحان میں پورے صوبے میں اول رہے۔ ہائی سکول کا امتحان اپنی انھیال فتح پور سے نمایاں حیثیت سے پاس کیا اور آپ سرکاری وظیفے کے مستحق قرار پائے۔

سیاسی سرگرمیوں میں حصہ لینے کی پاداش میں علی گڑھ کالج سے نام خارج ہوا۔ بی۔ اے کا امتحان پرائیویٹ امیدوار کے طور پر پاس کیا۔ امتحان کا نتیجہ نکلنے سے پہلے ”اردوئے معلیٰ“ کے نام سے ایک رسالہ نکالنا شروع کیا۔ آپ نے جس بے خوفی اور بے باکی سے آزادی کا پرچار کیا، اس کی مثال ملنا ممکن نہیں۔ ایک مضمون کی اشاعت پر آپ کو ایک سال قید با مشقت کی سزا سنائی گئی۔ پریس بھی ضبط کر لیا گیا۔ زندگی کا زیادہ تر حصہ قید فرنگ کی نذر ہو گیا۔ جیل میں آپ کو ایک من آثار و زانہ پینا پڑتا تھا۔ آپ کی شاعری میں اس قید کا ذکر کئی جگہ ملتا ہے:

ہے مشقِ سخن جاری، پچکی کی مشقت بھی

اک طرف تماشا ہے حسرت کی طبیعت بھی

کٹ گیا قید میں ماہِ رمضان بھی حسرت

گرچہ سامانِ سحر کا تھا نہ افطاری کا

مولانا حسرت موہانی پکے اور سچے مسلمان تھے۔ آپ صوم و صلوة کی سختی سے پابندی کرتے تھے۔ قید میں روزے رکھنے سے آپ کو ایک خاص طرح کی لذت آتی تھی، چنانچہ ماہِ وصیام کے اختتام پر کہتے ہیں:

عینِ راحت تجھ سے تھی تکلیفِ قید

اے ایس ایل زنداں الوداع

مولانا حسرت موہانی کو حق گوئی اور بے باکی کی بڑی سخت سزا دی گئی۔ آپ کے غم میں آپ کے والد علیل ہو گئے، جتنی کہ وہ اس دنیا سے چل بے مگر آپ اس بطلِ حریت پر کہ جس نے ان تمام مصائب کو خندہ پیشانی سے برداشت کیا۔ قید، اس شرط پر رہا کرنے پر تیار تھی کہ حسرت معافی نامہ لکھ دیں۔ آپ کی طبع غیور نے انگریز بڑھ کر ایک مصیبت آئی مگر تسلیم و رضا کا یہ پیکر اپنی جگہ ڈٹا رہا۔

ہم قول کے صادق ہیں اگر جان بھر
واللہ کبھی خدمتِ انگریز نہ

• جو چاہے سزا دے لو، تم اور بھی کھل کھیلو
پر ہم سے قسم لے لو، کی ہو جو شکایت بھی

روح آزاد ہے، خیال آزاد
جسم حسرت کی قید ہے ہے کار

مولانا آزادی کے متوالے تھے۔ آپ کے سر میں آزادی کا سودا سمایا ہوا تھا۔ وہ انگریزوں کے جور و استبداد کو کب خاطر میں لانے والے تھے۔ وہ ان سختیوں سے کیا گھبراتے، النادو انھیں اچھا سمجھتے کہ ان کی بدولت مسلمانوں میں آزادی کا احساس پیدا ہو رہا ہے۔

اچھا ہے اہل ہور کیے جائیں سختیاں
پھیلے گی یوں ہی شورشِ حبِ وطن تمام
رسم جفا کامیاب دیکھیے کب تک رہے
حبِ وطن مستِ خواب دیکھیے کب تک رہے

غضب ہے کہ پابندِ اغیار ہو کر
مسلمان رہ جائیں یوں خوار ہو کر

مولانا حسرت موہانی نے درویشانہ بلکہ قلندرانہ انداز میں زندگی گزاری۔ آپ کے مزاج میں قناعت و استغنا کا مادہ کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا۔ حالات کیسے ہی تلخ کیوں نہ ہوں، اللہ تعالیٰ کی ذات پر غیر متزلزل ایمان کے باعث آپ ہمیشہ ثابت قدم رہے، خود لکھتے ہیں۔

ہر حال میں رہا جو ترا آسرا مجھے
 مایوس کر سکا نہ ہجوم بلا مجھے
 حق و صداقت کی خاطر فنا ہونے ہی میں بقا کا راز مضمر ہے۔ آپ نے اپنی شاعری کے ذریعے سے باطل سے نکرانے اور حق کی خاطر
 جان دینے کا ولولہ پیدا کیا۔

کامیابی رہ حق میں ہے مُسَلَّم اُن کی
 جو فنا ہو کے سزاوار بقا ہوتے ہیں
 مولانا حسرت موہانی سچے عاشق رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھے۔ آپ کو مدینہ طیبہ کے درودیوار سے ایک خاص عقیدت تھی۔ آپ
 نے تیرہ حج کیے۔ آپ کی شاعری میں روضہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر حاضری کے لیے تڑپ پائی جاتی ہے۔ وہ تمام باطل خیالات کو
 دل سے نکال کر صرف اللہ اور نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت دل میں بسانے کے آرزو مند ہیں۔ ان کی غزلوں سے اس والہانہ
 جذبے کا اظہار ہوتا ہے۔

دل کو ہو تجھ سے واسطہ، لب پہ ہو نامِ مصطفیٰ
 وقت جب آئے اے خدا خاتمہ حواس کا
 لے چلا پھر کشاں کشاں مجھ کو
 دل اسی ارضِ محترم کے قریب
 سفر جب نہ ہو پھر مدینے سے حسرت
 وہ کب آئیں گے دن تری زندگی میں
 مولانا حسرت موہانی نے اچھے راہ نما کی پہچان یہ بتائی ہے کہ وہ مصلحت پرست نہیں ہوتا۔ وہ کسی حال میں بھی حق سے انحراف نہیں
 کرتا۔ انھوں نے ہمیں اپنے زورِ بازو پر بھروسہ کرنے کا درس دیا ہے۔

حق سے بہ غدرِ مصلحت وقت پہ جو کرے گریز
 اس کو نہ پیشوا سمجھ، اس پہ نہ اعتماد کر
 غیر کی جدوجہد پہ تکیہ نہ کر کہ ہے گناہ
 کوششِ ذاتِ خاص پہ ناز کر، اعتماد کر

اُردو زبان سے عشق کی حد تک لگاؤ رکھنے والے اس شاعر نے ۱۳ مئی ۱۹۵۱ء کو لکھنؤ کے مقام پر انتقال فرمایا۔ آپ کو انوار باغ لکھنؤ میں سپردِ خاک کیا گیا۔

آپ اُردو زبان کے سچے خادم، غزل کے اہم شاعر اور شمعِ آزادی کے جاں نثار پروانے کی حیثیت سے ہمیشہ زندہ رہیں گے۔

سوالات

- ۱۔ مندرجہ ذیل سوالات کے مختصر جواب لکھیے:
 - ۱۔ مولانا حسرت موہانی کا اصل نام کیا تھا؟
 - ۲۔ مولانا حسرت اپنے نام کے ساتھ موہانی کا لفظ کیوں لگاتے تھے؟
 - ۳۔ مولانا حسرت موہانی کو علی گڑھ کالج سے کیوں نکال دیا گیا؟
 - ۴۔ مولانا حسرت موہانی کو حق گوئی و بے باکی کی کیا سزا ملی؟
- ۲۔ ہریان کے نیچے چار جوابات دیے گئے ہیں۔ آپ درست جواب کے ردِ من نمبر کے گرد دائرہ لگائیں۔
 - ۱۔ مولانا حسرت موہانی کا سالِ ولادت ہے:

- | | |
|------------|-----------|
| i- ۱۸۷۵ء | ii- ۱۸۷۶ء |
| iii- ۱۸۷۷ء | iv- ۱۸۷۸ء |

۳۔ مولانا حسرت موہانی کا اصل نام تھا:

- | | |
|--------------------|-------------------|
| i- سید ابوالحسن | ii- سید فیض الحسن |
| iii- سید فضل الحسن | iv- سید نجم الحسن |

۴۔ مولانا حسرت موہانی کے ننھیال تھے:

- | | |
|---------------------|------------------|
| i- فتح پور میں | ii- لاہل پور میں |
| iii- ہوشیار پور میں | iv- خیر پور میں |

۵۔ مولانا حسرت موہانی نے جو رسالہ نکالا، اُس کا نام تھا:

- | | |
|--------------------|--------------------|
| i- اُردوئے مجلّا | ii- اُردوئے معلّیٰ |
| iii- اُردوئے مقفیٰ | iv- اُردوئے مستحجّ |

۵۔ مولانا حسرت موہانی کی زندگی کا بیشتر حصہ گزرا:

i۔ سیر و سیاحت میں ii۔ انگریزوں کی قید میں

iii۔ درس و تدریس میں iv۔ کتابیں لکھنے میں

۶۔ مولانا حسرت موہانی کی جائے تدفین ہے:

i۔ احرار باغ لکھنؤ ii۔ اسرار باغ لکھنؤ

iii۔ ابرار باغ لکھنؤ iv۔ انوار باغ لکھنؤ

۳۔ درج ذیل الفاظ و محاورات کو جملوں میں اس طرح استعمال کیجیے کہ ان کا مفہوم واضح ہو جائے:

آنکھ کھولنا، پاداش، بے باکی، علالت، بطل حریت، ثابت قدم رہنا، چل بسنا، خاطر میں نہ لانا

۴۔ مندرجہ ذیل الفاظ کا درست تلفظ اعراب کی مدد سے واضح کیجیے:

اصل، فضل، مستقل، محبت، اشاعت، مزاج، تلخ، مسئلہ

۵۔ مندرجہ ذیل ہم آواز لفظوں کو جملوں میں اس طرح استعمال کیجیے کہ ان کے معنی کا فرق واضح ہو جائے:

حامی، ہامی، نذر، نظر

۶۔ اس سبق میں ایک لفظ ”رئیس“ استعمال ہوا ہے، اس کی جمع ہے رُؤسا

آپ اسی طرز پر مندرجہ ذیل الفاظ کی جمع بتائیں:

غریب، امیر، فقیر، سفیر، شریف، شریک، ادیب، ندیم، شہید، قدیم، وزیر، خطیب، وکیل

۷۔ مندرجہ ذیل الفاظ کے لاحقوں کی نشان دہی کیجیے۔ نیز ہر لاحقے کی مدد سے مزید دو الفاظ بنائیے:

حق گو، قید خانہ، مصلحت پرست، مون زن

۸۔ نیچے دیے گئے نامکمل جملوں پر غور کیجیے:

اللہ کا گھر۔ حمیرا کی کتاب۔ آم کے درخت

ان جملوں میں ’اللہ‘، ’حمیرا‘ اور ’آم‘ مضاف الیہ، ’کا‘، ’کی‘، ’کے‘ حروف اضافت اور ’گھر‘، ’کتاب‘ اور ’درخت‘ مضاف ہیں۔

ایسے مرکبات جو مضاف، مضاف الیہ اور حرف اضافت سے مل کر بنیں، مرکبات اضافی کہلاتے ہیں۔

اس سبق میں سے مرکبات اضافی تلاش کیجیے۔

خاتونِ کربلا

جس خاتون کے نانا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، والد گرامی باب العلم حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ، والدہ ماجدہ خاتونِ جنت حضرت فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا اور بھائی حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ ہوں، اس کی عظمت کا کیا ٹھکانا!

آپؑ کی ولادت ۵ ہجری میں ہوئی۔ آپ کا نام زینب آپ کے نانا جان حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رکھا۔ سن مبارک چھ برس بھی نہ ہوا تھا کہ مصائب کی پوش شروع ہو گئی۔ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال کا دردناک واقعہ پیش آئے زیادہ دیر نہیں گزری تھی کہ آپؑ کو اپنی والدہ ماجدہ حضرت فاطمہ الزہراؑ کی جدائی کا صدمہ برداشت کرنا پڑا۔ یوں آپؑ پر چھوٹی سی عمر میں ذمے داریوں کا بوجھ آن پڑا۔ آپؑ اپنے والد گرامی کے ساتھ اپنے بہن بھائیوں کی دیکھ بھال میں مصروف ہو گئیں۔ آپؑ کا نکاح حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے ہوا۔ یہ نکاح مسجد میں نہایت سادگی سے ہوا۔

حضرت زینب رضی اللہ عنہا فہم و فراست، عقل و دانش اور تدبیر و حکمت کی مالک تھیں۔ آپ بہت سے علوم و معارف پر دسترس رکھتی تھیں۔ آپؑ کو قرآن اور اس کی شرح و تفسیر پر عبور حاصل تھا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں آپؑ کو فے میں تفسیر قرآن کا درس دیا کرتی تھیں۔ کو فے کی خواتین اس درس میں شریک ہوا کرتی تھیں۔ آپؑ امورِ خانہ داری میں کفایت شعاری سے کام لیتی تھیں۔ غریبوں، ناداروں اور بے کسوں کی امداد کرتی تھیں۔ آپؑ کے زہد و تقویٰ کا یہ عالم تھا کہ تمام عمر نماز تہجد نہیں چھوڑی۔

جب حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے دینِ حق کی سر بلندی اور حفاظت کے لیے کو فے کے سفر کا ارادہ فرمایا تو حضرت زینبؑ اپنے عظیم بھائی کی جدائی برداشت نہ کر سکیں۔ چنانچہ آپؑ اپنے شوہر کی اجازت سے رو کرب و بلا کے مسافروں میں شامل ہو گئیں۔ اس کٹھن سفر میں آپؑ کے دونوں صاحب زادے عون و محمد بھی آپ کے ہمراہ تھے۔ دونوں نے حق و صداقت کی خاطر لڑتے ہوئے جامِ شہادت نوش کیا۔ اپنے جگر گوشوں کی لاشیں دیکھ کر آپؑ نے کمال صبر و استقامت کا مظاہرہ کیا۔

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد آپؑ نے جس انداز سے قافلہٴ حسینی کی قیادت کی، وہ اپنی مثال آپ ہے۔ آپؑ کے ایمان و توکل اور صبر و رضا کی جھلک دیکھنی ہو تو یہ منظر دیکھیے:

”حسینی قافلے کو سپاہِ شام اسیر کر کے لے جا رہی ہے۔ آپؑ کربلا کی ریت پر اپنے عظیم بھائی اور ان کے جاں نثار ساتھیوں کی خاک و خون میں غلطان لاشوں کے قریب سے گزرتی ہیں۔ قربان جائیے آپؑ کے بے مثال صبر و رضا پر کہ اس عالم بے کسی میں بھی آپؑ کے دست مبارک بلند ہوتے ہیں اور لب یوں گویا ہوتے ہیں: ”الہی! ہماری اس قربانی کو شرف قبولیت عطا فرما۔“

ذرا آپؑ کے غموں کا اندازہ کیجیے۔ ساری عمر مصائب جھیلنے گزری ہے۔ بچپن میں نانا جان اور والدہ سے محروم ہو جانا، پھر والد گرامی کی

شہادت کا صدمہ، بڑے بھائی حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کی وفات اور اب سب سے بڑھ کر کربلا کے میدان میں بھائی، بھتیجوں، بیٹوں اور دیگر اعزہ و اقارب کی شہادت۔

آپؐ دشمن کے ظلم و ستم کے مقابل اس جرأت و استقامت کے ساتھ کھڑی ہوئیں کہ تاریخ انسانیت دنگ رہ گئی کہ کوئی خاتون اس قدر صبر کا مظاہرہ بھی کر سکتی ہے۔ ایک نظر آپؐ کی جرأت پر ڈالے:

خاندان اللہ کی راہ میں قربان ہو چکا ہے۔ پس ماندگان قید کیے جا چکے ہیں۔ کوئی پُرسان حال نہیں۔ عالم تنہائی ہے۔ مصائب و شدائد کی انتہا ہو چکی ہے۔ صدمات سے دل چور چور ہے۔ خواتین اور یتیم بچے ہمراہ ہیں۔ ایسے میں آپؐ کو کوفہ لایا جاتا ہے۔ آپؐ اہل کوفہ کو مخاطب کر کے فرماتی ہیں:

”اے کوفہ والو! تمھاری مثال اس عورت جیسی ہے جس نے نہایت محنت اور کوشش سے سوت کات کر ڈوری بانٹی، پھر خود ہی اسے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ تم اس سبزے کی مانند ہو جو کٹافٹوں سے بھری ہوئی زمین پر اُگتا ہے اور غلیظ بنیادوں پر لہلہاتا ہے۔ تم نے اپنے دامن پر رسوائیوں کے ایسے داغ لگا لیے ہیں جو کبھی دھل نہیں سکتے۔“

اس کے بعد اس قافلے کو یزید کے دربار میں دمشق لایا جاتا ہے۔ کوئی خوف یا رعب و دبدبہ آپؐ کو حق گوئی سے باز نہیں رکھ سکا۔ آپؐ جابر حکم ران کے سامنے نہایت جرأت و بہادری سے حق گوئی کا مظاہرہ کرتے ہوئے فرماتی ہیں:

”یزید! افسوس کہ حوادثِ روزگار نے مجھے یہاں تک پہنچایا ہے۔ میں تیری اسیر اور تجھ سے مخاطب ہوں لیکن میں تیری قوتِ وحیثیت کو حقیر جانتی ہوں۔ تم لوگوں کے ہاتھ ہمارے خون سے رنگے ہوئے ہیں۔ اے یزید! ہماری دشمنی میں جس قدر کوشش تجھ سے ممکن ہو کر گزر، اپنے تمام طریقوں اور خواہشات کو استعمال کر لے۔ خدا کی قسم! ہمارے ناموں کو ذہنوں اور صفحاتِ تاریخ سے محو نہ کر سکے گا۔ تیرے لیے ہر گز یہ ممکن نہیں کہ ہمارے طولِ حیات اور ہمارے افتخارات کو ختم کر سکے اور نہ ہی یہ ممکن ہے کہ اپنے دامن سے مستقل اور دوا می نگ و عار کے دھبوں کو مٹا سکے۔ کیا اس میں بھی کوئی شک و شبہ باقی ہے کہ تیری رائے اور عقل ضعیف و بچگانہ ہے؟ کیا اس میں بھی کوئی شک و شبہ باقی ہے کہ تیری زندگی کے ایام گنے جا چکے ہیں؟ اُس دن کو یاد رکھ جب ندائیں والا ندا دے گا کہ ظالموں پر اللہ کی لعنت ہو۔“

حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا کردار مسلمان خواتین کے لیے نمونہ عمل ہے۔ خواتین کو چاہیے کہ وہ آپؐ کی زندگی سے روشنی لیں۔ آپؐ کے وصال کی تاریخ اور مزار کے بارے میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ کثرتِ رائے یہ ہے کہ آپؐ کا وصال ۱۵ رجب المرجب ۶۲ ہجری میں دمشق کے قریب ہوا۔ بعض کی رائے میں آپؐ کا مزار زینبیہ کے مقام پر ہے۔

سوالات

سوالات

۱۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا نام کس نے تجویز کیا؟

ب۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے اپنے عظیم بھائی اور دوسرے عزیزوں کی شہادت پر کیا دعا مانگی؟

ج۔ آپ نے اہل کوفہ سے کیا خطاب فرمایا؟

۲۔ مندرجہ ذیل پیرا گراف کی تشریح کیجیے۔

”ذرا آپ کے غموں کا اندازہ۔۔۔۔۔ اعزہ ہوا قارب کی شہادت“

۳۔ 'کر بلا میں حضرت زینبؓ کا کردار دس جملوں پر مشتمل پیرا گراف لکھیے۔

۴۔ حضرت زہنب رضی اللہ عنہا کے خطاب کو زبانی یاد کریں اور جماعت میں سنائیں۔

مسلمانوں کا قبلہ اول

مریجہ آٹھویں جماعت کی طالبہ ہے۔ وہ اخبار میں بچوں کا صفحہ بڑے شوق سے پڑھتی ہے اور وہ خبروں پر بھی نظر ڈال لیتی ہے۔ آج اُس کی نظر سے کسی راہ نما کا بیان گزرا جس میں مسئلہ فلسطین کے پُر امن، منصفانہ اور دیر پا حل پر زور دیا گیا تھا۔ مریجہ اپنی امی جان کے پاس آئی۔ اُس کی امی جان کسی کتاب کے مطالعے میں مصروف تھیں۔ اُس نے اپنی امی جان سے کہا ”امی جی! اخبارات کے علاوہ ٹیلی وژن پر خبریں دیکھتے ہوئے بھی اکثر فلسطین کا ذکر سننے اور دیکھنے کو ملتا ہے۔ مجھے بھی تو معلوم ہو کہ آخر یہ مسئلہ ہے کیا۔“ اُس کی امی جان نے کتاب بند کر دی۔ وہ کہنے لگیں ”بیٹی! ہمیں افسوس ہے کہ ہم نے آج تک تمہیں اس مسئلے کے متعلق نہیں بتایا۔ آج عالم اسلام کو جن مسائل کا سامنا ہے، فلسطین کا مسئلہ ان میں سرفہرست ہے۔“

اتنے میں مریجہ کے ابو بھی آگئے۔ وہ ایک کالج میں پڑھاتے ہیں۔ وہ کہنے لگے ”ذرا ہم بھی تو سنیں، ماں بیٹی میں کیا باتیں ہو رہی ہیں۔“ مریجہ کی امی نے انھیں بتایا کہ مریجہ مسئلہ فلسطین کے متعلق جانا چاہتی ہے۔ ابو نے کہا ”بھئی ضرور، ضرور۔ ہر طالب علم کو اس مسئلے کے متعلق علم ہونا چاہیے۔ مریجہ! یہ تو تمہیں معلوم ہے کہ فلسطین کہاں واقع ہے؟“

مریجہ: جی ابو! مجھے بس اتنا معلوم ہے کہ فلسطین اردن کے قریب ہے۔

ابو: بیٹی! اردن کے علاوہ شام اور مصر کی سرحدیں بھی فلسطین سے ملتی ہیں۔ مسلمان فلسطین کا بے حد احترام کرتے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ فلسطین انبیاء علیہم السلام کی سرزمین ہے۔ اللہ تعالیٰ نے یہاں ہزاروں نبی بھیجے۔ حضرت آدم علیہ السلام نے اس سرزمین میں کھیتی باڑی کی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو طو ر سینا کے قریب نبوت عطا کی گئی۔ حضرت مریمؑ اور ان کے بیٹے حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی یہیں پیدا ہوئے۔

امی: (بات آگے بڑھاتے ہوئے) یہاں ایک شہر ہے جس کا نام تھا ”اور سالم“۔ آج کل اس شہر کو یروشلم کہا جاتا ہے۔ اس شہر میں بیت المقدس ہے۔

مریجہ: ہماری اسلامیات کی استانی صاحبہ بتا رہی تھیں کہ مسلمان پہلے بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھا کرتے تھے۔

امی: بالکل درست، بیت المقدس مسلمانوں کا قبلہ اول ہے۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم معراج کے سفر پر روانہ ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس سفر کی ایک منزل یہ جگہ بھی تھی۔ مسلمانوں کے دل میں اس مقام کے لیے خاص عقیدت و احترام پایا جاتا ہے۔

مریجہ: (جو بڑے انہماک سے گفتگو سن رہی تھی) ہمیں نے مؤخرہ الم اسلامی کے سبق میں سید امین الحسینی کے متعلق پڑھا ہے۔ ان کا تعلق بھی تو فلسطین سے تھا۔

ابو: سید امین الحسینی فلسطین کے مفتی اعظم تھے۔ ان کی دعوت پر بیت المقدس میں موتمر عالم اسلامی کا اجلاس منعقد ہوا تھا۔ کئی مسلم ممالک کے سربراہ اس اجلاس میں شریک تھے۔ شاعر مشرق علامہ محمد اقبالؒ نے بھی اس اجلاس میں شرکت کی تھی۔ علامہ اقبالؒ نے اس اجلاس میں عالم اسلام کے اتحاد پر بڑا زور دیا تھا۔ علامہ نے جو بات اس وقت کہی تھی، آج بھی اس پر عمل کرنے کی ضرورت ہے۔

مریحہ: (تجسس سے) ابو جی! علامہ اقبالؒ نے کیا کہا تھا؟

ابو: بیٹی! علامہ نے فرمایا تھا کہ مسلمانوں کو اتحاد کی جس قدر ضرورت آج ہے، اس سے پہلے کبھی نہ تھی۔ اس وقت مسلمانان عالم اور اسلام کو جن مسائل اور خطرات کا سامنا ہے، ان کا مقابلہ اتحاد ہی کے ذریعے سے کیا جاسکتا ہے۔

امی: علامہ محمد اقبالؒ موتمر عالم اسلامی کے نائب صدر چنے گئے۔ آپ آخری دم تک مسئلہ فلسطین کے حل کے لیے کوشاں رہے۔

ابو: بھئی! میں اسی طرف تو آ رہا تھا۔ ہوا یوں کہ ۱۹۴۸ء میں برطانیہ کے وزیر اعظم نے ایک گھناؤنی سازش کے تحت فلسطینیوں کو ان کی سرزمین سے محروم کر کے اسے یہودیوں کے حوالے کر دیا۔ اس ظلم و نا انصافی کے نتیجے میں لاکھوں فلسطینیوں کو ان کے گھروں سے بے دخل کر دیا گیا۔ یہودیوں نے اس سرزمین کا نام اسرائیل رکھ لیا۔

مریحہ: یہ تو بہت بُرا ہوا۔

امی: یہودیوں نے بیت المقدس کی اسلامی حیثیت کو ختم کرنے کے لیے ایڑی چوٹی کا زور لگایا۔ اس مقصد کے لیے انھوں نے بیت المقدس کو اپنا دار الحکومت بنایا۔ بے گناہ عورتوں، معصوم بچوں، نہتے جوانوں اور ناتواں بوڑھوں کے خون سے ہولی کھیلی۔ مسلمانوں کے گھروں پر بلڈوزر چلائے اور انھیں زمین بوس کر دیا۔ یہودیوں کی مذہبی زبان عبرانی مُردہ ہو چکی تھی، اسے نئے سرے سے زندہ کر کے دفنوں اور عدالتوں میں رائج کر دیا گیا۔ مسجد اقصیٰ کو آگ تک لگا دی گئی۔ اس مسجد کو منہدم کر کے اس کی جگہ ہیکل سلیمانی کی تعمیر کی گئی۔ گلیوں، بازاروں، سڑکوں اور تفریح گاہوں کے یہودی نام رکھ دیے گئے۔ قصہ مختصر یہودیوں نے مسلمانوں پر عرصہ حیات تنگ کر دیا اور انھیں تباہ و برباد کرنے کے لیے ہر حربہ استعمال کیا۔

مریحہ: فلسطینیوں نے اس صورت حال پر احتجاج تو کیا ہوگا؟

امی: اپنے حقوق کی حفاظت کرنا ہر فرد اور ہر قوم کا بنیادی حق ہے۔ اس واقعے کے بعد فلسطینیوں نے ایک آزاد فلسطینی ریاست کے قیام کی باقاعدہ جدوجہد شروع کر دی۔ انھوں نے اپنے حقوق کی حفاظت کی خاطر تنظیم آزادی فلسطین (پی۔ ایل۔ او) قائم کی۔ اس کے علاوہ ”الفتح“ اور ”حماس“ جیسی تنظیمیں بھی وجود میں آئیں۔ ان تنظیموں کا مقصد فلسطینیوں کو ان کے غصب شدہ حقوق واپس دلانا اور ایک آزاد فلسطینی ریاست کا قیام تھا۔ اسرائیلی جب چاہتے ہیں، بینک اور بلڈوزر لے کر مسلمان بستیوں پر چڑھ دوڑتے ہیں۔ طیاروں سے بمباری کر کے وحشت و بربریت کے نئے باب رقم کرتے ہیں لیکن ایک بات طے ہے کہ ان مظالم سے فلسطین

کی آزادی کی تحریک کو دبایا نہیں جاسکا۔ ٹی وی پر اسرائیلی سپاہیوں کی وحشیانہ کارروائیاں دیکھ کر روگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ ابو: بیٹی! تحریک آزادی فلسطین کے راہ نمایا سرعفات کو کئی سال تک راملہ کے احاطے میں محصور رکھا گیا۔ جب ۲۰۰۴ء میں وہ شدید علیل ہوئے اور ان کی زندگی کی کوئی امید باقی نہ رہی تو انھیں علاج کے لیے فرانس جانے کی اجازت دی گئی جہاں یا سرعفات کا انتقال ہو گیا۔ انھیں بیت المقدس میں دفن ہونے سے روک دیا گیا۔ یہی نہیں لوگوں کو ان کے جنازے میں شرکت سے باز رکھنے کے لیے راستوں میں رکاوٹیں کھڑی کر دی گئیں۔ اس کے باوجود آزادی کے پرستاروں کی ایک بڑی تعداد ان رکاوٹوں کو خاطر میں نہ لاتے ہوئے کسی نہ کسی طرح ان کا آخری دیدار کرنے کے لیے پہنچ ہی گئی۔ فروری ۲۰۰۵ء میں اسرائیلی اور فلسطینی قیادت کے مابین جنگ بندی کا سمجھوتا طے پایا۔

مریحہ: دنیا کی دوسری قوموں نے اس مسئلے کے حل کے لیے کیا کردار ادا کیا ہے؟

ابو: بیٹی! افسوس تو یہی ہے کہ آج کی مہذب دنیا میں طاقت ور قوموں نے فلسطین کے لیے کچھ نہیں کیا۔ ان قوموں کو اسرائیل کے مظالم نظر نہیں آتے۔ اگر اسرائیل کو ان طاقت ور قوموں کی پشت پناہی حاصل نہ ہوتی تو یہ مسئلہ کب کا حل ہو چکا ہوتا۔ اگر ظالم کو ظالم نہیں کہا جائے گا اور اسے ظلم سے نہیں روکا جائے گا تو دنیا میں امن کس طرح قائم ہو سکتا ہے۔

مریحہ: فلسطین کا مستقبل کیا ہے؟ کیا وہ بے چارے یوں ہی در بدر پھرتے رہیں گے؟

امی: بیٹی! یاد رکھو، آزادی کی تحریکوں کو زیادہ دیر تک ظلم و ستم اور جبر و تشدد کے زور پر دبایا نہیں جاسکتا۔ وہ دن دور نہیں جب فلسطینی ایک آزاد اور خود مختار ریاست کے مالک بن جائیں گے۔

سب نے مل کر کہا ”ان شاء اللہ۔“

سوالات

- ۱۔ مندرجہ ذیل سوالات کے مختصر جواب لکھیے:
 - ا۔ ”فلسطین انبیا کی سرزمین ہے“ اس جملے کا کیا مطلب ہے؟
 - ب۔ یروشلم کا پرانا نام کیا ہے؟
 - ج۔ بیت اللہ کے قبلہ مقرر کیے جانے سے پہلے مسلمان کس طرف رخ کر کے نماز ادا کرتے تھے؟
 - د۔ سید امین الحسینی کون تھے؟
 - ه۔ اسرائیل کس طرح وجود میں آیا؟
 - و۔ کس مُردہ زبان کو پھر سے زندہ کیا گیا ہے؟
 - ز۔ یاسر عرفات کون تھے؟
 - ح۔ مسئلہ فلسطین حل نہ ہونے کی سب سے بڑی وجہ کیا ہے؟
- ۲۔ مندرجہ ذیل محاورات کو اپنے جملوں میں اس طرح استعمال کیجیے کہ ان کا مفہوم واضح ہو جائے:

ایڑی چوٹی کا زور لگانا، خون سے ہوئی کھیلنا، عرصہ حیات تنگ کرنا، روٹنے کھڑے ہو جانا، در بدر پھرنا۔
- ۳۔ مندرجہ ذیل الفاظ کا درست تلفظ واضح کرنے کے لیے اعراب لگائیے:

منصفانہ، متعلق، منہدم، احتجاج، احاطہ، دفن
- ۴۔ ”تفریح گاہ“ میں لائحے کی نشان دہی کیجیے اور اس لائحے کی مدد سے مزید چار الفاظ بنائیے۔

کام کی باتیں

کیا فائدہ فکر بیش و کم سے ہوگا؟
 ہم کیا ہیں جو کوئی کام ہم سے ہوگا
 جو کچھ کہ ہوا، ہوا کرم سے تیرے
 جو کچھ ہوگا، تیرے کرم سے ہوگا
 (ذوق)

رتبہ جسے دنیا میں خدا دیتا ہے
 وہ دل میں فروقی کو جا دیتا ہے
 کرتے ہیں تہی مغز ثنا آپ اپنی
 جو ظرف کہ خالی ہے صدا دیتا ہے
 (انیس)

روشن، سینے میں شمع ایمان کردے
 دل تیری طرف رہے وہ سامان کردے
 دنیا سے ہو بے خبر، ترے شوق میں رُوح
 یا رب! اکبر پہ زیت آساں کر دے
 (اکبر الہ آبادی)

جس بات میں تم شکست ملت سمجھو
 اس میں شرکت کو اپنی ذلت سمجھو
 جو بندہ نفس ہو مخالف اس کا
 قومی غیرت کی اُس میں قلت سمجھو
 (اکبر الہ آبادی)

خاطر	مضبوط	دل	توانا	رکھو
امید	اچھی	ذیال	اچھا	رکھو
ہو	جائیں گی	مشکلیں	تھماری	آساں
اکبر!	اللہ	پر	بھروسا	رکھو

(اکبر الہ آبادی)

رنگ	عالم	بھی	پاکدار	نہیں
زندگی	کا	کوئی	مدار	نہیں
روشنی	کی	سبیل	ڈھونڈ	کوئی
شع	ہستی	کا	اعتبار	نہیں

(طفیل ہوشیار پوری)

ہے جاہ میں تسکین نہ حشمت میں سکوں
 ہے عیش میں آرام نہ عشرت میں سکوں
 ملتی ہے فقط نام خدا سے راحت
 ملتا ہے فقط حق کی عبادت میں سکوں

(طفیل ہوشیار پوری)

☆ ”کام کی باتیں“ میں دیے گئے قطعات میں سے کم از کم پانچ باتیں یاد کریں۔

حضرت بہاء الدین زکریا رحمۃ اللہ علیہ

سرزمینِ ملتان اس لحاظ سے ممتاز مقام رکھتی ہے کہ یہاں بے شمار بزرگانِ دین آسودہ خاک ہیں۔ ان بزرگانِ دین میں سے ایک بزرگ حضرت بہاء الدین زکریا ملتانی ہیں۔ آپ کے والد کا نام وحید الدین محمد ہے۔ آپ ۵۶۵ ہجری میں ضلع مظفر گڑھ کے گاؤں کوٹ کبروڑ میں پیدا ہوئے۔ آپ کی ذہانت کا یہ عالم تھا کہ صرف سات سال کی عمر میں قرآن پاک حفظ کر لیا تھا۔ تعلیم کے حصول میں آپ نے اُس زمانے کے مشہور شہروں اور معروف درس گاہوں سے استفادہ کیا۔ آپ خراسان، بخارا، مدینہ منورہ، فلسطین اور بغداد تشریف لے گئے۔

آپ اسلام کی تبلیغ اور اشاعت میں بے حد دلچسپی رکھتے تھے اور مال و دولت سے اسلام کی اشاعت میں عملاً حصہ لیتے تھے۔ اسلامی شریعت پر سختی سے عمل کرتے تھے اور امرائے سلطنت سے رابطہ کر کے انھیں اس پر عمل کی تلقین فرماتے۔ سلطان وقت شمس الدین التمش سے ان کے قریبی تعلقات تھے۔ اُس نے شیخ بہاء الدین زکریا کی دین اسلام سے محبت اور خدمت کو دیکھتے ہوئے انھیں شیخ الاسلام کا لقب عطا کیا۔

آپ حق اور سچ بات امر اور حکم رانوں کے منہ پر کہہ دیتے تھے۔ والی ملتان ناصر الدین قباچہ نے التمش کے خلاف علم بغاوت بلند کرنا چاہا تو حضرت زکریا نے اس کی اطلاع التمش کو پہنچانے کی کوشش کی۔ یہی کار خیر ملتان کے قاضی مولانا شرف الدین نے بھی انجام دینا چاہا۔ قباچہ کے کارندوں نے اُن کی جھٹھیاں پکڑ لیں۔ وہ دونوں جابر سلطان کے سامنے کلمہ حق کہنے سے نہ رُکے۔ مولانا شرف الدین کو قباچہ کے حکم پر شہید کر دیا گیا لیکن حضرت بہاء الدین زکریا کے بارے میں فیصلہ لیتے وقت وہ ہچکچاہٹ کا شکار تھا۔ اس سلسلے میں اُس نے امرائے مشورہ طلب کیا تو امرائے اُسے انتہائی قدم اٹھانے سے منع کیا۔ قباچہ کو علم تھا کہ حضرت شیخ زکریا عوام میں بے حد مقبول ہیں اور اُن کے مرید پنجاب بھر میں پھیلے ہوئے ہیں۔ وہ اُن کی شہادت تو دور کی بات ذرا سی گستاخی بھی برداشت نہیں کریں گے۔ اس کے باوجود وہ امر کو اپنے ساتھ ملا کر اُن کی تحقیر چاہتا تھا۔

ایک امیر نے قباچہ سے مخاطب ہو کر کہا ”شیخ کی ہر وعزیزی کا یہ عالم ہے کہ اگر لوگوں کو صرف یہ معلوم ہو جائے کہ شیخ آپ سے اتفاق نہیں کرتے تو لوگ آپ کا حکم ماننے سے انکار کر دیں اور فوج بغاوت کر دے۔“

دوسرے امیر نے کہا کہ حضور! ملتان کو ملتان بنانے والے شیخ بہاء الدین زکریا ہی ہیں۔ ملتان کی شہرت زراعت اور تجارت ہے جو شیخ ہی کی کوششوں سے قائم ہے۔ ابھی چند دن پہلے اُن کی خدمت میں چاندی کے سیکے پیش کیے گئے تو انھوں نے سب کے سب تین دن میں تقسیم فرما دیے۔

لیکن قباچہ نے اُن کی باتوں پر کان نہ دھرے اور حضرت بہاء الدین زکریا کو دربار میں پیش ہونے کا حکم دیا۔ حضرت شیخ دربار میں آئے تو آپ نے قباچہ، درباری شان و شوکت اور رعب و داب کا کوئی اثر نہ لیا۔ قباچہ ایک کاغذ ہاتھ میں پکڑ کر بولا ”اس کو پہچانتے ہو؟“ بہاء الدین نے بے باکی سے جواب دیا ”ہاں! یہ وہی خط ہے جو میں نے سلطان التمش کو لکھا تھا۔“

’لیکن کیوں!‘ قباچہ غصے سے چیخ اٹھا۔ ”وہ اس لیے کہ اللہ اور اس کا رسول مسلمانوں کو اتحاد کا حکم دیتا ہے جب کہ تم مسلمانوں کا خون بہانا چاہتے ہو۔“ شیخ نے اس دبدبے سے جواب دیا کہ قباچہ کا رعب جاتا رہا۔ اُسے امرا کا مشورہ یاد آیا۔ وہ کچھ دیر خاموش رہا اور پھر بولا ”آپ تشریف لے جاسکتے ہیں۔“ اس وقت اُس کا انداز کچھ ایسا تھا کہ شرمندگی چہرے سے عیاں ہو رہی تھی۔

حضرت بہاء الدینؒ مسلمانوں کے تحفظ میں بھی پیش پیش تھے۔ تاتاریوں نے ملتان کا محاصرہ کیا تو آپ نے کئی لاکھ رقم دے کر محاصرہ ختم کروایا۔ حضرت بہاء الدینؒ زکریاؒ نہ ہوتے تو یہ شہر تجارت اور زراعت کا دروازہ نہ ہوتا۔

آپؒ فرمایا کرتے تھے بدن کی سلامتی کم کھانے، روح کی سلامتی ترک گناہ اور دین کی سلامتی کثرت دُرود میں ہے۔ حضرت بہاء الدینؒ زکریاؒ نے اللہ اور اُس کے رسولؐ کے فرامین پر عمل کر کے دُنیا اور آخرت دونوں کے لیے سامان کر لیا۔ اللہ ہمیں اُسوہ حسنہؒ اور اُسوہ اولیاؒ پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

سوالات

- ۱۔ مندرجہ ذیل سوالات کے مختصر جوابات لکھیے۔
 - ا۔ سرزمین ملتان کی وجہ شہرت کیا ہے؟
 - ب۔ حضرت بہاء الدینؒ زکریاؒ کہاں پیدا ہوئے؟
 - ج۔ حضرت بہاء الدینؒ زکریاؒ اپنا مال و دولت کن کاموں پر خرچ کرتے؟
 - د۔ رفاہ عام کے کاموں سے کیا مراد ہے؟
 - ه۔ تاتاریوں سے ملتان کا محاصرہ ختم کروانے کے لیے آپؒ نے کیا کیا؟
- ۲۔ کوئی ایسا واقعہ لکھیے جس سے حضرت بہاء الدینؒ زکریاؒ کی حق گوئی اور بے باکی کا اظہار ہوتا ہو۔
- ۳۔ خالی جگہ پُر کیجیے:

- ا۔ حضرت بہاء الدینؒ زکریاؒ کے والد ماجد کا نام..... ہے۔
- ب۔ روح کی سلامتی..... میں ہے۔
- ج۔ ملتان کو..... کا شہر کہا جاتا ہے۔
- د۔ حضرت بہاء الدینؒ زکریاؒ ضلع..... کے ایک گاؤں میں پیدا ہوئے۔
- ه۔ اتمش نے حضرت بہاء الدینؒ زکریاؒ کو..... کا لقب دیا۔
- و۔ مولانا شرف الدینؒ کو..... کے حکم پر شہید کر دیا گیا۔

۴۔ دی گئی مثال کے مطابق کالم (الف) میں دیے گئے الفاظ کا تعلق کالم (ب) کے الفاظ سے قائم کیجیے اور درست مرکب کالم (ج) میں لکھیے۔

کالم "الف"	کالم "ب"	کالم "ج"
دل و	غرور	دل و جان
مال و	اشاعت	
فخر و	احترام	
مشہور و	مساکین	
تبلیغ و	جان	
حق اور	آخرت	
عزت و	سچ	
دنیا اور	معروف	
غربا اور	دولت	

۵۔ مندرجہ ذیل الفاظ کے متضاد لکھیے:

مہمان، مستحق، حق، سچ، اتحاد، بدسلوکی، دنیا

۶۔ دیے گئے واحد الفاظ کو جمع اور جمع کو واحد میں تبدیل کیجیے:

مساکین، اولیا، فرامین، لقب، والی، سلطان، بدن، روح، دین

۷۔ اس سبق میں حضرت بہاء الدین زکریاؒ کے لقب کا ذکر آیا ہے۔ آپ لقب کی نشان دہی کیجیے۔

بابا عبداللہ کی کہانی

بہت دن ہوئے شہر بغداد میں ایک بڑا مال دار سوداگر رہتا تھا۔ اس کے اکلوتے بیٹے کا نام عبداللہ تھا۔ خدا کا کرنا یہ ہوا کہ عبداللہ کے والدین ایک ایک کر کے تھوڑے دنوں میں دنیا سے کوچ کر گئے۔ اب وہ بے چارہ دنیا میں اکیلا رہ گیا۔ گھر میں اللہ کا دیاسب کچھ موجود تھا۔ عبداللہ کو روکنے کوئی نہ تھا۔ اس نے باپ کی چھوڑی ہوئی دولت کا ایک بہت بڑا حصہ فضول خرچیوں میں اڑا دیا۔ جب اس کی آنکھیں کھلیں تو اس نے دوستوں کو چھوڑا اور بچی ہوئی دولت سے اسی اونٹ خرید لیے۔ وہ ان پر مال لاد لاد کر ایک شہر سے دوسرے شہر میں پہنچاتا۔ اب اس کی حالت سنبھل گئی تھی اور اس کا مال خوب بکنے لگا تھا۔

ایک دن عبداللہ بصرے میں اپنا مال فروخت کر کے خوش خوش بغداد لوٹ رہا تھا۔ راستے میں اسے ایک سرسبز و شاداب جگہ نظر آئی۔ تھکا ہوا تو تھا پی، ایسی آرام دہ اور ٹھنڈی جگہ دیکھ کر وہ رک گیا۔ اس نے اونٹ چرنے کے لیے چھوڑ دیے۔ قریب کے چشے سے ہاتھ منہ دھو کر وہ ایک درخت کے سائے میں کھانا کھانے کی غرض سے بیٹھا۔ ابھی بسم اللہ بھی نہ کہنے پایا تھا کہ اسے سامنے سے ایک درویش آتا دکھائی دیا۔ درویش نے اسے دُور ہی سے سلام کیا۔ وہ عبداللہ کے پاس آ کر بیٹھ گیا۔ دونوں آپس میں گفتگو کرنے لگے۔ وہ درویش بھی عبداللہ کے ساتھ کھانے میں شریک ہو گیا۔ درویش نے عبداللہ کی مہمان نوازی سے متاثر ہو کر اس کو اپنا دوست بنالیا۔

درویش نے عبداللہ سے کہا: ”مجھے ایک خزانے کا پتا معلوم ہے۔ آؤ چل کر ان اونٹوں پر قیمتی سامان لاد لیں۔ تمہیں اس کام کی مزدوری تمہاری مرضی کے مطابق ادا کی جائے گی۔“

عبداللہ درویش کی یہ بات سن کر بہت خوش ہوا۔ اب وہ دونوں خزانے کی طرف چل پڑے۔ جنگلوں اور آڑے ترچھے راستوں سے گزرنے کے بعد بالآخر وہ خزانے کے مقام پر پہنچ گئے۔ وہ اندر داخل ہوئے تو سب سے پہلے ایک کمر ملا۔ اس سے آگے بڑھے تو ایک بڑا دالان نظر آیا۔ یہاں جو آنکھ اٹھا کر دیکھا تو عجب تماشا تھا۔ ہر طرف بڑی بڑی دیگیں رکھی ہوئی تھیں جن میں اشرفیاں، سونے کی اینٹیں، لعل، یاقوت اور ہیرے جواہرات بھرے پڑے تھے۔ ان کی چمک دمک سے سارا دالان جگمگ جگمگ کر رہا تھا۔

یہ منظر دیکھ کر عبداللہ کی آنکھیں چندھیا نے لگیں، اس نے بڑھ بڑھ کر اشرفیاں اور جواہرات سمیٹنا شروع کر دیے اور جتنا سامان اونٹوں پر لاد سکتا تھا، لاد لیا۔

درویش کو اس دالان میں ایک صندوق نظر آیا۔ درویش نے جلدی سے لپک کر اس صندوقے کو اپنی بغل میں دبایا۔ اب دونوں خزانے سے باہر نکلے۔

راستے میں درویش نے کہا: کیوں بابا عبداللہ! کہو اب اپنی محنت کی کیا مزدوری لینا چاہتے ہو؟ ”بھائی! مجھ سے کیا پوچھتے ہو، جتنی جی

میں آئے دے دو۔“ عبد اللہ نے جواب دیا۔

سفاوت پیشہ درویش نے سامان سے لدے ہوئے آدھے اونٹ عبد اللہ کو دے دیے۔ چالیس اونٹ عبد اللہ کی توقع سے بہت زیادہ تھے۔ اس نے خوشی سے درویش کو گلے لگا کر اس کے ہاتھ چومے اور بہت دیر تک اس کا شکریہ ادا کرتا رہا۔ اب وہ دونوں ایک دوسرے سے رخصت ہوئے۔ عبد اللہ بغداد کے راستے پر چل دیا اور درویش نے بھرے کی راہ لی۔

یوں تو عبد اللہ تمول والدین کا چشم و چراغ تھا مگر طبیعت کا بہت لالچی تھا۔ نیت کا بھی اچھا نہ تھا۔ قناعت کو وہ جانتا ہی نہ تھا۔

تھوڑی دور جا کر اس کی نیت میں غرابی آئی۔ دل میں سوچا ”درویش کا دل تنگی ہے۔ اس سے دس اونٹ اور مانگنے میں کیا برائی ہے۔“ یہ سوچ کر وہ لٹے قدموں واپس ہوا۔ جلدی جلدی درویش کے پاس پہنچ کر اسے زور سے پکارا۔ درویش دل میں گھبرایا کہ خدا جانے ایسی کون سی ضروری بات ہے جو یہ اتنا پریشان ہو کر پلٹ آیا ہے۔ اس نے کہا ”کیوں بھئی! خیر ہے، کیسے آئے؟“ عبد اللہ نے کہا ”تم نے مجھے چالیس اونٹ دے کر مجھ پر بڑا احسان کیا ہے۔ مجھے اس بات کا ڈر ہے کہ کہیں یہ چالیس اونٹ تم سے نہ لے جاتے بنے تو کیا ہوگا۔ میرا خیال ہے کہ تم ان میں سے دس اونٹ مجھے دے دو تو بات آسان ہو سکتی ہے۔ باقی تیس اونٹ تم لے کر مزے سے چلے جاؤ۔ راستا بآسانی کٹ جائے گا۔“

درویش نے بابا عبد اللہ کی بات سنی تو مسکرایا اور دس اونٹ اور عبد اللہ کو دے دیے۔ بابا عبد اللہ کے دل کی مراد پوری ہو گئی تو وہ بہت خوش ہوا۔ دس اونٹ اپنے ساتھ لے کر اس نے درویش کو سلام کیا اور ایک بار پھر گلے مل کر رخصت ہوا۔

وہ ابھی زیادہ دور نہ گیا تھا کہ لالچ نے پھر ستایا۔ اس نے سوچا ”واقعی، درویش سچ بڑا تنگی ہے۔ ایسے فقیر شخص کو اتنی دولت سے کیا کام۔ کیوں نہ اس سے دس اونٹ اور مانگ لوں۔ اس طرح میرے پاس ساٹھ اونٹ ہو جائیں گے اور میں سب سے زیادہ مال دار شخص بن جاؤں گا۔“

اب وہ پھر پلٹا اور پہلے کی طرح درویش کو آواز دی ”اے میاں درویش! اے میاں درویش!!“ درویش نے مڑ کر دیکھا اور کہا ”کیوں بھائی، اب کیا بات ہے؟“ عبد اللہ نے کہا ”کیا کہوں بھائی، مجھے رہ رہ کر یہی خیال ستائے جاتا ہے کہ تم اکیلے ہو اور یہ تیس اونٹ تم سے کیسے سنبھالے جائیں گے۔ ہاں اگر تم دس اونٹ اور مجھے دے دیتے تو یقین ہے کہ بیس اونٹ تمہارے ساتھ بآسانی چلے جائیں گے۔“ درویش بولا ”اچھا بھائی، لو دس اونٹ لے جاؤ، خدا تمہیں برکت دے۔ اب منزل کھوئی نہ کرو۔“

عبد اللہ نے درویش کا شکریہ ادا کر کے دس اونٹ اور لے لیے اور خوش خوش قدم بڑھاتے ہوئے اپنا راستا لیا۔

تھوڑی دور چلنے کے بعد اس نے پھر سوچا ”اگر درویش مجھے دس اونٹ اور دے دے تو میرے پاس ستر اونٹ ہو جائیں گے۔“ یہ سوچتے ہی وہ پھر جلدی جلدی درویش کی طرف پلٹا اور اس سے کہا ”میاں درویش! تم ٹھہرے اللہ والے، تمہیں مال و دولت سے کیا کام۔ تمہیں تو زندگی بھر کے لیے دس اونٹ بھی کافی ہیں۔ تم بیس اونٹوں میں سے اگر دس اونٹ اور مجھے دے دو تو میں عمر بھر تمہارا احسان مند رہوں

گا۔“ درویش پھر مسکرایا اور کہا ”لومیاں! تمہارے دل میں جتنے آئیں، لے لو۔“ عبد اللہ نے یہ سن کر درویش کے ہاتھ چوم لیے اور اونٹ لے کر خوشی خوشی چل پڑا۔

عبد اللہ کا لالچ تھا کہ ختم ہونے کا نام ہی نہ لیتا تھا۔ ستر اونٹ پا کر بھی اس کی نیت نہ بھری۔ دس بارہ قدم چل کر اس نے جی میں کہا ”باقی دس اونٹ بھی درویش کے پاس کیوں رہنے دیے جائیں۔ اگر وہ میرا کہنا نہ مانے گا تو زبردستی لڑ کر لے لوں گا۔ پھر بھی نہ مانا تو اسے مار ڈالوں گا اور اپنے اسی اونٹ ساتھ لے کر بغداد چلا جاؤں گا۔ پھر بغداد تو کیا دنیا بھر میں میرے برابر کوئی مال دار نہ ہوگا۔ سب لوگ میرے محتاج رہیں گے۔“ یہ سوچتے ہی وہ پھر تیزی سے درویش کی طرف بڑھا اور اسے آواز دی۔ درویش اگرچہ اس کی اس بات سے تنگ آ گیا تھا، پھر بھی وہ ناراض نہ ہوا۔ اس نے پلٹ کر کہا ”اب کیا چاہیے میاں عبد اللہ؟“ عبد اللہ بولا ”بھائی درویش! تم اللہ کی عبادت کرتے ہو اور یہ مال و دولت عابد لوگوں کے لیے وبال جان بن جاتا ہے۔ اگر تم باقی اونٹ بھی مجھے دے دیتے تو تم یکسوئی سے عبادت کر سکتے۔ میں سمجھتا ہوں تم یہ دس اونٹ بھی دے ڈالو تو اچھا ہے۔“

درویش بڑے دل کا مالک تھا۔ اس نے ہنس کر کہا ”لو بھائی! تم بھی کیا یاد کرو گے۔ یہ باقی اونٹ بھی لے جاؤ۔ اب تو خوش ہوئے؟“

اسی کے اسی اونٹ لے کر بھی عبد اللہ کے دل میں صبر نہ آیا اور ذرا آگے چل کر اس نے سوچا ”آخر درویش نے اپنے سارے اونٹ اتنی آسانی سے کیوں دے دیے۔ لگتا ہے اس کے پاس جو صندوقچہ ہے وہ اس تمام دولت سے بڑھ کر ہے۔ جیسے بھی ہو مجھے صندوقچہ اس سے حاصل کرنا ہے۔ خوشی سے نہ دے گا تو چھین لوں گا۔ اس کام کے لیے اگر اس کو قتل بھی کرنا پڑا تو کر دوں گا۔“

اب اس نے ایک مرتبہ پھر درویش کو زور سے پکارا۔ اب تو درویش کے چہرے پر بھی بل پڑ گئے۔ اس نے کہا ”تم نے یہ کیا طریقہ اختیار کر رکھا ہے۔ بار بار جاتے ہو اور پھر پلٹ آتے ہو۔ خیر کہو، اب کیا کہتے ہو۔“ عبد اللہ نے کہا ”درویش بھائی! وہ صندوقچہ جو تم نے خزانے سے اٹھایا تھا۔ اس میں کیا خاص بات ہے جو تم اسے کیچے سے یوں لگائے رہتے ہو۔“ عبد اللہ کی بات سن کر درویش بولا ”واقعی یہ صندوقچہ بڑے کام کا ہے۔ اس میں ایک ایسا سرمہ ہے کہ اگر اسے بائیں آنکھ میں لگایا جائے تو زمین کے سارے خزانے نظر آنے لگیں لیکن اگر دائیں آنکھ میں لگایا جائے تو دونوں آنکھوں کی بصارت ضائع ہو جائے گی اور آدمی بالکل اندھا ہو جائے گا۔“

درویش کی بات سن کر بابا عبد اللہ کا لالچ اور بڑھ گیا۔ اس نے سوچا یہ سرمہ تو بہت بڑی نعمت ہے۔ اس نے درویش کی بہت خوشامد کی اور کہا ”بھائی درویش! مجھ پر ایک احسان مزید کر دو۔ ذرا سرمہ میری بائیں آنکھ میں لگا دو تاکہ میں بھی اس کا فائدہ دیکھ لوں۔“

درویش نے صندوقچہ کھولا اور اس میں سے ایک ہرے چمک دار پتھر کی خوب صورت سی ڈیبا نکالی۔ اس میں سے تھوڑا سا سرمہ لے کر عبد اللہ کی بائیں آنکھ میں لگا دیا۔ سرمہ لگتے ہی سچ سچ اس کو زمین کے سارے خزانے نظر آنے لگے۔

اتنی بڑی نعمت پانے کے بعد بھی عبد اللہ کی نیت سیر نہ ہوئی۔ اس نے سوچا ”دوسری آنکھ میں لگانے کے نہ جانے کتنے اور کیسے کیسے

فائدے ہوں گے۔ ہونہ ہو یہ درویش مجھے دھوکا دے رہا ہے اور کنجوسی سے کام لے رہا ہے۔“

یہ سوچ کر اس نے درویش سے کہا ”بھئی! میں تمہیں خدا کی قسم دے کر کہتا ہوں تھوڑا سا سرمہ میری دائیں آنکھ میں بھی لگا دو۔“

درویش نے عبد اللہ کو بہت سمجھایا کہ اس کا نتیجہ برا ہوگا، ضد نہ کرو، مفت میں اندھے ہو جاؤ گے۔ مگر عبد اللہ کہاں ماننے والا تھا۔ اس

نے سوچا ”درویش جھوٹ بول رہا ہے اور مجھے باتوں میں بہلا رہا ہے۔“

اس نے زور دے کر سرمہ لگانے کی فرمائش کی۔ درویش کے بار بار سمجھانے پر بھی جب عبد اللہ کو یقین نہ آیا اور اس کا تقاضا بڑھتا گیا تو اس نے بگڑ کر کہا ”تم نہیں مانتے تو تمہیں اس طمع کی سزا بھی بہت جلد مل جائے گی۔“ یہ کہہ کر درویش نے وہی سرمہ اس کی دائیں آنکھ میں بھی لگا دیا۔ بس سرمہ لگنے کی دیتھی کہ عبد اللہ دونوں آنکھوں سے اندھا ہو گیا۔ مارے درد کے وہ چیخنے لگا۔ اب اس کی عقل ٹھکانے آئی۔ وہ بے حد شرمندہ تھا کہ اس نے درویش کا کہنا نہ مان کر بہت برا کیا۔ مگر اب پچھتانے کا کیا فائدہ تھا۔ وہ روتا تڑپتا رہا۔ درویش نے اسے زور سے ایک لات ماری اور کہا ”ایسا لالچی آدمی کسی ہمدردی اور مہربانی کے لائق نہیں۔“ یہ کہہ کر اس نے سارے اونٹ اپنے قبضے میں لے لیے اور انھیں لے کر بصرہ چلا گیا۔

سچ ہے لالچ بری بلا ہے۔

(چراغ حسن حسرت کی کہانی کی تلخیص)

سوالات

۱۔ مندرجہ ذیل سوالات کے مختصر جواب لکھیے۔

۱۔ عبد اللہ نے والدین کے انتقال کے بعد کیا طرز عمل اختیار کیا؟

ب۔ درویش نے عبد اللہ کو دوست کیوں بنایا؟

ج۔ درویش نے عبد اللہ کو کیا بتایا؟

د۔ عبد اللہ نے دالان میں کیا دیکھا؟

ه۔ عبد اللہ کیسی طبیعت کا مالک تھا؟

و۔ دائیں آنکھ میں سرمہ لگانے کا کیا نتیجہ نکلا؟

ز۔ اس کہانی سے ہمیں کیا سبق ملتا ہے؟

۲۔ مندرجہ ذیل محاورات اور الفاظ کو اپنے جملوں میں اس طرح استعمال کیجیے کہ ان کا مفہوم واضح ہو جائے:

دولت اڑانا، آنکھیں کھلانا، حالت سنبھل جانا، متمول، چشم و چراغ، راستالینا، سیر ہونا۔

۳۔ کالم الف میں دیے گئے الفاظ کے متضاد کالم ب میں بے ترتیبی سے دیے گئے ہیں۔ آپ کالم الف کے ہر لفظ کا صحیح متضاد اس کے سامنے کالم ج میں لکھیں۔

کالم الف	کالم ب	کالم ج
آرام دہ	تو تگر	
فقیر	میزبان	
مہمان	غنی	
سخی	تکلیف دہ	
محتاج	کنجوس	

۴۔ ”مال دار“ میں دار لاقہ ہے۔ اس لاحقے کی مدد سے مزید پانچ الفاظ بنائیے۔

۵۔ مندرجہ ذیل جملوں پر غور کیجیے۔

ملتان ایک بڑا شہر ہے۔

لاہور ملتان سے بڑا ہے۔

کراچی پاکستان کا سب سے بڑا شہر ہے۔

پہلے جملے میں ملتان کے بڑا ہونے کی صفت کا کسی دوسرے شہر سے مقابلہ نہیں کیا گیا۔ صفت کے اس طرح بیان کرنے کو تفضیل نفسی یا صفت نفسی کہا جاتا ہے۔

دوسرے جملے میں بڑا ہونے کی صفت کا مقابلہ دو شہروں کے درمیان ہے۔ اسے تفضیل بعض یا صفت بعض کہتے ہیں۔

آخری جملے میں کراچی کو پاکستان کے تمام شہروں سے بڑا قرار دیا گیا ہے۔ یعنی اس میں صفت کو سب سے بڑھا دیا گیا ہے۔ اسے

تفضیل کل یا صفت کل کہتے ہیں۔ آپ ان صفات کی مثالیں لکھیں : بد۔ خوش۔ اچھا۔ قریب

۶۔ دی گئی خالی جگہ میں اسم صفت کا صحیح درجہ لکھیے :

☆ ماؤنٹ ایورسٹ دنیا کی چوٹی ہے۔ (بلند)

☆ یہ کپڑا اس کپڑے سے ہے۔ (کم)

☆ مریحہ ایک طالبہ ہے۔ (ذہین)

☆ مدر ہمارے سکول کا مقرر ہے۔ (پہ)

☆ پنجاب ہمارے ملک کا صوبہ ہے۔ (بڑا)

☆ مصدق اپنے بہن بھائیوں میں ہے۔ (حسین)

اُٹھو اہل وطن کے دوست بنو

بیٹھے بے فکر کیا ہو ہم وطنو
مرد ہو تو کسی کے کام آؤ
اُٹھو اہل وطن کے دوست بنو
دروں کھاؤ، پیو، چلے جاؤ
جب کوئی زندگی کا لطف اٹھاؤ
دل کو دکھ بھائیوں کے یاد دلاؤ
کھانا کھاؤ تو جی میں تم شرماء
ٹھنڈا پانی پیو تو اشک بہاؤ

کتنے بھائی ٹھہارے ہیں نادار
زندگی سے ہے جن کا دل بیزار

پہنو تو پہلے بھائیوں کو پہناؤ
ایک ڈالی کے سب ہیں برگ و ثمر
کہ ہے اُترن ٹھہاری جن کا بناؤ
ہے کوئی ان میں خشک اور کوئی تر
سب کو ہے ایک اصل سے پیوند
جاگنے والو! غافلوں کو جگاؤ
تیرنے والو! ڈوبتوں کو تراؤ

تم اگر ہاتھ پاؤں رکھتے ہو
لنگڑے لوگوں کو کچھ سہارا دو

تن درستی کا شکر کیا ہے بناؤ
تم اگر چاہتے ہو ملک کی خیر
سب کو میٹھی نگاہ سے دیکھو
ملک ہیں اتفاق سے آزاد
رنج بیمار بھائیوں کا بناؤ
نہ کسی ہم وطن کو سمجھو غیر
سمجھو آنکھوں کی پتلیاں سب کو
شہر ہیں اتفاق سے آباد

(الطاف حسین حالی)

سوالات

- ۱۔ اس شعر کا مطلب کیا ہے؟
ایک ڈالی کے ہیں سب برگ و ثمر
ہے کوئی ان میں خشک اور کوئی تر
- ۲۔ ذیل کے مصرعوں کی تشریح کیجیے:
ا۔ ملک ہیں اتفاق سے آباد
ب۔ سب کو ہے ایک اضل سے پیوند
ج۔ مرد ہو تو کسی کے کام آؤ
- ۳۔ ان محاورات کو اپنے جملوں میں اس طرح استعمال کریں کہ مفہوم واضح ہو جائے:
ہاتھ بٹانا، خیر چاہنا، خشک بہانا، لطف اٹھانا، کام آنا
- ۴۔ ”ہم وطن“ کی طرز پر تین مرتبات بنائیے۔

ایک دن اردو کے طالب علموں کے ساتھ

جب ہم چین گئے تو چینی زبان سے بالکل کورے تھے لیکن بہت کرے انسان تو کیا ہونہیں سکتا۔ سترہ اٹھارہ دن بھی نہ گزرنے پائے تھے کہ دو لفظ نہایت روانی سے بولنے لگے۔ ایک نی ہاؤ (یعنی مزاج شریف) دوسرا چائی چن (یعنی اچھا پھر ملیں گے)۔ سومہان کو یہی دو لفظ آنے چاہیں باقی گفتگو کے لیے ترجمان موجود ہے۔ ہاں یا دایا۔ ایک اور لفظ بھی ہم برجستہ اور باموقع بول کر چینیوں کو حیران کرتے تھے۔ وہ ہے شے شے (یعنی شکریہ!)

چند دن بعد ہم جاپان گئے تو جاپانی زبان میں بھی اسی طرح مہارت حاصل کرنے کا عزم کیا، کیوں کہ ہم کو لسانیات سے ہمیشہ شغف رہا ہے۔ افسوس کہ وہاں ہمارا قیام مختصر تھا یعنی کل آٹھ دن۔ اس کے باوجود ہم جاپانی زبان میں شکریہ ادا کرنے کے قابل ہو گئے یعنی ”آری گا تو گزائی مش“ کا لفظ اہل زبان کی طرح بولتے تھے۔ اگر کچھ فرق تلفظ میں تھا بھی، تو تھوڑا سا جھک کر سینے پر ہاتھ رکھنے سے سننے والا جان لیتا تھا کہ ہم اظہار ممنونیت کر رہے ہیں۔ ایسے بھی اعتراض کرنے والے موجود ہیں جنہوں نے کہا کہ واہ! ایک ہفتے میں ایک لفظ جان لینا کیا کمال ہے۔ ہمارے قارئین انصاف سے کہیں ان میں سے کتنوں کو معلوم تھا ”آری گا تو گزائی مش“ کا۔ ہمیں یقین ہے کہ ہم چند ماہ اور وہاں رہتے تو انہی کی زبان میں صاحب سلامت کرنے لگتے۔

ہاں تو چین میں ایسا بھی ہوا کہ ترجمان پاس نہ تھا پھر بھی ہم کو چینیوں سے مکالمات میں کبھی دقت نہ ہوئی۔ ہم ”نی ہاؤ“ کہتے تھے۔ اُدھر سے چینی زبان میں کچھ ارشاد ہوتا تھا۔ ہم ”شے شے شے“ کرتے جاتے۔ ”شچی“ کہ اس کی بات ختم ہو جاتی اور ہم ”چائی چن۔ چائی چن“ کر کے رخصت ہو جاتے۔

ممکن ہے ہم چینی زبان میں مزید لیاقت بھی پیدا کرنے کی کوشش کرتے بلکہ اب یاد آتا ہے کہ ہم گرم پانی بھی چینی زبان میں ہی طلب کرتے تھے اور ”کے سوائے“ کہتے تھے۔ لیکن ڈاکٹر عالیہ امام کی مثال کو دیکھ کر ہم نے تحصیل السنہ کا ارادہ ترک کر دیا۔ وہ وہاں کئی ماہ سے ہیں۔ پیننگ ریڈیو پر کام کرتی ہیں۔ ایک روز تشریف لائیں تو ہم نے کہا آپ کے لیے چائے کا بندوبست کریں؟ فرمایا، کرو۔ ہم نے کہا مشکل یہ ہے کہ ہم اردو میں کر سکتے ہیں۔ حد سے حدانگریزی میں۔ ہیرا ام بھائے دیتے ہیں۔ گفتگو آپ کیجیے گا۔

ہیرا آیا۔ بیگم عالیہ امام نے اپنے مکتوی لہجے میں بہت کچھ کہا۔ اتنا یاد ہے کہ ج کے مرکبات تھے۔ ہیرا کھڑا سر ہلاتا رہا اور ہم نے ازراہ تحسین عالیہ امام صاحبہ کو دیکھا بلکہ کہا بھی کہ آپ نے ایسی قابل رشک مہارت کیسے پیدا کی۔ اُنہوں نے بتایا کہ آدمی ذہین ہو تو چینی زبان مشکل نہیں۔ چوں کہ ہم یہ شرط پوری نہ کر سکتے تھے۔ لہذا کچھ دل گیر اور مایوس ہو گئے لیکن اتنے میں ہیرا آ گیا، دیکھا کہ دو قد آدم گلاس دودھ کے ہیں۔ بیگم عالیہ ہیرے پر بہت خفا ہوئیں کہ تم اتنی چینی زبان بھی نہیں سمجھتے کہ میں کہوں چائے تو چائے لے آؤ۔ وہ کھڑا ہاتھ ملتا رہا۔ دل میں ضرور شرمندہ ہوا ہوگا۔

اُردو کے مشہور ادیب خاطر غزنوی بھی وہاں ہیں اور زیادہ دنوں سے ہیں۔ ان کا کام ہی تحصیل زبان ہے تاکہ واپس آ کر یہاں چینی زبان سکھاسکیں۔ ہم نے دیکھا کہ وہ ٹیکسی والے کو سمجھا لیتے ہیں کہ کدھر چلنا ہے۔ بولے دوڑھائی سولفظ سیکھ گیا ہوں۔ پانچ ہزار لفظ سیکھ کر اخبار پڑھا جا سکتا ہے۔ ہم نے کہا کتنے دن لگیں گے۔ بولے بشرط حیات چند برس اور۔ ہم نے کہا، خیر یہ رہا اخبار! کچھ تو پڑھو۔ کافی دیر کوشش کے بعد انھوں نے کئی لفظوں پر انگلی رکھی کہ یہ آتے ہیں فی الحال۔

ایک روز ہم نے سوچا کہ دیکھیں چینی لوگ اردو سیکھتے ہیں تو کیسی سیکھتے ہیں۔ اگر چینیوں کو اپنی زبان کے مشکل اور پیچیدہ ہونے پر ناز ہے تو ہم کو بھی ہے۔ خیر ایک روز ہندو بست ہوا، اور ہم لوگ پکینگ یونیورسٹی کے شعبہ اردو میں جا نکلے۔

پہلے تو ایک بیٹھک میں وائس چانسلر صاحب نے ہمیں شرف ملاقات بخشا۔ پھر تعارف کراتے کراتے کہا، یہ ہیں مادام شان یون، یہاں اردو پڑھاتی ہیں۔ ہم نے کہا آئیے بیگم صاحبہ! ہمارے پاس آجائیے، وہ مسکراتی ہوئی اُٹھ کر آگئیں اور بولیں ”آپ ابن انشا صاحب ہیں نا، آپ کی نظمیں ہم نے پڑھی ہیں۔“ افکار، ہمارے پاس آتا ہے اور آپ کی کتاب ہماری لائبریری میں ہے۔“

پکینگ یونیورسٹی وسیع و عریض رقبے میں پھیلی ہوئی ہے۔ راستے میں مختلف شعبوں کی عمارتیں تھیں۔ ہر جگہ طالب علموں کے ٹھٹ تھے جو ہمیں دیکھ کر دو روویہ کھڑے ہو جاتے اور تالیوں سے استقبال کرتے۔ رسم یہ ہے کہ مہمان بھی جواباً تالی بجاتا ہے۔ چین کے قیام کے دنوں میں ہم کو اتنی تالیاں بجاتی پڑتی تھیں کہ رات کو ہاتھ آگ پر سینکتے تھے۔

شعبہ اردو کے طالب علم ہمارے خیر مقدم کے لیے پہلے سے کھڑے تھے۔ ان میں آدھے لڑکے، آدھی لڑکیاں۔ بڑے تپاک سے علیک سلیک ہوئی۔ بعضے فر فر بوتے تھے، بعضے انک انک کر اور سب سے کعب کی بات یہ تھی کہ کسی سے تذکیر و تانیث کی کوئی غلطی نہ سنی۔ دوسری بات یہ ہے کہ خط پختہ تھے، املا میں کوئی غلطی سچے کی نہ تھی۔ ہم نے کہا پڑھتے کیا ہیں آپ لوگ۔ معلوم ہوا اچھی خاصی لائبریری اردو کی کتابوں کی ہے۔ لائبریری گئے تو واقعی نئے ادب کی بہت سی اچھی کتابیں موجود تھیں اور طالب علم ہمارے بعض ہم عصروں کا ذکر ان کی کہانیوں کے حوالے سے کرتے تھے۔ مادام نے کہا میں آپ کی نظم ”شنگھائی“ کا ترجمہ چینی میں کر رہی ہوں۔

ہمارے وفد کی سرشاری کا بیان کرنا مشکل ہے۔ اتنی دور ایک مختلف تہذیب کے ملک میں اردو کے پودے کو پھلتے پھولتے دیکھنا واقعی ایک جذباتی تجربہ تھا۔ ہم نے مادام سے کہا کہ ان طالب علموں کو ہم چائے کی دعوت دیتے ہیں۔ طالب علم تو آئے لیکن مادام کسی وجہ سے تشریف نہ لاسکیں۔ ہم نے کہا کہ ہماری ڈائری میں اپنے دستخط دے دیجیے۔ انھوں نے یہ مہربانی کی کہ دستخطوں کے علاوہ ایک عبارت بھی لکھ دی۔ ان کا خط کم از کم ہمارے خط سے تو بہتر ہے۔ یہ بھی یاد رہے کہ طالب علموں نے اتنی مہارت فقط دو سال بلکہ کم میں حاصل کی تھی۔

(چلتے ہو تو چین کو چلیے از ابن انشا)

سوالات

درج ذیل سوالات کے مختصر جواب لکھیے:

۱۔ مصنف چینی زبان کے کون کون سے الفاظ روائی سے بولے گئے؟

۲۔ مصنف چینی زبان کیوں نہیں سیکھ سکتے تھے؟

۳۔ بیکنگ ریڈیو میں کام کرنے والی خاتون نے کیا دعویٰ کیا تھا؟

۴۔ چینی اخبار پڑھنے کے لیے کتنے الفاظ سیکھنے کی ضرورت ہوتی ہے؟

۵۔ محترمہ شان یون نے کس اردو رسالے کا ذکر کیا؟

۶۔ وفد کی سرشاری کا کیا عالم تھا؟

مناظر پاکستان

حاشر کے چچا کو سیر و سیاحت کا بہت شوق ہے۔ ان کی ملازمت بھی ایسی ہے کہ انھیں اکثر و بیشتر ملک کے مختلف حصوں میں جانا پڑتا ہے۔ انھوں نے وطن عزیز کا چچا چچا خوب گھوم پھر کر دیکھا ہے۔ پچھلے دنوں جب وہ ایک ہفتے کی چھٹی گزارنے گاؤں آئے تو حاشر نے ان سے درخواست کی کہ وہ پاکستان کے مختلف حصوں اور خوب صورت مناظر کے متعلق معلومات بہم پہنچائیں۔

چچا جان کو یہ جان کر خوشی ہوئی کہ حاشر اپنے وطن کے متعلق جاننے کی اس قدر آرزو رکھتا ہے۔ انھوں نے کہا: بیٹا! یہ وطن اللہ تعالیٰ کی دین ہے۔ ہمارے وطن میں کسی چیز کی کمی نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اسے ہر طرح کے وسائل سے مالا مال کیا ہے۔ اس سر زمین کو خوب صورت نظاروں سے آراستہ کرنے اور حسن و جمال سے نوازنے میں قدرت نے بڑی فیاضی سے کام لیا ہے۔ یہاں کی مٹی سونا لگتی ہے۔ زیر زمین معدنیات کی صورت میں بیش قیمت خزانے مدفون ہیں۔ وطن عزیز کے سینے پر بلند و بالا پہاڑ اس کے کُسن کو چار چاند لگاتے ہیں۔ رقص کرتی ندیاں، وجد کرتے چشمے، زمزمے بکھیرتی آبشاریں، شور مچاتے دریا اور ٹھانھیں مارتا سمندر سب کچھ اس میں موجود ہے۔ اس کے دل کش نظارے دیکھنے والوں کو فرحت بہم پہنچاتے ہیں۔ اس کے حسین و دل فریب مناظر دیکھ کر صانع حقیقی کی کاری گری کا علم ہوتا ہے اور انسان بے اختیار ”سبحان اللہ“ پکار اٹھتا ہے۔

یہ سُن کر حاشر نے فوراً یہ شعر پڑھا:

جست سے کہیں بڑھ کے حسین میرا وطن ہے
ہم سر ہے فلک کی جو زمین میرا وطن ہے

چچا جان نے کہا ”واہ وا! بھی تم تو بڑے اچھے طریقے سے شعر پڑھتے ہو۔ ہاں تو میں یہ بتا رہا تھا کہ ہمارا وطن بہت خوب صورت ہے۔ اب میں تمھیں پاکستان کے چاروں صوبوں کی سیر کراتا ہوں۔“ حاشر اور متوجہ ہو گیا۔ چچا جان نے اپنی گفتگو جاری رکھتے ہوئے کہا:

پانچ دریاؤں کی سر زمین، پنجاب آبادی کے لحاظ سے پاکستان کا سب سے بڑا صوبہ ہے۔ اس صوبے کا صدر مقام لاہور ہے۔ لاہور کو داتا کی نگری بھی کہتے ہیں، کیوں کہ یہاں اللہ تعالیٰ کے ایک نیک اور برگزیدہ بندے حضرت سید علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ آسودہ خاک ہیں۔ لوگ آپ کو حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کے نام سے یاد کرتے ہیں۔ پاکستان کے دل لاہور میں کئی ایک تاریخی مقامات ہیں۔

بادشاہی مسجد، شاہی قلعہ اور شالامار باغ مغلیہ طرز تعمیر کے شاہ کار ہیں۔ شاعر مشرق علامہ محمد اقبال رحمۃ اللہ علیہ کا مزار، مینار پاکستان، مقبرہ جہانگیر، عجائب گھر اور چڑیا گھر بھی قابل دید مقامات ہیں۔ لاہور سے قریب ہی جٹو پارک ہے۔ اس میں مختلف جانور رکھے گئے ہیں۔ خاص طور پر سانپ گھر دیکھنے سے تعلق رکھتا ہے۔ اس پارک میں ایک جھیل بھی ہے۔ لاہور سے دو گھنٹے کی مسافت پر چھانگا مانگا ہے۔ یہاں جنگل اُگا یا گیا ہے اور مختلف جانوروں کو قدرتی ماحول میں رکھا گیا ہے۔

حاشر نے بتایا کہ پچھلے سال ان کے سکول کے طلبہ چھانگاما نگا دیکھنے گئے تھے مگر وہ بخار کے باعث اس تفریحی دورے پر نہ جاسکا تھا۔ چچا جان نے اس کی بیماری پر افسوس کا اظہار کیا اور اپنی بات کو آگے بڑھاتے ہوئے کہا۔ ضلع سانی وال میں ایک جگہ ہے ہڑپہ۔ یہ آثارِ قدیمہ کے لحاظ سے ایک اہم مقام ہے۔ ان آثارِ قدیمہ سے ہڑپہ کی قوم کے ترقی یافتہ اور مہذب ہونے کا علم ہوتا ہے۔ بہت کم لوگ ان آثارِ قدیمہ کو دیکھ کر عبرت پکڑتے ہیں۔

حاشر نے ہڑپہ کا ذکر سن کر بتایا کہ اُس نے ٹیلی وژن پر ہڑپہ کے متعلق دستاویزی فلم دیکھ رکھی ہے۔ چچا جان نے حاشر کو شاباش دے کر کہا کہ ایسے علمی اور معلوماتی پروگرام دیکھنے چاہئیں۔

چچا نے پنجاب کا ذکر جاری رکھتے ہوئے کہا کہ ملتان اولیاء اللہ کی سرزمین ہے۔ یہاں بہت سے بزرگانِ دین ابدی نیند سو رہے ہیں۔ خاص طور پر حضرت بہاء الدین زکریا رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت شاہ رکن عالم رحمۃ اللہ علیہ کے مزارات مرجعِ خاص و عام ہیں۔ بہاول پور میں عباسی نوابوں کے محلات ہیں۔ یہاں کا عجائب گھر بھی قابلِ دید ہے۔ بہاول پور سے چھتیس (۲۶) کلومیٹر دور لال سہا زپارک بھی خوب صورت تفریحی مقام ہے۔

تفریحی مقام کا ذکر سن کر حاشر نے کہا کہ اس کے بڑے بھائی اس سال منگلا ڈیم کی سیر کو گئے تھے۔ چچا جان نے گرہ لگائی کہ منگلا ڈیم جہلم کے قریب ہے۔ اسے دریائے جہلم پر تعمیر کیا گیا ہے۔ یہاں بہت وسیع اور گہری جھیل ہے۔ منگلا سے مظفر آباد (آزاد کشمیر) زیادہ دور نہیں۔ جہلم شہر کے قریب قلعہ روہتاس ہے۔ اسے شیر شاہ سوری نے تعمیر کرایا تھا۔ کھیوڑہ کے مقام پر نمک کی کانیں ہیں۔ یہاں نمک کے ٹکڑوں سے آرائشی اشیاء بنائی جاتی ہیں۔ سیر کرنے والے ان اشیاء کو خریدتے ہیں۔ نمک کی کانوں کے اندر ایک مسجد بھی ہے، اس کی خاص بات یہ ہے کہ یہ نمک سے بنی ہوئی ہے۔

چو اسیدن شاہ کے قریب ایک جگہ ہے کٹاس۔ یہاں ہندوؤں کے مندروں اور محلات کے آثار ہیں۔ یہی وہ جگہ ہے جہاں البیرونی نے زمین کا محیط معلوم کیا تھا۔ پنجاب کی ایک سیرگاہ کلر کبار بھی ہے۔ یہاں عصر کے بعد کھلی فضا میں مورد دیکھنے والوں کا جی خوب بہلتا ہے۔ کلر کبار میں ایک بلند جگہ پر پتھر تراش کر چوتر بنایا گیا ہے۔ اسے تختِ بابری کہتے ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ اس چوترے پر کھڑے ہو کر بادشاہ ظہیر الدین بابر نے اپنے لشکر سے خطاب کیا تھا۔

پاکستان کا دار الحکومت اسلام آباد بھی اپنے خوب صورت نظاروں اور صاف ستھرے ماحول کی وجہ سے مشہور ہے۔ یہاں شکر پڑیاں کا تفریحی مقام ہے۔ شاہ فیصل مسجد مسلمانوں کے عظیم راہ نما اور سعودی عرب کے سابق فرماں روا شاہ فیصل مرحوم کی یاد دلاتی ہے۔ یہ پاکستان کی سب سے بڑی مسجد ہے۔ اسلام آباد کے قریب راول ڈیم بھی ہے۔

اسلام آباد، حاشر کا دیکھا ہوا تھا۔ چچا کی باتیں سن کر اُسے یوں لگا جیسے وہ اسلام آباد میں گھوم پھر رہا ہو۔ اُس نے چچا جان سے کہا کہ وہ مری کے متعلق بھی بتائیں۔ چچا جان نے کہا:

ملکہ کوہسار مری ایک خوب صورت اور صحت افزا پہاڑی مقام ہے۔ لوگ دُور دُور سے یہاں سیر کرنے آتے ہیں۔ سردیوں کے

دنوں میں یہاں برف باری کے منظر سے لطف اندوز ہونے کا اپنا مزہ ہے۔ یہاں چیئر لفٹ بھی ہے، اس پر سفر کرتے ہوئے خوف بھی آتا ہے اور مزہ بھی۔ مری سے ایک راستا ایوبیہ کو جاتا ہے۔ یہ بھی ایک خوب صورت تفریحی مقام ہے۔ باتیں کرتے کرتے دوپہر ہوگئی۔ چچا جان نے کہا ”بھئی حاشر! اب کھانا کھاتے ہیں۔ کھانے کے بعد میں قیلولہ کروں گا۔ اس کے بعد پاکستان کے دیگر حصوں کے متعلق تمہیں بتاؤں گا۔“

قیلولہ کے بعد چچا جان اٹھے تو حاشر جیسے ان کے انتظار میں تھا۔ فوراً ان کے پاس آکر کہنے لگا ”تو چچا جان! پاکستان کے باقی حصوں کے متعلق بھی بتائیے۔“

چچا جان نے کہا: اب ہم صوبہ سرحد کی بات کرتے ہیں۔ یہ غیور اور مہمان نواز پاکستانیوں کی سرزمین ہے۔ اس کا صدر مقام پشاور ہے۔ قصبہ خوانی بازار، تاریخی یادگار چوک، مسجد مہابت خان، قلعہ بالا حصار اور عجائب گھر قابل دید مقامات ہیں۔ لنڈی کوتل اور وار سک ڈیم بھی مشہور جگہیں ہیں۔ وادی کاغان اپنے بے مثال فطری حسن و جمال کے باعث دنیا بھر کے سیاحوں کے لیے کشش رکھتی ہے۔ یہاں جانے کے لیے بالا کوٹ کے تاریخی مقام سے گزرنا پڑتا ہے۔ راستے میں دو ہزار تین سو میٹر بلندی پر واقع شوگراں آتا ہے۔ وادی کاغان کو جانے والے راستے اس قدر خوب صورت ہیں کہ ان پر پرستان کا گمان ہوتا ہے۔ ناران سے چند کلومیٹر کے فاصلے پر جھیل سیف الملوک ہے۔ یہاں گاڑی نہیں جاسکتی۔ لوگ پیدل سفر کرتے ہیں یا گھوڑوں اور خچروں کی مدد سے یہ فاصلہ طے کرتے ہیں۔ جھیل کے کنارے پھول اپنی بہار دکھاتے ہیں جب کہ نرم و نازک پروں والی رنگ برنگی تتلیاں ان پھولوں کے گرد رقص کرتی نظر آتی ہیں۔ ناران سے آگے کاغان کا مقام ہے۔ وادی سوات کا حسن بھی کسی سے کم نہیں۔ اس وادی میں ایک مقام کالام ہے۔ اسے قدرتی مناظر کی جنت کہنا مناسب ہے۔ یہاں فطرت اپنی تمام تر رنگینیوں، دل فریبیوں اور رعنائیوں کے ساتھ جلوہ گر ہے۔ انسان یہاں کے نظاروں میں کھو جاتا ہے۔ یہ وادی قدرتی حسن کے باعث مشرق کا سویٹزر لینڈ کہلاتی ہے۔ سید و شریف وادی سوات کا ڈویژنل صدر مقام ہے جہاں عجائب گھر، ریاستی محل اور بدھ مت کے آثار قابل دید ہیں۔ وادی سوات کے علاوہ پاکستان کے شمالی علاقوں میں گلگت، ہنزہ، دیر اور چترال بھی سیاحوں کی دل چسپی کے مرکز ہیں۔ چترال سے آگے کا علاقہ کافرستان کہلاتا ہے، یہاں کا غیر معمولی حسن و جمال الفاظ میں بیان نہیں کیا جاسکتا۔ حاشر خیالوں ہی خیالوں میں جھیل سیف الملوک کی سیر کر رہا تھا۔ اُس نے اپنے چچا جان سے کہا کہ وہ اسے وادی کاغان دکھانے لے چلیں۔ چچا جان نے اگلی گرمیوں میں اُسے کاغان لے جانے کا وعدہ کیا۔

اب چچا جان نے باب الاسلام سندھ کے متعلق گفتگو شروع کی۔ انھوں نے کہا کہ سندھ کا دار الحکومت کراچی ہے۔ یہ پاکستان کا سب سے بڑا شہر ہے۔ اس کی آبادی ایک کروڑ سے زیادہ ہے۔ کراچی کو عروس البلاد اور روشنیوں کا شہر کہا جاتا ہے۔ یہاں بانی پاکستان قائد اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا مزار ہے۔ یہاں کا قومی عجائب گھر بھی قابل دید ہے۔ گلشن، ہاکس بے اور سینڈز پٹ کی سیر کرنے میں بڑا لطف آتا ہے۔ صوبہ سندھ میں ایک مقام بھنبھور ہے۔ یہی وہ شہر ہے جہاں محمد بن قاسم کا لشکر لنگر انداز ہوا تھا۔ سندھ کی قدیم ترین مسجد اسی شہر میں ہے۔ یہاں ایک عجائب خانہ بھی ہے۔ اس صوبے میں واقع منچر جھیل بھی دیکھنے سے تعلق رکھتی ہے۔ سندھ کا ایک مشہور شہر حیدر آباد ہے۔ کسی

زمانے میں یہ سندھ کا دارالحکومت ہوا کرتا تھا۔ یہ شہر دریائے سندھ سے زیادہ دُور نہیں۔ یہاں ایک عجائب گھر بھی ہے۔ تاریخی آثار موہن جو داڑ بھی اسی صوبے میں ہیں۔ یہاں کے تاریخی آثار ہمیں قدیم تہذیب و ثقافت سے روشناس کراتے ہیں۔

سکھر بیراج سے سات نہریں نکالی گئی ہیں۔ سکھر کے قریب دریائی جزیرے میں ایک تاریخی مسجد ہے، اسے محمد بن قاسم نے تعمیر کرایا تھا۔ قریب ہی ایک مندر بھی ہے۔ سندھ کے مشہور تاریخی مقامات کا ذکر کرنے کے بعد چچا جان نے بلوچستان کے بارے میں بتانا شروع کیا۔ انھوں نے کہا:

رقبے کے لحاظ سے بلوچستان ہمارے ملک کا سب سے بڑا صوبہ ہے۔ اس کا صدر مقام کوئٹہ ہے۔ یہاں سنگلاخ پہاڑ ہیں۔ لوگوں کی جفاکشی کا یہ عالم ہے کہ انھوں نے پانی حاصل کرنے کے لیے زیر زمین نالیاں کھود رکھی ہیں، انھیں کاریز کہا جاتا ہے۔ یہاں سردیوں میں شدید سردی پڑتی ہے۔ برف باری کے نتیجے میں درجہ حرارت صفر سے نیچے گر جاتا ہے۔ اس صوبے میں ایک جگہ ہے زیارت۔ یہ تاریخی اہمیت کی حامل ہے۔ بانی پاکستان نے اپنی زندگی کے آخری ایام اسی جگہ گزارے تھے۔ اس صوبے میں ہنہ جھیل اپنی دل کشی کے لحاظ سے مشہور ہے۔ یوں تو پورے صوبے میں پھلوں کے باغات ہیں مگر چمن سب سے زیادہ قابل ذکر ہے۔ چچا جان کی گفتگو سن کر حاشر نے کہا ”پاکستان واقعی بہت حسین ہے۔ اس کے قدرتی حسین مقامات قدم قدم پر دعوتِ نظارہ دیتے ہیں۔ پاکستان زندہ باد!“ چچا بولے:

پاکستان پابندہ باد!

سوالات

۱۔ مختصر جواب لکھیں:

ا۔ حاشر کے چچا کو ملک کے مختلف حصوں میں کیوں جانا پڑتا ہے؟

ب۔ پانچ دریاؤں کی سر زمین سے کیا مراد ہے؟

ج۔ لاہور کیوں مشہور ہے؟

د۔ ملتان کی وجہ مشہرت کیا ہے؟

ه۔ قلعہ روہتاس کس نے تعمیر کیا؟

و۔ قیلولہ سے کیا مراد ہے؟

ز۔ ’باب الاسلام‘ کس صوبے کا نام ہے؟

ح۔ سکھر بیراج سے کتنی نہریں نکالی گئی ہیں؟

ط۔ ’کاریز‘ کیا ہیں؟

ی۔ کراچی کے کون سے مقامات قابل دید ہیں؟

۲۔ پاکستان کے چاروں صوبوں کے خوب صورت ترین مقامات پر ایک مضمون لکھیں۔

ڈائری

ڈائری (DIARY) انگریزی زبان کا لفظ ہے، اس کے معنی ہیں یادداشت، روزنامہ۔ اپنی روزانہ کی مصروفیات، حالات، واقعات اور خیالات و احساسات کو ضبط تحریر میں لانے کو ڈائری لکھنا کہتے ہیں۔

ڈائری پڑھ کر ہم لکھنے والے کے شب و روز کے معمولات کو جان سکتے ہیں۔ ہم اس کے ذہن اور رویوں سے آگاہ ہو سکتے ہیں۔ ڈائری لکھنا ایک اچھی عادت ہے۔ جو لوگ طالب علمی کے ابتدائی زمانے ہی سے باقاعدہ ڈائری لکھنے کی عادت اپنالیتے ہیں، ان کے قلم میں روانی اور تحریر میں پختگی آ جاتی ہے اور وہ مستقبل میں اچھے ادیب ثابت ہو سکتے ہیں۔

ڈائری لکھنے کی اسی اہمیت کے پیش نظر اردو کے استاد محترم امانت اللہ صاحب نے اپنی آٹھویں کلاس کے طلبہ کے لیے روزانہ ڈائری لکھنا لازمی قرار دے رکھا ہے۔ مقابلے کی فضا پیدا کرنے کے لیے انھوں نے ہفتے میں ایک پیریڈ مختص کر رکھا ہے۔ اس روز طالب علم اپنی اپنی ڈائری پڑھتے ہیں۔ اچھی ڈائری لکھنے والے طالب علموں کی حوصلہ افزائی کے لیے انعامات کا بھی اہتمام کیا جاتا ہے۔ یوں ہر طالب علم دوسرے طالب علموں سے سبقت لے جانے کے لیے محنت کرتا ہے۔ مقابلے کا یہ صحت مندرجہ طالب علموں کی تخلیقی صلاحیتوں کے لیے بہت مفید ہے۔ آئیے اس ہفتے اول انعام کی مستحق قرار پانے والی ڈائری سے ہم بھی لطف اندوز ہوں۔ یہ ڈائری ایک ہونہار طالب علم مصدق ایاز نے لکھی ہے۔

”میں ہمیشہ انگریزی کے اس مقولے پر عمل کرتا ہوں جس کا ترجمہ ہے ’جلد سونے اور جلد جاگنے سے انسان صحت مند، دولت مند اور عقل مند بن جاتا ہے۔ میں آج بھی صبح کے تین بجے بیدار ہوا۔ سبحان اللہ! کیا روح پرور سماں تھا۔ دن کے شورغل کے مقابلے میں یہ وقت پُر سکون ہوتا ہے۔ کسی طرف سے کوئی آواز نہیں آرہی تھی۔ میں نے کچھ دیر مطالعہ کیا۔ اتنے میں مسجد سے فجر کی اذان کی آواز بلند ہوئی۔ میں نے وضو کیا اور مسجد کا رخ کیا۔ باجماعت نماز ادا کرنے کے بعد روح کو عجب طرح کا سکون ملتا ہے جسے لفظوں میں بیان نہیں کیا جاسکتا۔ میرا معمول ہے کہ میں نماز فجر کے بعد قرآن مجید کی تلاوت کرتا ہوں۔

میں تلاوت قرآن مجید سے فارغ ہو کر گھر آیا۔ ناشتا کیا اور سکول کی راہ لی۔ سکول میرے گھر سے زیادہ دُور نہیں، اس لیے میں پیدل ہی جاتا ہوں۔ آج مجھے سکول جاتے ہوئے راستے میں ایک لڑکا ملا، وہ پریشان دکھائی دے رہا تھا۔ اس کی آنکھوں میں آنسو تیر رہے تھے۔ میں اس لڑکے کے پاس رُک گیا اور اس سے پوچھا ’کیا بات ہے؟ آپ اتنے غمگین کیوں ہیں؟‘

میری بات سن کر وہ کچھ نہ بولا۔ میں نے ایک مرتبہ پھر نرمی سے اس کی اداسی کا سبب دریافت کیا۔ وہ مجھے مہربان اور ہم درو پا کر بولا ”بہت بڑا مسئلہ ہے، میرے والد وفات پا چکے ہیں۔ ماں کسی کے گھر میں محنت مزدوری کر کے ہم بہن بھائیوں کا پیٹ پالتی ہے۔ اب بڑھتی ہوئی مہنگائی کے باعث اس کے لیے میری تعلیم کے اخراجات برداشت کرنا ممکن نہیں۔ کام کرتے کرتے ماں کی جسمانی حالت

بھی خراب تر ہوتی جا رہی ہے۔ مجھ سے ماں کی یہ حالت دیکھی نہیں جاتی۔ آج یہ سوچ کر گھر سے نکلا ہوں کہ مجھے کہیں، کوئی کام مل جائے۔ مجھے تعلیم ترک کرنے کا شدید قلق ہے لیکن مطمئن ہوں کہ چلو ماں کو تو کچھ آرام مل جائے۔“

اس لڑکے کی یہ درد بھری باتیں سن کر میری آنکھیں ڈنڈ باندھ گئیں۔ میں نے اس لڑکے کا نام اور پتا اپنی نوٹ بک میں لکھ لیا اور اس کے لیے کچھ کرنے کا وعدہ کر کے اس سے رخصت ہوا۔ راستے بھر مجھے اس لڑکے پر ترس آتا رہا۔ ہماری جماعت کے انچارج استاد صاحب درد دل رکھنے والے انسان ہیں۔ سکول پہنچ کر میں نے ان سے اس لڑکے کا واقعہ بیان کیا۔ اُن کو بھی اس لڑکے کی حالت کا سن کر بڑا افسوس ہوا۔ انھوں نے ہماری جماعت کے سامنے نہایت پُر درد اور موثر انداز میں اس غریب لڑکے کی کہانی بیان کر کے اُس کی مدد کرنے کی درخواست کی۔ ان کی اس اپیل کا حوصلہ افزا جواب ملا۔ تیس طالب علموں نے دس دس روپے ماہوار دینے کی ہامی بھری۔ دس طالب علم ایسے تھے جنھوں نے ہر ماہ پچاس روپے فی کس دینے کا وعدہ کیا۔ ہمارے انچارج استاد صاحب نے بھی اس نیک کام میں اپنی تنخواہ سے ہر ماہ ایک سو روپے دینے کا اعلان کیا۔ مجھے یہ جان کر خوشی ہوئی کہ ہماری قوم میں قربانی کا جذبہ زندہ ہے۔ گھر پہنچ کر میں نے اپنے والد محترم کو ساری بات بتائی۔ انھوں نے میری اس کوشش کو سراہا، میرے ہم جماعتوں اور اُستاد صاحب کے جذبے کی بے حد تعریف کی۔ انھوں نے اپنی طرف سے ہر مہینے پانچ سو روپے دینے کا وعدہ کیا۔ شام کے وقت میں خوش خوش اس بے سہارا لڑکے کے گھر پہنچا اور اسے خوش خبری سنائی۔ خوشی کے مارے اس کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ اس کی بوزھی ماں نے ڈھیروں دعائیں دیں۔

”آج سارا دن میں اسی جذبے سے سرشار رہا ہوں۔ اب سونے سے پہلے جب میں ڈائری لکھ رہا ہوں تو میں اللہ کا شکر ادا کر رہا ہوں جس نے ہمیں ایک دکھی خاندان کی مدد کرنے کی توفیق دی ہے۔“

سوالات

- ۱۔ مندرجہ ذیل سوالوں کے مختصر جواب دیجیے:
 - ا۔ ڈائری کس زبان کا لفظ ہے؟
 - ب۔ ڈائری لکھنے کے کیا فائدے ہیں؟
 - ج۔ صبح جلدی بیدار ہونے سے کیا فوائد حاصل ہوتے ہیں؟
 - د۔ اس سبق سے ہمیں کیا سبق ملتا ہے؟
- ۲۔ مندرجہ ذیل لفظ و محاورات کو اپنے جملوں میں اس طرح استعمال کیجیے کہ ان کا مفہوم واضح ہو جائے:

ضبط تحریر میں لانا، سبقت لے جانا، رُوح پرور، پیٹ پالنا، ہامی بھرنا

۳۔ اعراب کی مدد سے درست تلفظ واضح کیجیے:

ضبط، اہتمام، مقابلہ، مطالعہ، فجر، وضو، قلق

۴۔ واحد کی جمع اور جمع کا واحد لکھیے:

لفظ، واقعات، معمولات، ادیب، استاد، انعامات، روح، ترجمہ، تفسیر، مسئلہ

۵۔ صحت مند میں ”مند“ لاحقہ ہے۔ اس لاحقے کی مدد سے مزید پانچ الفاظ بنائیے۔

۶۔ مندرجہ ذیل جملوں کی تصحیح کیجیے:

i۔ برائے کرم گھاس پر مت چلو۔

ii۔ میں آپ کا تابع دار ہوں۔

iii۔ اس نے میری مدد کرنے کی حامی بھری۔

iv۔ سرخ سیاہی سے نہ لکھو۔

v۔ شب برأت کی رات برکت والی ہے۔

vi۔ بڑھیا یہ بات سن کر بکی بکی رہ گئی۔

vii۔ اس لفظ کی تصحیح املا کیا ہے۔

viii۔ صابن جسم کی میل دور کرتا ہے۔

ix۔ ہمارا ملک دن بدن ترقی کر رہا ہے۔

x۔ چیخ و پکار سن کر میری آنکھ کھل گئی۔

xi۔ وہ بمعہ اہل و عیال بیرون ملک چلا گیا۔

xii۔ علاج کے باوجود مرض بڑھتی گئی۔

۷۔ دیے گئے جملوں میں فعل معروف کو فعل مجہول میں اور فعل مجہول کو فعل معروف میں تبدیل کیجیے:

حسن نے کتاب پڑھی۔

ایک تازہ نظم کہی گئی۔

حاشیہ نے خط ڈاک میں ڈالا۔

قومی ترانہ پڑھا جائے گا۔

صوبہ پنجاب کے لوگ پنجابی بولتے ہیں۔

ملکی سرحدوں کا دفاع کیا جاتا ہے۔

خط --- مدیر کے نام

۲ جنوری ۲۰۰۶ء

مکرمی جناب مدیر!

روزنامہ ”نوائے قوم“ لاہور

السلام علیکم!

آپ کے مؤقر روزنامے کی وساطت سے میں متعلقہ حکام کی توجہ آج کے دور کے بہت بڑے مسئلے کی طرف دلانا چاہتی ہوں، یہ مسئلہ ہے ماحول کی آلودگی۔

جوں جوں سائنس ترقی کرتی جا رہی ہے، ماحول کی آلودگی میں اضافہ ہوتا جا رہا ہے۔ اس بڑھتی ہوئی آلودگی نے آج کے انسان کو تباہی کے دہانے پر لا کھڑا کیا ہے۔ ہمارے ہاں کارخانے اور فیکٹریاں لگاتے وقت اس بات کا خیال نہیں رکھا جاتا کہ انھیں انسانی آبادی سے دُور لگایا جائے۔ بستیوں اور شہروں کے قریب صنعتی علاقے قائم ہیں۔ ان فیکٹریوں سے نکلنے والا دھواں انسانی صحت پر ناخوش گوار اثرات مرتب کر رہا ہے۔ انسانوں کے علاوہ نباتات اور عمارات بھی دھوئیں اور گردوغبار سے پیدا ہونے والی آلودگی سے محفوظ نہیں۔ مینار پاکستان، قائد اعظم کا مقبرہ اور دیگر تاریخی مقامات کا حسن اس آلودگی کی وجہ سے گہنا رہا ہے۔

صنعتی علاقوں کے قرب و جوار میں رہنے والے ناک، گلے اور پھیپھڑوں کے امراض کا آسانی سے شکار ہوتے ہیں۔ بڑے بڑے شہروں میں بے ہنگم ٹریفک کے شور اور بارن کے بے جا استعمال کے باعث کان پڑی آواز سنانی نہیں دیتی۔ ایسے ماحول میں رہنے والوں کے مزاج میں چڑچڑاہٹ پیدا ہو جاتا ہے اور سماعت بھی متاثر ہوتی ہے۔

یہاں میں آلودگی کی ایک خطرناک قسم آبی آلودگی کا ذکر بطور خاص کروں گی۔ فیکٹریوں اور کارخانوں سے خارج ہونے والا زہریلا پانی جب نالوں اور دریاؤں میں گرتا ہے تو اس سے آبی جانوروں کی زندگی کو شدید خطرات لاحق ہو جاتے ہیں۔ جب یہ پانی نہروں کے ذریعے سے فصلوں کو سیراب کرتا ہے تو نقصان دہ کیمیائی مرکبات اور نمکیات پودوں کی جڑوں کے راستے پودوں میں داخل ہو جاتے ہیں۔

ہمیں معلوم ہے کہ ہمارے ملک کی ایک کثیر آبادی کو پینے کا صاف پانی دستیاب نہیں۔ آلودہ پانی پینے سے کئی مہلک بیماریاں جنم لیتی ہیں۔ آج کل ایک بیماری ہیپاٹائیٹس کا بہت ذکر کیا جاتا ہے، اس کی ایک بڑی وجہ گندے پانی کا استعمال بھی ہے۔ اس کے علاوہ پیٹھے، اسہال اور ٹائیفائیڈ ایسے امراض بھی آلودہ پانی پینے کے باعث پیدا ہوتے ہیں۔ ابھی کچھ عرصہ پہلے حیدرآباد میں آلودہ پانی پینے سے پچاس

سے زائد اموات ہونیں۔ ان حالات میں حکومت اور عوام دونوں پر یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ ماحول کی آلودگی کو کم کرنے میں اپنا اپنا کردار ادا کریں۔ اس سلسلے میں اگر ہر شخص سال میں ایک پودا لگائے اور اسے پروان چڑھائے تو ہمارے ملک میں ہر سال پندرہ کروڑ کے لگ بھگ درختوں کا اضافہ ہوگا۔ ان درختوں سے ماحول کو صاف رکھنے میں بہت مدد ملے گی۔ صاف ہوا سے لوگوں کی صحت پر مثبت اثرات پڑیں گے۔

حکومت کو چاہیے کہ انسانی آبادی کے قریب صنعتی علاقے قائم نہ ہونے دے۔ دھواں چھوڑنے والی گاڑیوں کے مالکوں کو بھاری جرمانے کیے جائیں اور ایسی گاڑیوں کو بند کر دیا جائے۔ بے جا ہارن بجانے پر بھی سزا دی جائے۔ عام لوگوں میں یہ شعور پیدا کیا جائے کہ وہ اپنے ماحول کو صاف رکھنے میں زیادہ سے زیادہ مدد کریں۔ اپنے گھروں کے کوڑا کرکٹ کو ڈھانپ کر رکھیں اور اسے گلیوں میں پھینکنے سے گریز کریں۔ اپنے گھر کو صاف کر کے محلے کو گندنا کرنا کوئی عقل مندی نہیں۔

امید ہے میری ان گزارشات پر حکومت اور عوام دونوں توجہ دیں گے۔

والسلام

رمشا کرن

سوالات

- ۱۔ مندرجہ ذیل سوالات کے مختصر جواب دیجیے:
 - ا۔ کارخانے اور فیکٹریاں لگاتے وقت کس بات کا خیال رکھنا ضروری ہے؟
 - ب۔ دھوئیں اور گرد و غبار سے انسانی صحت پر کیا اثرات مرتب ہوتے ہیں؟
 - ج۔ شور کی آلودگی انسان کو کس طرح متاثر کرتی ہے؟
 - د۔ آبی آلودگی کے کیا نقصانات ہیں؟
 - ہ۔ آپ ماحول کی آلودگی کو کم کرنے میں کیا مدد کر سکتے ہیں؟
- ۲۔ درست اعراب لگائیں:

موثر، صحت، مہلک، مسئلہ، مثبت، اسہال، غلط
- ۳۔ کسی اخبار کے مدیر کے نام خط لکھ کر ٹریفک کے بڑھتے ہوئے حادثات پر اپنی تشویش کا اظہار کیجیے۔

لطائف

ایک بچے سے جب ”بھائی چارے“ کا جملہ بتانے کو کہا گیا تو اُس نے کچھ یوں بتایا:
جب کسی نے دودھ والے سے پوچھا کہ دودھ مہنگا کیوں بیچتے ہو تو وہ بولا کہ بھائی چارہ بہت مہنگا ہو گیا ہے۔

محسن: (احسن سے) آج طیب نے میری بے عزتی کی۔

احسن: وہ کیسے؟

محسن: اُس نے کہا تمہیں گانا آتا ہے؟

احسن: تو اس میں بے عزتی کی کون سی بات ہے؟

محسن: یہ سوال اُس نے میرا گانا سننے کے بعد پوچھا تھا۔

پہلی سیہیلی: اس دفعہ تمہیں ساگرہ پر کیا کیا تحفے ملے؟

دوسری سیہیلی: تحفے تو بہت ملے لیکن ایک باجا بہت اچھا ہے۔

پہلی سیہیلی: ایسی کیا خاص بات ہے اس میں؟

دوسری سیہیلی: امی مجھے اس کو نہ بجانے کے روزانہ دس روپے دیتی ہیں۔

اُستاد نے شاگرد سے کہا ”امتحان نزدیک میں کوئی سوال پوچھنا ہے تو پوچھ لو“

شاگرد نے کہا ”جناب پرچے میں کون کون سا سوال آ رہا ہے؟“

علی: (اکمل سے) انڈے کے فوائد بتاؤ۔

اکمل: ویسے تو انڈے کے بے شمار فائدے ہیں لیکن اگر انڈا امتحان میں مل جائے تو نئی کتابوں کا خرچ بچ جاتا ہے۔

ایک عورت اپنے لڑکے کو چھوڑ کر میکے ملے گئی۔ کچھ دن بعد ساس کا خط ملا۔ جلدی چلی آؤ، لڑکا تمہارے بغیر اُداس رہتا ہے۔

بہو نے جواب لکھا، براہ کرم صحیح صحیح لکھیے کہ کس کا لڑکا اُداس ہے، آپ کا یا میرا؟

ایک فوجی افسر نے ترقی کی خوشی میں اپنے ماتحت سپاہیوں کی دعوت کی اور سپاہیوں کو حکم دیا کہ کھانے پر اس طرح ٹوٹ پڑو جس طرح دشمن پر ٹوٹ پڑتے ہو۔

پھر کیا تھا۔۔۔ سپاہی کھانے پر ٹوٹ پڑے۔ ایک سپاہی کھانے کے بعد مٹائیاں اپنی جیب میں رکھنے لگا تو افسر نے حیرت سے پوچھا۔۔۔ یہ کیا کر رہے ہو۔۔۔؟

سپاہی نے خالص فوجی انداز میں جواب دیا۔۔۔ جتنوں کو مار سکا مار لیا باقی کو قید کی بنا رہا ہوں۔

خاکِ وطن

پیاری مجھے ہر شے سے ہے خاک اپنے وطن کی
ہر حال میں جو مجھ کو بنی میرے بدن کی
میں اس سے اٹھا اور یہیں بھولا بھولا ہوں
رعنائیاں دیں اس نے مجھے سرو و سمن کی

ہر ولولہ تازہ یہیں پایا ہے میں نے
ہر جذبے میں کیفیتیں ہیں اس کے چلن کی

اک مُودۂ جاں بخش بلا حُب وطن میں
پیدا ہوئی صورت جو کہیں رنج و محن کی

ذروں سے اسی خاک کے تڑئیں ہوئی میری
ملتی ہے چمک مجھ میں جو سورج کی کرن کی

خوشبو اسی مٹی کی مجھے دیتی ہے تسکین
حاجت مجھے نانے کی نہ اب مُکھِ حُسن کی

بخشی ہے اسی نے مجھے اظہار کی قدرت
تھکیل اسی خاک نے کی ہے میرے فن کی

(قبوِ منظر)

سوالات

۱۔ اس نظم میں شاعر نے اپنے وطن کی خاک سے جس محبت کا اظہار کیا ہے اسے اپنے لفظوں میں بیان کیجیے۔

۲۔ چھٹے شعر میں دو طرح کی خوشبو کا ذکر ہوا ہے اس کی وضاحت کیجیے۔

۳۔ خالی جگہ پُر کیجیے:

۱۔ مجھے اپنے وطن کی پیاری ہے۔

ب۔ میں نے ہر تازہ یہاں پایا ہے۔

ج۔ اسی نے مجھے اظہار کی بخشی ہے۔

د۔ مجھے اسی مٹی کی خوشبو دیتی ہے۔

۴۔ مندرجہ ذیل الفاظ کو حروف تہجی کے لحاظ سے ترتیب دے کر لغت میں ان کے معانی تلاش کیجیے۔

نیز انھیں اپنے جملوں میں اس طرح استعمال کیجیے کہ ان کے معانی واضح ہو جائیں۔

ولولہ تازہ، چلن، مرثدہ جاں بخش، رنج و محن، ترنیں، پھولنا پھلنا، تشکیل

۵۔ ان الفاظ کی جمع لکھیے:

کیفیت، ذرہ، جز

۶۔ مترادف لکھیے:

صورت، شے، وطن، بدن، ولولہ، حاجت، کرن، تسکین

۷۔ متضاد لکھیے:

تازہ، رنج، خوشبو

۸۔ اعراب لگائیے تاکہ ان کا درست تلفظ واضح ہو جائے:

جزو، وطن، بدن، رعنائی، ولولہ، چلن، محن، چمک، کرن، تسکین، ختن، قدرت، تشکیل

دُعا

یا رب دلِ مسلم کو وہ زندہ تمنا دے
پھر وادیِ فاراں کے ہر ذرے کو چمکا دے
محرومِ تماشا کو پھر دیدہء بینا دے
بھٹکے ہوئے آہو کو پھر سوئے حرم لے چل
بے لوث محبت ہو، بے باک صداقت ہو
میں ہلبلی نالاں ہوں اک اجڑے گلستاں کا
جو قلب کو گرما دے، جو روح کو تڑپا دے
پھر شوقِ تماشا دے پھر ذوقِ تقاضا دے
دیکھا ہے جو کچھ میں نے اوروں کو بھی دکھلا دے
اس شہر کے خُور کو پھر وسعتِ صحرا دے
سینوں میں اُجالا کر، دل صورتِ بینا دے
تاثیر کا سائل ہوں، محتاج کو داتا دے!

(علامہ اقبالؒ)

سوالات

۱۔ کالم الف میں اس کتاب میں شامل نظموں کے عنوانات دیے گئے ہیں جب کہ کالم ب میں ان نظموں کے شعرا کے نام بے ترتیبی سے دیے گئے ہیں۔ آپ ہر نظم کے سامنے اس کے شاعر کا نام کالم ج میں لکھیں۔

ج

ب

الف

علامہ اقبالؒ

حمد

جمیل لاہوری

جیوے پاکستان

جمیل الدین عاقلی

آلودگی! آلودگی!

حفیظ جالندھری

جگنو

انور مسعود

مقدس امانت

فرہنگ

۱۔ احمد	ہمیشہ قائم رہنے والی۔ ابدی	جیل متین	مضبوط رسی
جاودانی	شان و شوکت سے ظاہر ہونا	پختل	جال
جلوہ آرا ہونا	چتر، دھاتیں وغیرہ	پگنگت	اتحاد، بھائی چارا
جمادات	اللہ کی ذات	۵۔ روشن ستارا	اکابر
ذات باری	عاشق	خوش اسلوبی	بڑے، آبا
شیدا	قدرت، عادات، طبیعت	دم بخود ہونا	سلیقہ مندی
فطرت	۲۔ نعت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم	شستہ	حیران رہ جانا
اسم اعظم	اللہ کا ذاتی نام، سب سے بڑا نام	عنان	اچھی، نرم بات یا تمیز، با سلیقہ
افسوس	جادو، سحر	فرط جذبات	باگ دوڑ
شا خواں	تقریف کرنے والا۔ مدح خواں	قصاحت و بلاغت	جذبات کی زیادتی
درگاہ	در بار، روضہ، کسی بزرگ کا مزار	فی الہدیہ	واضح اور سمجھ میں آنے والی گفتگو
ساجد	سجدہ کرنے والا	مجبور و مقبور	فوراً، بلا ارادہ بات، بغیر تیاری کے ہونا
سرور	سرور، آقا و مولا	مندل	بے حد مظلوم
مجبود	جس کو سجدہ کیا جائے	۶۔ جگنو	بھرجانا
معبود	جس کی عبادت کی جائے یعنی ذات باری	پوشیدہ	چھپا ہوا، ڈھکا ہوا
۳۔ معلم اخلاق صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم	مستقل مزاجی	خلوت	تہائی، اکیلا پن
استقلال	عزت، دو نشان یا مرتبہ جو حکومت یا عوام کی طرف سے ملے	غربت	پردیس
اعزاز	عزت والا، مبارک	کاشانہ	ٹھونسلا، گھر، بئیرا
اقدس	خط، مضمون یا نظم کا لکھنا	گہن	مرہن
احاطہ تحریر میں لانا	عیش و عشرت کا سامان	۷۔ عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم	عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
تیشات	بھروسہ کرنا	ابدی	ہمیشہ قائم رہنے والی، جاودانی
توکل	چمکتا ہوا	امادس	بے چاند
درخشندہ	مجنوں کی طرح گہن کے ساتھ	ایمان افروز	ایمان بڑھانے والا
دیوانہ وار	رہنمائی	برلانا	مقصد پورا کرنا
رشد ہدایت	منج، مرکز	تواضع	خدمت، خاطر تواضع کرنا
سرچشمہ	ارادہ	خوش الحان	اچھی آواز والا
عزم	صبر و شکر	رونی افروز	رونی بڑھانے والا
قناعت	کمل، پورا	سراج منیر	روشن چراغ
کامل	کوٹاہی	شائبہ	شک، شبہ
لغزش	حقیقت کھودینا	ظلمت	اندھیرا، تاریکی
مسح ہونا	راستہ دکھانے والی روشنی	عیب	عیب کی جمع، نقص، برائی
مشعل راہ	دن رات کے عام کام	غم کھانا	دکھی ہونا، کڑھنا
معمولات	کھلا دل و دماغ	فراوانی	زیادتی، زیادہ ہونا، کثرت
وسیع النظری	منفی طریقہ، سازش	مخاصمت	دشمنی
پتہ کنڈا	۸۔ مولانا محمد علی جوہر	مولیٰ	مددگار، آقا، سردار
۳۔ مؤتمر عالم اسلامی	نشان، ہدف کی جمع، مقاصد	۸۔ مولانا محمد علی جوہر	مولا نا محمد علی جوہر
امداد	شکل و صورت دینا، خاکہ بنانا	ارباب وفا	وفا کرنے والے
تحقیق دینا		اواخر	آخر کی جمع
		بود و باش	رہن سہن

جس کے کنارے نہ ہوں، وسیع	جس کے کنارے نہ ہوں، وسیع	جس کے کنارے نہ ہوں، وسیع	جس کے کنارے نہ ہوں، وسیع
نتیجہ	نتیجہ	نتیجہ	نتیجہ
مقی، نیک	مقی، نیک	مقی، نیک	مقی، نیک
کام میں لگ جانا	کام میں لگ جانا	کام میں لگ جانا	کام میں لگ جانا
آزادی	آزادی	آزادی	آزادی
نمونہ بنانے کا آلہ یا پیکانہ	نمونہ بنانے کا آلہ یا پیکانہ	نمونہ بنانے کا آلہ یا پیکانہ	نمونہ بنانے کا آلہ یا پیکانہ
نیشے میں پور، مست	نیشے میں پور، مست	نیشے میں پور، مست	نیشے میں پور، مست
مہر، جلی	مہر، جلی	مہر، جلی	مہر، جلی
غیرت والا	غیرت والا	غیرت والا	غیرت والا
وہ قید جس میں قیدی سے جبراً کام کروایا جائے	وہ قید جس میں قیدی سے جبراً کام کروایا جائے	وہ قید جس میں قیدی سے جبراً کام کروایا جائے	وہ قید جس میں قیدی سے جبراً کام کروایا جائے
الگ تھلک رہنے والا	الگ تھلک رہنے والا	الگ تھلک رہنے والا	الگ تھلک رہنے والا
بے چین	بے چین	بے چین	بے چین
مشہور و معروف، بلند مرتبہ	مشہور و معروف، بلند مرتبہ	مشہور و معروف، بلند مرتبہ	مشہور و معروف، بلند مرتبہ
نصیب، قسمت، طاقت	نصیب، قسمت، طاقت	نصیب، قسمت، طاقت	نصیب، قسمت، طاقت
قائد اعظم اور ملٹی اتحاد	قائد اعظم اور ملٹی اتحاد	قائد اعظم اور ملٹی اتحاد	قائد اعظم اور ملٹی اتحاد
حق مارنا، مجبوری سے فائدہ اٹھانا	حق مارنا، مجبوری سے فائدہ اٹھانا	حق مارنا، مجبوری سے فائدہ اٹھانا	حق مارنا، مجبوری سے فائدہ اٹھانا
پیروی کرنا	پیروی کرنا	پیروی کرنا	پیروی کرنا
عمل کی بنیاد، جوش عمل	عمل کی بنیاد، جوش عمل	عمل کی بنیاد، جوش عمل	عمل کی بنیاد، جوش عمل
جسم	جسم	جسم	جسم
سب کی زبان پر، عام	سب کی زبان پر، عام	سب کی زبان پر، عام	سب کی زبان پر، عام
عقل مند	عقل مند	عقل مند	عقل مند
طرز عمل، عادت، طریقہ	طرز عمل، عادت، طریقہ	طرز عمل، عادت، طریقہ	طرز عمل، عادت، طریقہ
جادو کی کشتش والا	جادو کی کشتش والا	جادو کی کشتش والا	جادو کی کشتش والا
ملا ہوا، جوا ہوا	ملا ہوا، جوا ہوا	ملا ہوا، جوا ہوا	ملا ہوا، جوا ہوا
رابطہ والا، ملا ہوا	رابطہ والا، ملا ہوا	رابطہ والا، ملا ہوا	رابطہ والا، ملا ہوا
بارے ہوئے	بارے ہوئے	بارے ہوئے	بارے ہوئے
واضح، سب کے سامنے	واضح، سب کے سامنے	واضح، سب کے سامنے	واضح، سب کے سامنے
شکل، صورت	شکل، صورت	شکل، صورت	شکل، صورت
بھائی چارا	بھائی چارا	بھائی چارا	بھائی چارا
بھڑے اور جواں	بھڑے اور جواں	بھڑے اور جواں	بھڑے اور جواں
طاقت، قوت	طاقت، قوت	طاقت، قوت	طاقت، قوت
مصیبت، مشکل، دشواری	مصیبت، مشکل، دشواری	مصیبت، مشکل، دشواری	مصیبت، مشکل، دشواری
جس کی مثال نہ ملے، بے مثال	جس کی مثال نہ ملے، بے مثال	جس کی مثال نہ ملے، بے مثال	جس کی مثال نہ ملے، بے مثال
جھک جانا، عاجزی	جھک جانا، عاجزی	جھک جانا، عاجزی	جھک جانا، عاجزی
برتری	برتری	برتری	برتری
برتری، فضیلت	برتری، فضیلت	برتری، فضیلت	برتری، فضیلت
میدان عمل، جنگ کا میدان	میدان عمل، جنگ کا میدان	میدان عمل، جنگ کا میدان	میدان عمل، جنگ کا میدان
آگے، اوپر	آگے، اوپر	آگے، اوپر	آگے، اوپر
غریب نادار	غریب نادار	غریب نادار	غریب نادار
بھائی چارا	بھائی چارا	بھائی چارا	بھائی چارا
اسلام کی عظمت	اسلام کی عظمت	اسلام کی عظمت	اسلام کی عظمت
بیزار	بیزار	بیزار	بیزار

مختزل	ہل جانا، قائم نہ رہنا	منفرد	سب سے الگ، ممتاز
مشاہیر	مشہور لوگ	ناموس	عزت
مفلوک الحال	برے حال والا	نقوش	نشان، نقش کی جمع
نادر	بے حد قیمتی، کم ملنے والا، نایاب	۲۲۔	کشور حسین شاد باد
دولہ	جذیبہ، جوش	باش	قائم رہنا
۱۶۔	تحریک پاکستان میں علما کا حصہ	کشور	سلطنت
اہانت	ذلت	مقبوم	معنی، مطلب
پنپنا	پھلنا پھولنا	۲۳۔	کبڑی
حق خود ارادیت	رائے دینے کا حق	جا بھگی	سائی کو پکڑنے والا
سمولینا	جذب کر لینا	روپ دھارنا	شکل اختیار کرنا
قلعی کھولنا	سامنے لے آنا، راز فاش کرنا	شائیں	طرز، طرح، انداز
قوت گیائی	بات کرنے کی طاقت یا صلاحیت	سائی	کبڑی ڈالنے والا کھلاڑی
۱۷۔	جیوے پاکستان	کر کر کر	بے مزا
پچھی	پرنندے	۲۳۔	مقدس امانت
پٹکھ	پہ	اسلاف	بزرگ، سلف کی جمع
۱۸۔	آزادی کا ستوالا	خراب خمیں	شاہاں، تو صیف، صفت بیان کرنا
شاہ سوار	گھڑ سواری میں ممتاز	قصر	محفل، گھر
غماز	ظاہر کرنے والا، چغلی کھانے والا	۲۵۔	ایک شیر دل مجاہد
کلیدی	بنیادی	پلاٹنگ	بند کرنا، روک دینا
گراں	بھاری، وزنی، مہنگا	خوگر	عادی
منسلک	ملا ہوا	ریزرو	محفوظ، مختص کی معنی
ہراول	سب سے آگے چلنے والا	سپوت	بہادر بیٹا
۱۹۔	مبارک رات کا تھنہ	سپاہ	فوج، آرمی، لشکر
الہامی	وحی۔ آسمانی پیغام	سیسہ پلائی	بے حد طاقت والی
خشوع و خضوع	عجز و انکسار کے ساتھ	نفوذ	اثر، پھیلاؤ، داخل ہونا، سرایت کرنا
فہم و فراست	عقل و دانش	۲۶۔	شہری دفاع
۲۰۔	مال کا خواب	معاونت	مدد، تعاون
اضطراب	بے چینی	منع	مرکز
چچ و تاب کھانا	غصے سے کڑھنا	۲۷۔	سکاؤٹنگ
محال	مشکل، ناممکن	استوار کرنا	قائم کرنا، مضبوط کرنا
۲۱۔	ایک عظیم دن	دار و مدار	اتحصار
بصیرت	عقل، دانائی، فراست	ڈھارس	حوصلہ، تسلی
بول بالا ہونا	اچھی شہرت ہونا، مشہور ہونا	ملحق	ساتھ ملا ہوا
تجدید	پرانی بات کو زندہ کرنا	ممد و معاون	مددگار
جاہ و جلال	رعوب و دبدبہ	منسوب کرنا	کسی کے نام کرنا
چاک و چوبند	ہوشیار، بالکل تیار	نشوونما	پھلنا پھولنا
دقیقہ	لحد۔ منٹ	۲۸۔	آلودگی! آلودگی!
دونیم	دو حصے، دو ٹکڑے	افزودگی	اشی سوا کو تو تائی کے لیے تیار کرنا
رائی	ڈرہ، کم سے کم ٹکڑا	آلودگی	گندگی کی ملاوٹ، نفاذت
سنگ میل	نشان راہ، امتیازی نشان	تابکار	اشی شعاع والا
فرگذاشت	غفلت، بھول چوک	خوفا	شور
مچدوب	جو ہوش و حواس کھو بیٹھا ہو	گوش خراشی	فضول باتیں، ناگوار باتیں

۲۹۔ علم بصیرت کا بانی	علم بصیرت کا بانی	۲۹۔ علم بصیرت کا بانی
انعطاف	مڑ جانا	انعطاف
انکس	پلٹنا، واپس ہونا	انکس
خاطر خواہ	اجھا خاصا، مناسب، تسلی بخش	خاطر خواہ
دستیاب	مہیا، حاصل، رسائی میں ہونا	دستیاب
رخت سفر	سفر کا سامان	رخت سفر
زر	سونا، مال و دولت	زر
لوہا منوانا	اپنی اہمیت، طاقت، اہمیت منوانا	لوہا منوانا
۳۰۔ حسرت موہانی	حسرت موہانی	۳۰۔ حسرت موہانی
استبداد	ظلم، جبر، ستم	استبداد
انحراف	پھر جانا، مڑ جانا	انحراف
بقا	زندگی، باقی رہنا	بقا
چیکر	جسم	چیکر
جاں فزا	زندگی دینے / بڑھانے والا	جاں فزا
خرد	عقل و دانش	خرد
زنداد	قیقہ خانہ، جیل	زنداد
سزاوار	سزا کا حق دار، مستحق	سزاوار
طبع غریب	غیرت مندر طبیعت	طبع غریب
طرقہ	عجیب	طرقہ
مغولین	غزول کہنے والے، غزول گو شاعر	مغولین
مصلحت پرست	موقع پرست، خود غرض	مصلحت پرست
منصر	چھپ ہوا	منصر
۳۱۔ خاتون کر بلا	خاتون کر بلا	۳۱۔ خاتون کر بلا
افتخارات	فخر، تکبر، قابل فخر کارنامے	افتخارات
پسماندگان	پچھے رہ جانے والے	پسماندگان
حوادث	حادثہ کی جمع یعنی حادثات	حوادث
زہد و تقویٰ	پختہ نگارگی	زہد و تقویٰ
شدائد	شدت کی جمع یعنی مصائب	شدائد
تک و عار	ذلت و کمینگی	تک و عار
پورش	اتری، بھرا بی، جملہ	پورش
۳۲۔ مسلمانوں کا قبلہ اول	مسلمانوں کا قبلہ اول	۳۲۔ مسلمانوں کا قبلہ اول
اشہاک	محو ہونا، کھو جانا	اشہاک
ایزی چوٹی کا زور لگانا	پوری طاقت سے کام کرنا	ایزی چوٹی کا زور لگانا
زمین بوس ہونا	ڈھسے جانا	زمین بوس ہونا
عرصہ حیات	زندگی کا وقت یعنی زندگی	عرصہ حیات
کوشاں	کوشش میں لگے رہنا	کوشاں
مفتی	فتویٰ دینے والا	مفتی
۳۳۔ کام کی باتیں	کام کی باتیں	۳۳۔ کام کی باتیں
تسکین	سکون	تسکین
قلت	کسی	قلت
۳۴۔ حضرت بہاء الدین زکریا	حضرت بہاء الدین زکریا	۳۴۔ حضرت بہاء الدین زکریا
استفادہ کرنا	فائدہ اٹھانا	استفادہ کرنا
۳۵۔ بابا عبد اللہ کی کہانی	بابا عبد اللہ کی کہانی	۳۵۔ بابا عبد اللہ کی کہانی
بصارت	نظر، بینائی	بصارت
تقاضا کرنا	مانگنا، تسلی دینا، طلب کرنا	تقاضا کرنا
مستول	امیر، دولت والے	مستول
۳۶۔ اٹھو ایل وطن کے دوست ہو	اٹھو ایل وطن کے دوست ہو	۳۶۔ اٹھو ایل وطن کے دوست ہو
برگ و شہر	پتے اور پھل	برگ و شہر
خورد	خوش	خورد
۳۷۔ ایک دن اردو کے طالب علموں کے ساتھ	ایک دن اردو کے طالب علموں کے ساتھ	۳۷۔ ایک دن اردو کے طالب علموں کے ساتھ
برجستہ	موقع کے مطابق، فی الفور	برجستہ
تپاک	خوشی، جوش سے	تپاک
ممنونیت	ممنون احسان ہونا	ممنونیت
ہم عصر	ایک ہی زمانہ والے، ساتھی	ہم عصر
۳۸۔ مناظر پاکستان	مناظر پاکستان	۳۸۔ مناظر پاکستان
آثار	نشان	آثار
برگزیدہ	ممتاز، عزت والا	برگزیدہ
زمرہ	آواز، ترجمان	زمرہ
شاہ کار	بہترین نمونہ، عظیم کام	شاہ کار
سانع	بنانے والا	سانع
۳۹۔ ڈائری	ڈائری	۳۹۔ ڈائری
ضبط تحریر میں لانا	لکھنا	ضبط تحریر میں لانا
مختص	محفوظ، مخصوص	مختص
سبقت	برتری	سبقت
۴۰۔ خط - مدیر کے نام	خط - مدیر کے نام	۴۰۔ خط - مدیر کے نام
مدیر	ایڈیٹر	مدیر
مؤقر	محترم، معزز	مؤقر
مہلک	ہلاک کرنے والا	مہلک
۴۱۔ خاک وطن	خاک وطن	۴۱۔ خاک وطن
ترنمیں	سجاوٹ	ترنمیں
رعنائی	خوب صورتی، پاکیزگی	رعنائی
محن	رنج، تکالیف	محن
۴۱۔ دعا	دعا	۴۱۔ دعا
آہو	ہرن	آہو
بینا	روشن، دیکھنے والا	بینا
بے لوث	بغیر کسی غرض کے، مخلص	بے لوث
تاثیر	اثر	تاثیر
وادی فاراں	مذہبی وادی	وادی فاراں